بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب

سنگ الاولیاء

درگاہ شریف دادامیاں علیہ الرحمہ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شریعت و طریقت اور حضور سند الاولیاء مخدوم المشائخ

محبوب مصطفیٰ خواجۂ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ

دامت برکاتہم

کی

حیات طیبہ پر مشتمل کتاب

حصہ اول

❖ تالیف ❖

حضرت شیخ العلوم، علامہ، مفتی ابو المحمود محمد صاحب مظہری، فصاحتی، بنارس

ناشر

صوفی منظور احمد ناصر فصاحتی و جمیع وابستگان خانقاہ جہانگیریہ فصاحتیہ

دال منڈی، بنارس

نام کتاب ________ سندالاولیاء

مؤلف ________ ابوالمحمود محمد منظری، فصاحتی، بنارسی

کاتب ________ محمد شاہد رام نگری، جلالی پورہ، بنارس

پریس ________ مدینہ آفسیٹ پریس، کنڈیگرٹولہ، چوک بنارس

ہدیہ ________ 50/-

سالِ طباعت ________ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء

ناشر

صوفی منظور احمد ناصر، فصاحتی، رامپوری، بنارسی و جمیع وابستگان خانقاہ

جہانگیریہ، رضائیہ، دال منڈی، بنارس

فہرست

نوٹ

حضور خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین حدِ شمار سے کہیں زیادہ، خلفائے کرام کی تعداد بھی اچھی خاصی، مگر چند منتخب، جلیل الشان خلفاء عظام یہ ہیں۔

۱۔ صوفی حاجی محمد حسن شاہ عنایتی بھینسوڑی شریف
۲۔ صوفی محمد صدیق حسن شاہ عنایتی، مرادآباد
۳۔ صوفی وکیل یعقوب علی شاہ عنایتی لکھنؤ۔ ۴۔ صوفی بشیر اللہ شاہ عنایتی، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین
وآلہ الطیّبین، واصحابہ الکاملین، وعلمائہ واولیائہ اجمعین
برحمتک یا ارحم الرّحمین

اللّٰھم صلّ وسلّم علیٰ من ھو علیٌّ فی درجاتہ، حسنٌ فی
صفاتہ شہیدٌ فی تجلّیاتہ، زینُ العابدین بعباداتہ، باقرُ
علوم الاولین والآخرین بمعلوماتہ، صادقٌ فی اقوالہ، کاظمٌ فی
جمیع احوالہ، متمکّنٌ فی مقام الرضاء، جوّادٌ کفّہٗ عند العطاء، ھادیٌ
الی سبیل النجاۃ، عسکریٌّ مع الغزاۃ مہدیٌّ الی طریق الیقین،
صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین

ہم جمیع وابستگان سلسلۂ علیّہ، قادریّہ، چشتیّہ، نقشبندیّہ، ابوالعلائیّہ
فردوسیّہ، جہانگیریہ، رضائیّہ، عنایتیّہ، راحتیہ، حسنی، حسینی مصباحِ علیؒ
کی ٹھنڈا اور ضیا بخش روشنی میں بے حد راحتؒ و فرحتؒ محسوس کر رہے
بلکہ ایک ایک بال رقص و سرور، وجد و کیف میں اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے
محبوب اعظم، مالک کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضاؒ اور عنایتؒ کے بجد
شکر گذار ہیں کہ آج کی تاریخ کتنی صباحتؒ آفریں اور بلاغتؒ تاب ہے
کہ ہم وابستگان سلسلۂ علیہ کو اپنے پیران عظام کی حیات مبارکہ یعنی ان کی
دینی ایمانی عرفانی خدمات پر کچھ لکھنے، لکھانے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

ہم اپنی اس فیروز بختی پر جتنی خوشی منائیں کم ہے۔ اس کتاب کی وجہ تالیف یہ ہے کہ حضور آقائے نعمت، سیدی، مرشدی سند الاولیاء مخدوم المشائخ محبوب مصطفےٰ، خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم، سجادہ نشین درگاہ دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ (لکھنؤ شریف) و درگاہ عنایتی، راحتی (بھیسنوڑی شریف ضلع رام پور یو۔پی) کی سجادہ نشینی کا یہ پچیسواں سال ہے، نیز بنارس میں آپ کی قائم کردہ "خانقاہ جہانگیریہ رضائیہ" میں عنایتی، راحتی فاتحہ شریف کا بھی یہ پچیسواں سال ہے۔ ایسے حسین وجمیل، اور کیف آور موقع پر جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات آفریں سایۂ رحمت میں جشن سجادہ نشینی منانے کی دلوں میں ایک اٹھان سی پیدا ہوئی۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ آپ کی دینی خدمات پر ایک کتاب بھی تالیف کی جائے، بس یہی داعیہ اس کتاب کی وجہ تالیف ہے۔ چونکہ آپ باشارۂ غیبی "سند الاولیاء" اور مردم شناسوں کی زبان پر مخدوم المشائخ اور محبوب مصطفےٰ اس لئے اس کتاب کا نام سند الاولیاء معروف بہ مخدوم المشائخ، محبوب مصطفےٰ رکھا گیا۔

یہ ایک شفاف حقیقت ہے کہ پیران عظام قدست اسرارہم کی حیاتِ طیبہ، ایک اتھاہ سمندر ہے، بیش نگاہ یہ کتاب اور قدرے تفصیل سے بعد میں شائع کی جانیوالی کتابیں بھی ایک بوند سے بھی کم ہیں۔

کمترین مؤلف اور پیران عظام کی حیات مبارکہ

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

یا اللہ! اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ مشائخ سلاسل کی دینی، عرفانی نفع بخش خدمات پر لکھنے، لکھانے کی

توفیق رفیق عطا فرما۔ آمین!

ابوالمحمود محمد مظہری، فصاحتی، مولانا منزل
اودھو پورہ، مکان 2/12 جے، شہر بنارس۔

۱۲ جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ

۱- مصباح پورا نام یہ ہے مصباح حسن سرکار صاحب سجادہ کے منجھلے حقیقی بھائی۔

۲- راحت پورا نام یہ ہے راحت حسن سرکار صاحب سجادہ کے والدِ مخدوم۔

۳- فرحت پورا نام یہ ہے فرحت حسن سرکار صاحب کے حقیقی برادر خورد

۴- رضا پورا نام یہ ہے محمد نبی رضا سرکار صاحب کے بڑے دادا بزرگ وار۔

۵- عنایت پورا نام یہ ہے عنایت حسن سرکار صاحب کے دادا بزرگوار

۶- صباحت پورا نام یہ ہے صباحت حسن سرکار صاحب کے بڑے شاہزادہ۔

۷- بلاغت پورا نام یہ ہے بلاغت حسن سرکار صاحب کے چھوٹے شاہزادہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جدِّ اکبر (بڑے دادا)

حضور سیدنا خضر راہ شریعت و طریقت، قطب الاولیاء خواجہ
محمد نبی رضا شاہ عرف دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ

مناسب اور حق یہی ہے کہ اس کتاب کی بسم اللہ، حضور آقائے نعمت سیّدی مرشدی، مخدوم المشائخ، سند الاولیاء خواجہ الحاج محمد فصاحت حسین شاہ دامت برکاتہم سجّادہ نشین درگاہ دادامیاں (لکھنؤ) درگاہ عنایتی راحتی (بھینسوڑی شریف ضلع رامپور) کے جدّ اکبر یعنی بڑے دادا حضور سیدنا خضر راہ شریعت و طریقت، قطب الاولیاء خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادامیاں قدس سرّہٗ کے ذکر جمیل سے کی جائے۔

حضور دادا میاں علیہ الرحمۃ والرضوان ولایت و قطبیّت کے ایسے آفتاب عالمتاب ہیں کہ جس کی ضیاء بخشی سے پورا عالم جگمگا رہا ہے۔ آپ کی ولادت سراپا رحمت ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۲۸۴ھ بروز دوشنبہ بمقام بھینسوڑی شریف ایسے بابرکت خانوادہ میں ہوئی ہے جو حسب و نسب، کرامت و شرافت میں گوہر نایاب اور یکتائے روزگار ہے۔ اور قد و قامت، جسمانی حسن و جمال میں ایسے لاثانی کہ دیکھنے والے سب محو حیرت اور انگشت بدنداں ___ آپ پر جب آپ کے پیر و مرشد حضور قطب عالم سیدنا خواجہ مولانا شاہ سیّد عبدالحیٔ فخر العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیائے اثر پڑی تو "اللہ" سے دادامیاں کو مانگ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے پیر و مرشد کے مرید بھی ہیں اور مراد بھی، مرید وہ ہے جو پیر کو چاہے، مراد وہ ہے جس کو مرشد چاہے۔ حضور دادامیاں ان دونوں خوبیوں کے پیکر جمیل ہیں۔

آپ نے اپنے شیخ کی سیرت مبارکہ، ارشادات و تعلیمات کو اپنے اندر اس نور آفریں طریقہ سے جذب کر لیا کہ اہل دل پکار اٹھے کہ یہی ہیں محبوب فخر العارفین یہی ہیں اپنے پیر و مرشد کے خلیفۂ اعظم اور تصویرِ ناطق ___

تبوسّط پیرانِ عظام، خصوصاً بفیض حضور خواجۂ خواجگان سید غریب نواز رضی اللہ عنہ دادامیاں علیہ الرحمۃ پر مرتضوی، اسداللّٰہی رنگ نہایت ہی گہرا ہے۔ اسی نسبت سے آپ کا لقب "اسدِ جہانگیری" ہے، اور یہ محبوبی خطاب آپ کے پیرو مرشد کا عطا کردہ ہے (اسد کا معنی شیر)

آپ نے سلسلۂ علیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ، جہانگیریہ کی ایسی نفع بخش خدمت و اشاعت کی ہے جس کا جواب نہیں۔ آپ سلوک و معارف کے ایسے نخلِ طوبیٰ ہیں جس کے پھول و پھل، برگ و بار ہند اور بیرونِ ہند ہر اطراف و اکناف میں ایسے کرامت انگیز انداز میں پھیلے ہیں کہ جس کی نظیر نہیں۔ لاکھوں لاکھ فرزندانِ توحید و رسالت، بندگانِ خدا ایسی گرویدگی کے ساتھ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ہیں کہ اس حقیقت بیانی کے لئے لفظ "کرامت" کے سوا کوئی دوسرا لفظ مناسب اور موزوں ہی نہیں۔ غیر مسلم صاحب ایمان ہوئے، فاسق و فاجر، پاپی اور شرابی، بھلے انسان ہوئے۔ جس سمت پہونچے لوگ جوق در جوق آئے، دولتکدہ پر رہے تو بھی گوشہ گوشہ سے تشنگانِ آبِ معرفت، طالبانِ حق کشاں کشاں آتے رہے اور چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے رہے۔ بعینہٖ، ہو بہو بالکل ایسا ہی کرامت مآب حال میرے پیرو مرشد کا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟ آپ حضور دادامیاں کے نسبی لحاظ سے بھی اور روحانی اعتبار سے بھی پوتا بھی اور سجادہ نشین بھی۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

مرید، خلیفہ، سجادہ نشین

مریدین کی تعداد تو حدّ شمار سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ باضابطہ مریدین کے نام قلمبند کئے جانے کا اہتمام نہ تھا۔ اور ایسا کچھ آج بھی ہے۔ مگر اس سلسلۂ علیہ کا فیضِ نسبت ایسا زود اثر ہے کہ مرید جہاں بھی ہو۔ کہیں بھی ہو۔ محروم نسبت نہیں رہتا اس بارگاہ عالی میں محرومی نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ کرم ہی کرم ہے۔ نوازش ہی نوازش ہے۔ سلسلۂ علیہ نور و رحمت کا ابر باراں ہے، سیل رواں ہے۔

بہر کیف! مریدین حدّ شمار سے زیادہ، خلفاء کی تعداد بھی کم نہیں۔

مگر فی الحال حضور، شیخ الاولیاء، خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہٗ کا ذکر اقدس کرنا مقصود ہے۔ آپ دادا حضور کے حقیقی برادر خورد ہیں۔ دادا میاں نے آپ کو بعمر سولہ (۱۶) سال مرید کیا۔ مسلسل ریاضت و مجاہدہ۔ تزکیۂ نفس، تنویرِ قلب و روح کے بعد، ہر طرح ظاہری باطنی نعمتوں سے بہرہ مند فرما کر اپنی خلافت و اجازت اور مسند نشینی عطا فرمایا۔ حضور شیخ الاولیاء نے اپنے حقیقی برادر بزرگ پیر و مرشد حضور دادا میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی سجادہ نشینی کا حق پورا پورا ادا کیا اور اس حقیقت میں کیا شک ہے کہ دینے والا بے مثال سخی و کریم ہے تو لینے والے کا دامن بھی کم وسیع نہیں۔ وہ بھی بے نظیر، اور یہ بھی بے نظیر۔

دادا میاں پیر و مرشد کی نظر میں

ہے کوئی حد! نوازش و کرم کی کہ پیر اپنے مرید کی تعریف و توصیف ایسے محبت بھرے لب و لہجہ میں کرلے کہ جس میں حسنِ عقیدت کی بھی جھلک ہو۔ ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محمد نبی رضا شاہ۔ لکھنؤ کے شاہ ولایت ہیں۔

۲۔ قطب اور خواجگی کا مرتبہ حاصل ہے۔

۳۔ ہمارے یہاں سے جھولا بھر کر فقیری لے گئے۔

۴۔ ہماری باتوں کو جس طرح محمد نبی رضا شاہ نے سمجھا، اس طرح کسی اور مرید کی سمجھ میں نہیں آیا۔

۵۔ ان کو ہماری فنائیت، کامل حاصل ہوگئی۔ اگر ان کو چیرا جائے تو ہم نکلیں گے اور اگر ہم کو چیرا جائے تو وہ نکلیں گے۔

۶۔ کامیاب ہو گئے۔

۷۔ حضور خواجۂ خواجگان، عطاء رسول، سلطان الہند غریب نواز حضور سیدنا مخدوم علی احمد صابر پاک (کلیر شریف)، حضور مخدوم الملک سیدنا شاہ عبد الحق (ردولی شریف) حضور مخدوم سیدنا شاہ مینا[۱] (لکھنؤ) حضور سیدنا سید محمد گیسو دراز (گلبرگہ شریف) رضی اللہ عنہم اجمعین کے آستانہ ہائے پاک سے بے تعداد فیضان باطنی عطا ہوا ہے۔

---

[۱] آپ کا اصلی نام محمدؒ ہے، محبت میں آپ کا عرفی نام مینا ہے۔ آپ کے مقبرہ شریف کی زیارت کی جاتی ہے اور برکت حاصل کی جاتی ہے، اخبار الاخیار صفحہ ۱۴۲

۸۔ ہمارے پیرومرشد، والد مخدوم، سیدنا مولانا مخلص الرحمٰن جہانگیری رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ منورہ کی صفائی اپنے سر کے بالوں سے کیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از اعجاز جہانگیری ص ۴۲ و ۴۳)

ان ہی حقائق بالا کی روشنی میں گذشتہ صفحہ میں تحریر ہے کہ حضور دادا میاں اپنے پیرومرشد کے مرید بھی ہیں اور مراد بھی۔

دادا حضور کے خلفاء

آپ کے تمام ہی خلفاء کامل و اکمل، نہایت ہی چیدہ اور انتخاب روزگار ہیں۔ ان ہی خلفاء عظام میں عارف باللہ، مقبول خدا، مولانا عبدالت کور نصیر آبادی علیہ الرحمۃ ہیں۔ آپ نے سلسلۂ علیہ کی خوب، خوب اشاعت کی اور یہ سلسلۂ اشاعت تاہنوز جاری و ساری ہے۔

وصال شریف

انسانیت کبریٰ، ولایت وغوثیت کا یہ آفتاب، عالمتاب، شریعت و طریقت کے انوار و تجلیات سے بندگان خدا کو بہرہ ور کرتے ہوئے چوبیس ربیع الاول شریف ۱۳۴۹ھ بروز یکشنبہ ساڑھے دس بجے دن میں بظاہر غروب ہوگیا۔ مگر اس کی ضیا بار کرنوں سے آج بھی ساری دنیا جگمگا رہی ہے ایمان کی پکار ہے کہ حضور دادا میاں حیات ظاہری سے کہیں زیادہ آج زندہ ہیں۔ اسی حیات جاودانی کے بارے میں ارشادِ قرآنی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ پ ۱۴ سورۂ نحل

مرد ہو یا عورت جس نے بھی کام اچھے کئے اور وہ مومن ہے تو ہم اس کو ایک ستھری زندگی عطا کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے سانچہ میں جو ڈھل گیا۔ وہی ہے اللہ والا۔ اسی کو فنا کے بعد دوام و بقا کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

یہی ہے فنا کے بعد بقاء۔ اسی عرفانی فیضان کو حضرات صوفیۂ کرام اپنی اصطلاح میں "فنا" "بقا"، سے تعبیر کرتے ہیں۔

مزارِ اقدس

نماز میں بے شمار مخلوق شریک تھی، لوگوں کا چشم دید بیان ہے کہ نماز جنازہ میں شریک اشخاص کا تخمینہ لاکھ آدمیوں سے

زیادہ کا ہوا تھا۔ جن میں اکثر بزرگ معلوم ہوتے تھے، جن کی شناخت بھی نہ ہوسکی کہ وہ کون حضرات کہاں کے رہنے والے ہیں اور جب جنازہ لے کر چلے ہیں تو آسمان سے زمین تک ایک ستون نوری معلوم ہوتا تھا کہ اندھیری رات میں روز روشن کی طرح سب طرف روشنی معلوم ہوتی تھی۔ یکشنبہ و دوشنبہ کی درمیانی شب میں بارہ بجکر پچیس منٹ پر آپ جلوۂ ناز میں آسودہ ہوئے۔

(ماخوذ از اعجاز جہانگیری ص ۵۷)

آپ کا مزار اقدس اسلامیہ قبرستان، مال ایونیو، روڈ دادامیاں لکھنؤ ہے۔ ہر سال ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ ربیع الاول شریف کو نہایت ہی نور آفریں فضا میں حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم کے زیر اہتمام عرس مبارک ہوتا ہے، عام لنگر ہوتا ہے۔ بے شمار درویشانِ کامل پیرانِ طریقت، علماء ومشائخ مریدین، معتقدین گوشہ گوشہ سے حاضر دربار ہوتے ہیں۔ اور درِ شاہِ رضا سے جی بھر کر مستفیض ہوتے ہیں۔ مزار پاک آسیب زدوں اور پریشان حال والوں کے لئے اکسیر ہے۔

اہلیہ مکرمہ

آپ کی اہلیہ مکرمہ یعنی دادی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا مزار شریف آپ کے مزار اقدس سے باہر ایک حجرۂ مبارکہ میں مخزن انوار ہے۔ آپ ایک ولیہ، عارفہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی کامیاب گھریلو منتظمہ بھی تھیں۔ اپنے شوہر محترم دادا حضور سے بیعت بھی تھیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ بیوی شوہر سے مرید ہو رحمۃ اللہ علیہا۔

تعلیمات

آپ کی پوری زندگی ہی تعلیم وتربیت میں بسر ہوئی ہے اعجاز جہانگیری سے چند تعلیمات ذکر کی جارہی ہیں

۱۔ جو کام شریعت غرّا کے خلاف ہیں ان سے متنفر اور دور رہنا چاہئے
۲۔ اہل شریعت کے ساتھ برتاؤ محبت کا رکھے۔
۳۔ اگر کوئی دشمن ہو اس کے ساتھ بھی محبت سے پیش آنا چاہیئے، دل میں دشمنی کی بو تک نہ آئے۔
۴۔ شریعت وطریقت کو ہر آن نگاہ میں رکھے۔
۵۔ اگر کوئی مرید شریعت کے خلاف کرے گا تو اس کے ذمہ دار ہمارے پیران عظام نہیں ہیں۔

۶۔ بے شرع فقیر اگر ہمارے سامنے آسمان تک پرواز کرے تب بھی ہم اس کے قائل نہیں۔

۷۔ ہر مسلمان پر نیکی کا حکم کرنا فرض ہے اور گناہ سے روکنا فرض ہے۔

۸۔ بندگانِ خدا کا اپنے کو خادم تصور کرے، پیر صاحب ہی کیوں نہ ہوں۔ مخدوم بننے کا خیال پیدا کریں گے تو وہ ضرور خراب ہو جائیں گے۔

۹۔ پیر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔ اور نائب نماز چھوڑنے والا نہیں ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ امرد لڑکوں اور نامحرم عورتوں کی صحبت سے پرہیز و احتیاط رکھنا چاہئے۔ بلکہ ان کے قریب نہ جائے، اس میں اگر احتیاط نہ ہو گی تو فساد کا قوی احتمال ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ یہ دس تعلیمات و ملفوظات ہیں۔ جو سراپا حکمت و نصیحت ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے از حد ضروری ہیں۔

جدِّ حقیقی

رحمۃ اللہ علیہ

حضور شیخ الاولیاء، قطبِ ربّانی، خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ آپ سیّدی، مرشدی، حضور آقائے نعمت، مخدوم المشائخ سند الاولیاء خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم کے نسبی اور روحانی دونوں اعتبار سے حقیقی، سگے دادا ہیں۔ آپ پیدائشی ولی کامل ہیں۔ ظاہری اور باطنی حسن وجمال، فضل وکمال میں حضور دادامیاں کے سچے جانشین اور وارث ہیں آپ کا خانوادۂ مبارک شروع ہی سے علوم شریعت اور ولایت وکرامت، شرافت و نجابت کا سرچشمہ رہا ہے۔ آپ متبحر عالم ربانی بھی ہیں اور قطبِ زمن بھی۔

آپ نے سلسلۂ علیہ کی نہایت ہی نفع بخش، نتیجہ خیز خدمت واشاعت کی ہے۔ آپ کے دست حق پرست پر کافی غیر مسلم، مسلمان ہوئے بدعقیدے اپنی بدعقیدگیوں سے فاسق اپنے فسق وفجور سے تائب ہوکر نیک اور اچھے بنے جن کی بے راہ روی اور بے حیثیتی کا یہ حال تھا۔ اب ان کی ستھری زندگی بول اٹھی کہ ؎

جب تک بکا نہ تھا کوئی پوچھتا نہ تھا
عنایت پیا نے خرید کر مجھے انمول کردیا

ایسی آنکھوں کے تصدق میری آنکھیں ہردم
کہ جنھیں آتا ہے اغیار کو اپنا کرنا

یہ بڑے مخلص بڑے خیر خواہ۔!
جو برے ان پر بھی شفقت کی نگاہ

ان کو اپنے مثل مت سمجھو کبھی،
یہ ولی سچے ولی۔ کامل ولی۔!

اللہ والوں کی ایسی ہی اثر انگیز زندگی ہوتی ہے کہ ناکاروں کو اپنے سانچے میں ڈھال کر کار آمد بنا دیتے ہیں۔

آپ کے سجادہ نشین اور وارث

آپ نے اپنے اکلوتے صاحبزادے حضور امام الصوفیہ سند السالکین راحت العاشقین خواجہ محمد راحت حسن شاہ قدس سرہٗ کو سلسلۂ علیّہ میں مرید کیا، ریاضت ومجاہدہ کرایا۔ خلافت واجازت بخشی سجادہ نشین بنایا۔

تاریخ ولادت

حضور شیخ الاولیاء، قطب ربانی، خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تاریخ ولادت ۲۲ محرم الحرام ۱۳۰۲ھ بمقام بھینوڑی شریف ہے۔

تاریخ وصال ۴ر شوال المکرم ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء ہے۔ آپ کا آبائی وطن اور جائے ولادت اور مزار پاک بھینوڑی شریف ضلع رام پور یو۔پی ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۲ر ۳ر ۴ر ۵ر شوال المکرم کو حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم کی سرپرستی میں نہایت ہی ایمان افروز فضا میں ہوتا ہے ملک اور بیرونِ ملک ہر چاروں جانب سے اہل دل۔ مشائخ۔ علماء، مریدین، معتقدین حاضر دربار ہو کر فیضِ عنایتی سے خوب نفع اندوز ہوتے ہیں۔

کتابیں آپ نے سلسلۂ علیہ کی خدمت و اشاعت ہر طرح سے کی ہے، تصنیف تالیف کے ذریعہ سے بھی کی ہے۔ آپ نے سلوک و معارف پر کئی کتابیں لکھی ہیں اور ہر کتاب اپنی جگہ شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس وقت کمترین کے مطالعہ میں جو کتاب ہے وہ "اعجاز جہانگیری" ہے آپ تصوف، اسرار شریعت و طریقت اور جمیع علوم، تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، صرف، بلاغت ہر علم و فن کے بحر ذخار ہیں۔

خلفاء آپ کے خلفاء عظام کی بھی ایک لمبی فہرست ہے، کسی فرصت میں اِن کے متعلق تفصیل سے لکھوں گا۔ انشاء اللہ

ہاں بس یہاں صرف چند جملے لکھ کر آگے بڑھ رہا ہوں، حضور شیخ الاولیاء خواجہ عنایت پیا نے ذروں پر نظر ڈالی تو رشکِ کہکشاں بنا دیا۔ فولادوں پر نظر کی تو پارس بنا دیا۔ اس خانوادہ عالی کا ہر صاحب ولایت پارس گر ہے۔ میرے میاں میرے پیر، سرکار صاحب سجادہ (اللہ ان کی برکتوں کو ہمیشہ شامل حال رکھے۔ آمین) اس بے نظیر نورانی صفت کے پورے مظہر ہیں۔

این خانہ تمام آفتاب است   اس گھر کا ہر فرد اپنی جگہ آفتاب ہے۔

والد مخدوم

حضور سند السالکین، راحت العاشقین، امام الصوفیہ خواجہ محمد راحت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ بھینوڑی شریف ضلع رام پور میں ایسے نور افشاں خانوادہ میں پیدا ہوئے کہ پورا گھر کا گھر انوارِ ولایت و علم سے چمک رہا تھا۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

آپ کی معصومانہ، بے غبار زندگی، شریعت و طریقت، سلوک و ارشاد،

انسانیت کبریٰ، ولایت علیا کا ایسا شفاف آئینہ ہے۔ جس میں احسان ومعارف کا چہرہ صاف دکھائی دیتا ہے۔ جس نے بھی آپ کو دیکھا یہی کہا کہ "راحت پاک" انسانی قالب میں فرشتہ ہیں۔ آپ کو نہ دنیا کی جستجو تھی اور نہ عقبیٰ کی طلب مقصود زندگی رضاء رب اور رضائے مصطفیٰ" صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ"

آیت قرآنی

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً — اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے کٹ کر بس اسی کے ہو رہو۔

آپ کی پوری زندگی کا نصب العین اور محور یہی آیت قرآنی ہے۔

سکندر روٹھ کر بھی خوش نہیں دولت زمانہ کی۔
قلندر مایۂ ہستی لٹا کر رقص کرتا ہے۔

خانقاہ انسان ساز فیکٹری کا نام ہے

یوں تو خانقاہ کا لغوی معنی پھوس گھاس کا گھر، پہلے شائخ عظام کی خانقاہیں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ قاہ کا معنی گھاس۔ خانہ کا معنی گھر صوفیانہ اصطلاح میں "عبادت کا گھر" آج بھی خانقاہوں کی افادیت اور نفع بخشی کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ اب پہلے جیسی خانقاہیں نہیں ہیں، تو اس پر میری گذارش ہے کہ آج پہلے جیسے لوگ بھی تو نہیں ہیں آج پہلے جیسے مدرسے اور مسجدیں نہیں ہیں۔ تو آج پہلے جیسے ، اساتذہ، طلبہ، منتظمین بھی تو نہیں ہیں۔ پہلے جیسے امام نمازی اور متولی بھی تو نہیں ہیں۔ آج اس قحط الرجالی، بے رغبتی، بے راہ روی کے زمانہ میں مساجد و مدارس اور خانقاہوں کا قیام نہایت ہی ضروری ہے۔

ایک مرتبہ حضور راحت پاک علیہ الرحمہ کا گذر ایک فیکٹری کے پاس سے ہوا آپ کا معصوم، وجیہ وشکیل، سراپا حسن وجمال چہرہ دیکھ کر فیکٹری کے مالک نے دریافت کیا کہ آپ کون کام کرتے ہیں؟ فرمایا "انسان بناتا ہوں" کتنا سادہ، کتنا مختصر ایک فقرہ ہے۔ لیکن اس اختصار میں جامع اتنا کہ پورا سلوک وتصوف احسان ومعارف کشید کر آگیا ہے۔ سلوک ومعارف، للّٰھیت، ولایت ہی کا تو ایک نام انسانیت کبریٰ ہے۔ جو انسان کامل ہوگا۔ وہی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم والا

ہوگا۔ یہ فقرہ نہیں ہے خزانہ ہے۔
سمٹے تو قطرہ ہے۔ پھیلے تو سمندر ہے۔

راحت پاک کی انسان ساز فیکٹری کے چند نمونے

فیکٹریوں میں سب سے پہلے تپایا جاتا ہے۔
گلایا جاتا ہے۔ تب جاکر خوبصورت آرڈر کے مطابق چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ بلاتمثیل خانقاہوں میں سب سے پہلے نفس امارہ تپایا جاتا ہے۔ گلایا جاتا ہے تب جاکر تزکیہ، تطہیر، تنویر، کے ذریعہ صالح انسان وجود میں آتا ہے۔ پھر انتقالِ نسبت کے بعد مرشد کامل کی توجہ، ہمت، تصرف، صحبت وارشاد، حسنِ عقیدت ومحبت اور دیگر ذرائع سے راہِ ولایت کا سالک بنایا جاتا ہے، پھر رحمتِ ایزدی سے اللہ والا ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ شیخ کامل کی ایک نظر کیمیائے اثر سے بھی ہم نشینِ تحت الثریٰ ہمدوشِ ثریا ہوجاتا ہے۔

صحبتِ مرداں اگر یک ساعت است
بہتر از صد چلّہ و صد طاعت است،

مٹ گئی ساری برائی اور بدی	بن گئی اللہ والی زندگی
جو بُرے تھے حق کے پیارے بن گئے	خاک کے ذرّے ستارے بن گئے
معجزہ ہے یہ رسولِ پاک کا	ہادیِ کل صاحبِ لولاک کا

نوٹ:- توجہ، ہمت، تصرف، ارشاد، یہ سب صوفیانہ اصطلاحی الفاظ ہیں۔

راحتِ پاک علیہ الرحمۃ کی چوکھٹ پر کیسے کیسے آئے اور ایسے ایسے بن گئے۔
بے نمازی آئے۔ نمازی بن گئے۔ راہ زن آئے۔ راہ بر بن گئے۔

جن کی سفّاکی تھی مشہورِ زماں	بن گئے انسانیت کے پاسباں
مٹ گئی ساری برائی اور بدی	بن گئی اللہ والی زندگی ــــ!
اہلِ دل سے تربیت حاصل کرو	ان سے حق کی معرفت حاصل کرو
اہلِ دل کی بات ہے آبِ حیات	چاہیئے ان کی نگاہِ التفات۔!

راحتِ پاک کی زندگی بول رہی ہے کہ صوفی ہی کا ایسا دلکش، نورافزا، محبت بھرا کشادہ دامن ہے کہ اس میں ہر ایک کو جگہ مل رہی ہے۔ ہر جگہ کا دھتکارہ یہاں پناہ پا رہا ہے۔ ان کی گود میں پیار ومحبت کی وہ ٹھنڈک اور مٹھاس ہے

پار ہاہے کہ ہر گرمی، ہر تلخی بھول جاتا ہے۔ صوفی سمٹیا ہے، بکھرتا نہیں ہے۔ اپنوں پر، خون کے پیاسوں پر، فاسقوں پر، فاجروں پر، عزت وناموس کے ڈاکؤوں پر محبت وکرم کی ایسی نظر ڈالتا ہے کہ یگانے اور بیگانے کا فرق اٹھ جاتا ہے۔

ایسی آنکھوں کے تصدق میری آنکھیں بیدم
کہ جنھیں آتا ہے اغیار کو اپنا کرنا!

ان کا جو ارشاد ہے اکسیر ہے آدمی بن جائے وہ تاثیر ہے

یہ ہے حضور راحت پاک کی فیکٹری، بلفظ دیگر خانقاہ جہانگیریہ رضائیہ عنایتیہ، راحتیہ،

اب تک جو لکھا گیا ہے وہ صرف عنوان ہے۔ تشنگی تو یہ ہے کہ کیسے کیسے، ایسے ایسے ہو گئے، اِن تربیت یافتگان، مریدان کے حالات بھی پیش کئے جائیں۔ مگر اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش کہاں؟

مرید، خلیفہ، سجادہ نشین

حضور راحتِ پاک علیہ الرحمۃ اپنے والد مخدوم حضور شیخ الاولیاء خواجہ محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ علیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ، جہانگیریہ، رضائیہ، عنایتیہ میں مرید ہوئے۔ والد مخدوم نے ہر طرح سے نکھار، سنوار کر سلوک و معارف کی تمام منازل طے کرایا، خلافت، اجازت عطا فرما کر اپنا سجادہ نشین بنایا۔

حضرت راحت پاک کا طریقۂ تبلیغ وارشاد نہایت ہی اثر انگیز ہوتا۔ آپ نے سلسلۂ علیہ کی خدمت واشاعت کے لئے راہِ ہفتخواں سے گذرتے ہوئے ایسے سنگلاخ اور خارزار مقامات کی سیاحت کی ہے جہاں بد مذہبوں غیر مسلموں کا گڑھ تھا، لیکن ان بنجر، بے آب وگیاہ، عقیم صحراؤں میں اس مرد کامل نے گلاب کے ایسے حسین اور شاداب پھول کھلائے ہیں کہ جن کی تر وتازگی اور خوشبو سے چہار دانگ عالم مہک رہا ہے، غیر مسلم نے اسلام قبول کیا، بد چلن اپنی بد کرداریوں سے نفرت وتوبہ کر کے نیک صفت ہو گئے۔

دیکھنے والے نے حیرت سے دیکھا اور کہا کہ
جانور سے انسان ہو گئے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ملنے والوں سے راہ پیدا کر — اس سے ملنے کی اور صورت کیا

گر تو سنگ خارہ مرمر شومی — چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

تو اگرچہ بیکار مرمر پتھر ہے۔ مگر جب یہ بیکار پتھر کسی صاحب دل کے پاس پہونچے گا تو گوہر بن جائے گا۔

ایک پتھر کی بھی تقدیر سنور سکتی ہے — شرط یہ ہے کہ قرینہ سے تراشا جائے

حضرت راحت پاک کی تبلیغ وارشاد کا یہ بہت ہی روشن پہلو ہے۔

یہ ہیں صدیقِ زماں روشن ضمیر — ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی نظیر

ان کی صحبت میں رہو یہ ہیں ولی — فیض ان کا فیضِ بوبکر و علی

راحت پاک کے سجادہ نشین

حضور دادا میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے برادر خورد حضور شیخ الاولیاء خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہٗ کو سولہ (۱۶) سال کی عمر شریف میں مرید کیا۔ اب یہ حُسنِ نسبت دیکھو کہ حضرت راحت پاک علیہ الرحمۃ نے اپنے سب سے بڑے شاہزادہ کو یکم شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء بعد نماز جمعہ درگاہ عنایتی میں سولہ (۱۶) سال کی عمر مبارک میں مرید کیا پھر دیر ہی کیا تھی؟ چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے۔ والدہ مخدومہ خود ولیہؒ۔ والدِ مخدوم سراپا خیر وتقوی ایسے پاک اور قدسی خمیر سے جو شاہزادہ وجود میں آئے گا۔ پھر اپنے اس ارجمند سپوت کو اپنی آغوشِ محبت میں لے کر رحمت ونور کے حسین ساغر میں ڈھال دیا ہو وہ یقیناً حسنی، حسینی "فصاحت" کا مظہر ہوگا۔

حسنی، حسینی نسبت بے حد قوی۔ بہت ہی زود اثر۔ اسی بابِ کرم سے ہر نعمت تقسیم ہوتی ہے، فصاحت بھی، بلاغت بھی، صباحت بھی۔ وجاہت بھی جو صاحبِ نسبت ہوگا۔ وہ فصیح بھی ہوگا اور بلیغ بھی، صبیح بھی ہوگا اور وجیہ بھی۔

حضرت راحت پاک کے پاس سینہ، بسینہ اوپر سے جو انوار وتجلیات، فیوض وبرکات، امانتہً، وراثتہً مسلسل چلے آرہے تھے۔ اپنے بے مثال ارجمند شاہزادہ "فصاحت میاں" کو سپرد کر کے امین اور وارث بنادیا، اور خلافت واجازت دیگر کافی حاضرین کی موجودگی میں عنایتی، راحتی، حسنی، خلفاء ومریدین

اور دانشوران کے روبرو مورخہ ۳؍جمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۷؍جون ۱۹۷۵ء بروز سنیچر درگاہ شاہ رضا دادا میں اپنی مسند پر بٹھا کر آپ کی سجادہ نشینی کا زبانی، تحریری اعلان فرما دیا۔ قدرے تفصیل حضور سیّدی مرشدی سرکار صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم کے حالات مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔

وصال شریف حضرت راحت پاک علیہ الرحمۃ نے مورخہ ۴؍ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۹؍نومبر ۱۹۷۵ء بروز اتوار ۱۱ بجے دن میں اپنے آبائی وطن "بھینسوڑی شریف" میں وصال فرمایا۔ اور تدفین ۵؍ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۰؍نومبر ۱۹۷۵ء بعد نماز عصر عمل میں آئی۔

وارثان اہلیہ مکرمہ۔ تین صاحبزادے (۱) حضور سرکار صاحبِ سجادہ (۲) مخدوم گرامی قبلہ مصباح حسن میاں (۳) مخدوم گرامی قبلہ فرحت حسن میاں، اور دو صاحبزادیاں۔ اور ایک ہرا بھرا پورا نورانی کنبہ۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ربّ العالمین اپنے محبوبوں کے صدقہ اس عظیم البرکت خاندان کو ہمیشہ نظر بد اور آسیب زمانہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

مکتوبات وتصانیف آپ نے تعمیلِ سنت نبوی کی بنیاد پر کافی خطوط شاہان عالم اور وزراء ممالک کو بھی لکھے ہیں۔ جن میں مفید تعلیمات، ہدایات، تنبیہات کے ساتھ ساتھ دین حق، اسلام کی پُرزور دعوت دی ہے۔ ان خطوط مبارکہ کے علاوہ بہت سے مکتوبات اور قلمی تصنیف و تالیف بھی ترکہ اور یادگار ہیں۔ ان تمام چیزوں کے مطالعہ کرنے کے بعد بخوبی اندازہ لگتا ہے کہ راحت پاک کے دل میں تبلیغ وارشاد توسیعِ سلسلۂ علیّہ کا جذبۂ وافر بہت ہی کار فرما تھا۔

آپ اسلامی علوم، تفسیر وحدیث، فقہ، سلوک ومعارف کے پورے جامع تھے۔ آپ صرف سالک ہی نہ تھے، بلکہ سالک گر اور سالکوں کی سند تھے، آپ صرف صوفی ہی نہ تھے بلکہ صوفی گر اور صوفیوں کے امام تھے۔ اسی حقیقت کی بنیاد پر ارباب علم ودانش اور اہل دل پکار اٹھے کہ "راحت پاک" سند السالکین اور امام الصوفیہ ہیں۔

آپ کی حیات طیبہ اور فرمودات عالیہ، تصنیف و تالیف سے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ آپ حضور سیدنا امام تصوّف و سلوک شیخ اکبر محی الدین ابن عربی[۱] رضی اللہ عنہ کے سلوک و معارف کے وارث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ چشتیٔ نسبت سے نظامی بھی ہیں اور صابری بھی۔ مگر صابری رنگ آپ پر بہت ہی گہرا ہے۔ والد مخدوم راحت پاک کے اسی صابری جذبۂ عشق و وارفتگی کی بنیاد پر حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم نے سب سے پہلے کلیر شریف ہی میں خانقاہ صابریہ، راحتیہ کے لئے زمین خریدی اور ۱۹۸۰ء میں تعمیری بنیاد رکھی۔ اور اب تو ماشاء اللہ بہت ہی شاندار خانقاہ بن چکی ہے۔ مگر اب بھی اس سے متعلق دیگر توسیع و تعمیر اور ترقی کا سلسلہ جاری ہے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

---

[۱] آپ کا نام "محی الدین" کنیت "ابن العربی" لقب "شیخ اکبر" آپ کی ولایت پر تمام علماء ربانیین اور محققین اللہ والوں کا اجماع ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ کشف والے تھے، تصوّف میں نہایت مقبول اور عظیم مرتبہ اور مشہور کتاب "فصوص الحکم" ہے۔ اس کتاب میں ایسے دقیق معانی بیان کئے گئے ہیں کہ بہت سے ظاہر بینوں کے بس سے باہر تھے، اسی لئے اعتراض کر بیٹھے اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تصوف کے معانی کے لئے جو مناسب الفاظ ملنے چاہئیں۔ نہ ملنے پر غلط فہمی عموماً واقع ہو جاتی ہے حضور شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ جن کی سعادت یہ ہے کہ بحالتِ بیداری بارگاہ نبوی میں حاضری نصیب ہے وہ حضور شیخ اکبر کو "سلطان العارفین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں حضور شیخ اکبر کے مقامِ اعلیٰ کو حضرت شیخ صفی الدین بن ابو المنصور، عارف باللہ محمد بن اسعد یافعی اور تمام ہی اجلۂ علماء اور اولیاء کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے نہایت ہی بلند مرتبہ القاب سے یاد کیا ہے۔

حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء" میں بہت تفصیل سے آپ کا ذکر کیا ہے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ نے ۶۳۸ھ میں انتقال کیا ہے۔

(ماخوذ از طبقات کبریٰ ذکر حضرت شیخ اکبر۔)

حضور سجادہ نشین دامت برکاتہم

نام ونسب حضور سیدنا شہزادۂ اسلام، عالی مقام، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔ اور حضور سیدنا شہزادۂ اسلام، عالی مقام، امام حسین شہید کربلا علیہ السلام کی زود اثر، نورانی نسبتوں سے آپ کا مقدس اور مقبول بارگاہ نام "محمد فصاحت حسن" ہے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ حسنی، حسینی انوار و برکات سے آپ کی ذات ستودہ صفات "اسم بامسمّٰی" ہے، آپ کی پوری صاف، ستھری نکھری زندگی اس بے غبار حقیقت پر دلیل ناطق ہے۔

مخدوم المشائخ، سند الاولیاء، محبوبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے القابِ طیبہ ہیں۔

عالی خانوادہ آپ کا قدسی مآب خانوادہ، آپ کے تمام آبائے کرام ہمیشہ سے دینداری، خدا ترسی، عفت و پارسائی عرفانِ الٰہی، رحمدلی مہمان نوازی، غریب پروری، زندہ دلی، سخاوتِ نفسی، بہادری، معاملہ فہمی، وضعداری، عفو و کرم، جود و نوال، بہتر اخلاق، تمام دینی علوم، تفسیر و حدیث، فقہ و تصوف میں بصیرت و کمال، سراپا حسن و جمال میں قابل رشک نمونہ تھے، اور آج بھی یہ تمام خوبیاں اسی آب و تاب سے ہر ہر فرد میں پائی جا رہی ہیں۔ اسی معدنِ فضل و تقویٰ کے گوہر یکدانہ، دُرِّ لاثانی حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم ہیں۔ جب مخدوم گرامی قبلہ مصباح میاں مدظلہ اور مخدوم گرامی قبلہ فرحت میاں مدظلہ اور عالی قدر جناب مولانا نورالحسن صاحب مدظلہ پیش امام جامع مسجد (بھینسوڑی شریف) عرف دڈا میاں سے ملاقات کرو تو بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی گھنے راحت بھرے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں سکون و چین اطمینان و قرار کی سانس لے رہے ہیں، جب ہم شاہزادوں مخدوم صباحت حسن، مخدوم بلاغت حسن، مخدوم مجتبیٰ حسن ابن مخدوم قبلہ مصباح میاں کے سراپا گلاب، معصوم، شاداب چہروں کو دیکھتے ہیں۔ تو قدرت کا کرشمۂ اعجاز دکھائی دیتا ہے کہ یا اللہ اس خانوادۂ نور میں ایسے ایسے لعلِ بدخشاں اور گوہر شب چراغ ہیں۔ ننھی، ننھی عمر ہی سے ولایت اور وجاہت کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔

جب بچپن کا یہ عالم ہے تو شباب کا عالم کیا ہوگا؟ بچہ بچہ اپنے بزرگوں کا آئینہ ہے۔ ہم ان شفاف آئینوں میں اپنے پیرومرشد اور حضور دادا میاں کو بلا تکلف دیکھ رہے ہیں۔ یہ نونہالان، دادا حضور کے شبیہ اور عکسِ جمیل ہیں۔ حدیث پاک ہے کہ

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ[1] بیٹا صفاتِ پدری کا مظہر ہوتا ہے۔

اس خاندان عالی کا ہر بچہ آفتاب ہے، بدر منیر ہے۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

تاریخ ولادت ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۵۵ء بروز جمعہ فجر کے وقت پانچ بجکر بارہ منٹ پر۔ اس روز طلوع آفتاب کا وقت پانچ بجکر ۴۲ منٹ تھا۔ بمقام بھینسوڑی شریف ضلع رام پور۔

رسم بسم اللہ بعمر چار سال، چار ماہ بدست والد مخدوم، راحت پاک علیہ الرحمۃ اور چھیلا خاں مرحوم، مغفور، ساکن بھینسوڑی شریف۔

تاریخ بیعت بعمر سولہ سال یکم شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء بعد نماز جمعہ بدرگاہ عنایتی، بدست والد مخدوم راحت پاک علیہ الرحمۃ۔

تاریخ سجادہ نشینی ۳ جمادی الآخری ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۷ جون ۱۹۷۵ء بروز سنیچر، بعد نماز ظہر، درگاہ دادا میاں علیہ الرحمۃ و الرضوان۔ لکھنؤ شریف، قدرے تفصیل آگے کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

تاریخ شادی ۲ مئی ۱۹۸۲ء بروز اتوار خاندانی روایات کے مطابق نہایت ہی شرعی طریق پر بھینسوڑی شریف سے بہیڑی[2]، شاہ گڑھ، ضلع بریلی شریف بارات پہونچی اور وہیں کے ایک مقتدر، سنی رضوی عالم نے نکاح پڑھایا۔ کثیر بارات اور نکاح خوانی میں موجود تھا۔ بنارس کے برادران طریقت صوفی محمد سعید فصاحتی صوفی منظور احمد فصاحتی، صوفی سلیمان محمد فصاحتی اور دیگر احباب طریقت بھی تھے، بھینسوڑی شریف کی مقتدر ہستیاں جناب صوفی مولانا قبلہ نورالحسن صاحب عرف ددا میاں، صوفی کدن میاں عنایتی کے علاوہ بھی کافی خوش نصیب تھے۔ لکھنؤ شریف کے جناب صوفی یعقوب صاحب ایڈوکیٹ عنایتی جناب صوفی غلام رسول صاحب

---

[1] المقاصد الحسنۃ للامام السخاوی رحمۃ الباری ص ۲۱۲

[2] سید مبشر علی، محلہ شیخو پورہ قصبہ بہیڑی ضلع بریلی شریف۔

راحتی، جناب صوفی عبدالغنی صاحب راحتی بجلی والے اور دیگر حضرات تھے۔

چونکہ حضور سرکار صاحب سجادہ کا خانوادہ مبارک بھی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا خانوادہ مبارک بھی صحیح النسل افغانی ہے اور یہ دونوں خانوادے عقیدہ وایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ نسل کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی لئے ان دونوں ستھرے خاندان میں اوپر سے آج تک شادی بیاہ کا سلسلہ جاری ہے۔

تاریخ مع اہلیہ مکرمہ ۹ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق
۱۷ اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعرات

آپ کا آبائی سلسلۂ بیعت وارشاد

آپ مرید وخلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ اپنے والد بزرگوار کے اور یہ مرید وخلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ اپنے والد مخدوم حضور شیخ الاولیاء خواجہ الحاج محمد عنایت حسن کے اور یہ مرید وخلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ حضور دادامیاں کے اور یہ مرید اور خلیفۂ اعظم ہیں۔ حضور سیدنا فخر العارفین مولانا شاہ عبدالحی (چاٹگام شریف بنگلہ دیش) کے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ سلسلۂ علیہ، قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ، جہانگیریہ، رضائیہ، عنایتیہ، راحتیہ، فصاحتیہ، ہے۔ اس خاندان میں یہ سلسلۂ جہانگیریہ حضور دادامیاں (لکھنؤ) سے چلا، حضور دادامیاں علیہ الرحمۃ کے آبائے کرام کے سلسلۂ بیعت وارشاد کی تفصیل یہ ہے۔

سلسلۂ بیعت وارشاد سے پہلے سلسلۂ نسب پڑھئے

حضور دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے والد گرامی ولی ربانی حضرت محمد الف خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کے والد بزرگوار عارف باللہ حضرت محمد جان خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے والد مخدوم واصلِ حق حضرت عبداللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ولایت افغانستان قصبہ شیخ جاناں ضلع پشاور سے ترکِ سکونت کرکے قصبہ بھنسوڑی

شریف ضلع رامپور یو پی میں آباد ہوئے۔ یہ لوگ شروع سے آج تک اپنی نسل کو خلط ملط ہونے نہیں دیتے۔ نسل کے تحفظ اور بقا کا بہت ہی خیال اور دھیان رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نسلِ طوبیٰ کا بچہ بچہ ایک شکل کا، ایک شباہت کا ایک طور و طریق اور وضع کا۔

ولی ربّانی الف خاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ! حضور سیدی، مرشدی، سرکار صاحب سجادۂ قبلہ فصاحت میاں دامت برکاتہم کے دادا کے دادا ہیں۔ آپ دادا حضور خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا ہیں۔ حضور شیخ الاولیاء خواجہ محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ اور قطب الاولیاء خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ حقیقی سگے بھائی ہیں۔

حضرت الف خاں رحمۃ اللہ علیہ مرید اور خلیفہ ہیں۔ حضرت عارف باللہ شاہ نواز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔ آپ کا مزار موضع گوگئی میر گنج ضلع بریلی ہے۔ حضرت الف خاں علیہ الرحمۃ کو اپنے پیر و مرشد سے خلافت و اجازت بھی حاصل تھی۔ دو بہت ہی خاص مرید ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت سید کرامت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باشندہ نگریا سادات۔ (۲) حضرت وارث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ باشندہ قصبہ بھینسوڑی شریف۔

یہ حقیقت بہت ہی قابل ذکر ہے کہ بستی کے، گھر کے معزّز سربراہ افراد اس خاندان کے پیرانِ طریقت سے مرید ہیں۔

یہ بات بھینسوڑی شریف میں صاف دیکھنے کو ملتی ہے کہ مسلم غیر مسلم سب اس خاندانِ عالی کے ایک ایک فرد، ایک ایک بچہ کا ادب و احترام اور محبت کرتے ہیں۔ یہ اللہ جل شانہٗ کی بہت ہی قابل رشک نعمت ہے۔ قرآن میں ہے کہ جو ایمان اور عمل صالح میں پکّے ہیں سچے ہیں۔ ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالدی جاتی ہے۔ آیت قرآنی یہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۞ ۱۶پ

سورۂ مریم

بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کر دیگا۔ یعنی اللہ جس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اس کو اپنے بندوں کا محبوب بنا دیتا ہے۔

خدائے وہاب نے اپنی اس عظیم نعمت سے اپنے بندۂ مقبول، حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم کو خوب، خوب نوازا ہے۔ اسی لئے تو اللہ والوں کی زبان اقدس پر آپ کا ایک لقب "محبوب مصطفےٰ"، ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس نعمتِ عظمیٰ کی مزید تفصیل آپ "میاں حضور" کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

وصال۔اولاد حضرت الف خاں علیہ الرحمۃ کے تین صاحبزادے ہیں۔

(۱) حضرت شاہ زماں خاں صاحب (۲) حضرت محمد زماں خاں صاحب (۳) حضرت مولانا محمد حسن رضا خاں صاحب، والد بزرگوار حضور دادا میاں (لکھنؤ) اور خواجہ عنایت میاں (بھینسوڑی شریف) اور دو صاحبزادیاں چھوڑ کر ۱۸۶۹ء کو اپنے رب کریم سے جا ملے۔ مزار پاک "بھینسوڑی شریف" ہے۔ ادبا بزرگان کرام کے لئے عموماً لفظ "وصال" اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ اس دنیا سے اپنے رب رحیم کے حضور میں پہونچ جاتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے۔

اَلْموتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ	موت ایک پل ہے جو حبیب کو
الحبیبَ اِلَی الحَبِیْبِ	حبیب تک پہونچا دیتا ہے۔

موت تو ہر مخلوق کے لئے یقینی ہے مگر اللہ والوں کے لئے موت آنی یقینی تو ضرور ہے مگر "آنی ہے اور فقط آنی ہے"۔

بس یہ جود و کرم ہے، حضور مالکِ کونین، حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ نُوْرٌ اللهِ

حضرت الف خاں رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ اور اس خانوادۂ کرم کے تمام ہی بزرگان کرام صاحب کرامت گذرے ہیں۔ اگر کرامتوں کا ذکر کروں گا تو اس کتاب کی ضخامت بہت ہی بڑھ جائے گی۔ ابتداء میں خیال تھا صرف چند اوراق کا۔ اب لکھتا جا رہا ہوں اور کتاب ضخیم ہوتی جا رہی ہے۔ اور ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ صدیقان طریقت کا اصرار ہے کہ کتاب جلد تیار ہو۔ چونکہ عوام کا خیال کرامتوں کی جانب بہت جاتا ہے۔ اس لئے حسب ذیل سطور "قارئین کتاب" کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ ایک ولی کامل کی بارگاہ میں ایک شخص کافی دنوں سے آتا جاتا رہا۔ ایک روز کبیدہ خاطر ہو کر ان کی "خانقاہ" سے نکل پڑا۔ راستہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوگئی۔ بزرگ نے کبیدگی، افسردگی

کی وجہ دریافت کی تو وہ شخص بولا کہ میں فلاں بزرگ کے پاس ایک مدت تک آیا گیا۔ میں ان سے مرید ہونا چاہتا تھا مگر میں نے ان کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ بزرگ نے فرمایا کہ "میاں" تم نے ان کی کوئی بات سنت کے خلاف پائی۔ کہا کہ نہیں! بزرگ نے فرمایا کہ "میاں" یہی کرامت تمام کرامتوں پر بھاری ہے۔ عوام کے ذہن میں کرامت صرف یہ ہے ہوا میں اڑنا۔ دریا پر چلنا۔ آن واحد میں مشرق سے مغرب پہونچ جانا۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب کرامتیں ہیں۔ اولیاء عظام کی کرامتیں برحق ہیں۔ کرامتوں کا منکر فاسق ہے۔ لیکن سب سے بڑی کرامت سنتِ مصطفےٰ میں ڈھل جانا ہے۔

صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ۔

میں اپنے پیر و مرشد، اپنے میاں میں یہ وصف یہ کرامت بدرجۂ اتم پاتا ہوں آج کل کے مریدین بس کرامت تلاش کرتے ہیں اور اپنا دنیوی مفاد۔

حضرت مولانا محمد حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت الف خاں رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ ہیں۔ اور حضور خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادا میاں اور حضور خواجہ محمد عنایت شاہ رحمۃ اللہ علیہما کے والد ماجد ــــــ آپ حضرت شاہ بلاقی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ شریف میں حضرت میاں محمد عاشق صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ حضرت مولانا محمد حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ صاحبِ مرتبہ اور صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادگان ہیں۔ (۱) حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادا میاں، (۲) حضرت خواجہ محمد عنایت حسن شاہ (۳) حضرت محمد علی حسن خاں صاحب (۴) حضرت محمد یوسف حسن خاں صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو چھوڑ کر مورخہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ کو وصال فرمایا۔ مزار پاک بھینسوڑی شریف ہے۔ آپ میرے میاں حضور کے پردادا ہیں۔

حرم محترم رحمۃ اللہ علیہا

یعنی حضرت مولانا محمد حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ مکرمہ اور حضور دادا میاں اور حضور خواجہ عنایت میاں رحمۃ اللہ علیہما کی والدہ ماجدہ اور حضور سرکار صاحب سجادہ کی پردادی، نماز، روزہ۔ اوراد۔ وظائف کی نہایت پابند۔ نہایت متقی، نہایت عبادت گذار۔ یہ خوبی اس خانوادۂ نور

کی تمام خاتونانِ حرم میں ہے۔ آپ حضرت سید محمد مشتاق رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کی مریدہ تھیں۔ آپ نے ۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ بعمر اسّی سال انتقال فرمایا بھینسوڑی شریف کی قبرستان میں آرام فرما ہیں۔

بھینسوڑی شریف کی زمین بھی کیسی خوش قسمت زمین ہے کہ اس کے محبت آفریں سینہ میں کیسے کیسے بلند پایہ اولیاء اللہ، اور مرتبۂ ولایت پر فائز اللہ والیاں مدفون ہیں۔ بھینسوڑی شریف ہی میں حضور سرکار صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم کی دادی صاحبہ، والدہ ماجدہ مدفون ہیں۔ ان مزارات عالیہ پر ہمہ وقت رحمت و نور فضل و کرم کی بارش ہورہی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہین اجمعین۔

کچھ دیکھا آپ نے! والد بھی، والدہ بھی، دادا بھی۔ دادی بھی، پردادا بھی پردادی بھی، لکڑ دادا بھی لکڑ دادی بھی۔ یہاں سے وہاں تک نور کی زنجیر، نور کا سلسلہ سب صاحبِ ولایت، سب صاحبِ کرامت اب ایسے گہوارۂ نور و رحمت میں جو تولد ہوگا، جو آنکھیں کھولے گا وہ میرا پیر ہوگا۔ میرا مرشد ہوگا۔ وہی اپنے بزرگوں کا وارث اور سجادہ نشین ہوگا۔ یعنی میرے میاں حضور آقائے نعمت سیدی مرشدی، مخدوم المشائخ، سند الاولیاء، محبوب مصطفےٰ الحاج خواجہ محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم، قادری چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری، رضائی، عنایتی راحتی، سجادہ نشین درگاہ دادامیاں (لکھنؤ) و درگاہ عنایتی، راحتی بھینسوڑی شریف۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّد نُوْرُ اللّٰه

بیعت و ارشاد کا ثبوت قرآن و حدیث سے

دیکھا آپ نے یہ سب کرشمۂ اعجاز ہے نسبتِ شیخ کا اللہ والوں سے جُڑ جانے کا۔ فرمانِ قرآنی میں دنیا دار دنیا میں بظاہر زندہ رہ کر بھی مردہ ہیں۔ اور اللہ والے موت کی لذت چکھ کر بھی زندہ ہیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً۔ پ۱۴ سورہ نحل

نیکو کار مومن مرد و عورت کو ہم ایک ستھری زندگی عطا کریں گے۔

تمام ہی مقتدر علماء جو اپنے وقت میں ہر علم وفن کے امام ہیں۔ مقتدیٰ ہیں۔
مگر اپنے علم وفن میں ایک بہت بڑی خامی محسوس کر رہے ہیں جس کو دور کرنے کے لئے
ان کو اللہ والوں کی چوکھٹ ہی پر آنا پڑا ہے، بے شمار ائمہ علم وفن کی مثالیں اور
واقعات آفتاب سے کہیں زیادہ روشن ہیں۔ اماموں کا امام، اپنے زمانہ کا مسلم
امام اعظم یعنی حضور سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا، دو سال مکمل
حضور سیدنا امام جعفر صادق علی جدہٖ وعلیہ السلام کی بارگاہ پُر نور میں حاضری
دیکر سلوک ومعارف کی نعمتِ بے بہا حاصل کی ہے۔ اور دریافت کئے جانے پر بولے
کہ میری پوری زندگی کے یہی دو سال سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔
علم میں وجاہت ہے تمکنت ہے۔ جلدی یہ کہیں جھکتا نہیں اور جب جھک جاتا ہے
تو سب سے زیادہ نکھر بھی جاتا ہے، ایسی مثالیں بھی بکثرت ہیں کہ علوم اسلامیہ میں
یکتائے روزگار ہیں علمی شان وشوکت ہے لیکن قدرت نے جھکایا ہے تو ایسے کے در
پر جو اُمّی ہے۔ اُمّی ہونا یہ بہت ہی اعلیٰ ترین صفت ہے۔ یہ بے مثال صفت صرف حضور
عالم ما کان و ما یکون، مالکِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اُمّی یعنی کسی مخلوق سے نہ
سیکھا نہ پڑھا ہو۔ مصطفیٰ نے اپنے رب سے سیکھا، رب نے اپنے مصطفیٰ کو
پڑھایا۔ بیچ میں کوئی حائل نہیں۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى	اللہ نے اپنے بندہ کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ (یہ وحی بلا واسطہ ہے)
پ ۲۷ سورۂ نجم	
اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ	رحمٰن نے قرآن سکھایا۔
سورۂ رحمٰن	
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى	ہم تم کو پڑھائیں گے کہ نہ بھولوگے۔
(سورۂ اعلیٰ پ ۳۰)	

اولیاء کرام صفات نبوی کے مظہر ہیں۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے فضل وکرم سے جس کو چاہا اس پر اپنی صفت امیّت کا پرتو ڈال دیا۔ اب یہ مدارس
کے اساتذہ اور معلمین سے نہیں۔ بلکہ براہ راست معلم کائنات، نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم
سے سیکھ رہے ہیں۔ نکھر رہے ہیں۔ ان خوش نصیب امی اولیاء کبار میں حضور سیدنا
شمس تبریز علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ جن کے قدموں میں مولانا روم علیہ الرحمہ کی علمی

دستار نظر آتی ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد

اُمّی ولی حضور سیدنا سیّد عبدالرزاق بانسوی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں علم و فضل کا بادشاہ، درسِ نظامی کا بانی، علامہ نظام الدین فرنگی محلی (لکھنؤ) علیہ الرحمۃ قدم بوس نظر آتے ہیں۔

ہیں اُمّی مگر اپنے دامن میں پورا مدرسہ سمیٹ کر بیٹھے ہیں۔

ان کی صحبت میں نکھرتا ہے بشر　　کام کرجاتی ہے ان کی ایک نظر
چھوڑ ان کو جو کتابیں ہیں حجاب　　قلب میں تحریر کر اُمّ الکتاب

مُرید کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ

ہے کوئی حد بے پیار و محبت کی ؟

مرید کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ۔

خدائے رؤف الرحیم فرما رہا ہے کہ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ
اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ
یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ
پ۲۶ سورہ فتح

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

رسول کا کام خدا کا کام۔ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت۔ جلّ شانہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابۂ عظام رضوان اللہ علیہم سے حسب موقع متعدد کاموں کے لئے بیعت لی ہے۔ مثلاً استقامتِ ایمان پر۔ جہاد پر۔ حسن سلوک پر، برائیوں سے بچنے اور نیک کام کرنے پر۔

حدیث پاک ہے کہ۔

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ
بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ایمان کو برابر کلمہ طیبہ سے تازہ کرو۔

شیخ طریقت ان ہی تمام امور بالا پر تو بیعت لیتا ہے اور ربّ العالمین بجد پیار فرماتا ہے۔ یہ اردو کا بھی محاورہ ہے کہ فلاں کے ہاتھ پر فلاں کا ہاتھ ہے۔ گوشت، پوست مراد نہیں ہے۔ بلکہ مدد اور سایۂ کرم مراد ہے۔ خدا کا ہاتھ ہے۔ یعنی اللہ ربّ العزت کا فضل و کرم ہے۔

لفظ مسترشد اور مرید کی لغوی، صوفیانہ تشریح

مسترشد ہی کو مرید بھی کہتے ہیں۔ لفظ مسترشد، استرشاد سے ہے۔ یعنی قبولِ حق کی، رشد و ہدایت کی طلب ہو۔ جستجو ہو۔ تڑپ اور وارفتگی ہو۔ اگر یہ خوبی نہیں ہے تو شیخ کتنا ہی بڑا کامل ہو، فیض ہو سکتا نہیں۔ مرید لفظ ارادت سے ہے۔ سلبِ خاصیت کا لحاظ کرکے معنی یہ ہوگا کہ، اپنا خود کوئی ارادہ نہیں۔ اب اپنی کوئی خواہش نہیں۔ سب مرضی پیر کی۔

میرے حق میں جو ہو مرضی، میں ہوں راضی با رضا
مرضی مولیٰ ہمہ اَولیٰ رضینا بالقضاء ــــ!

یہ تو عربیّت کے لحاظ سے ایک لغوی، تحقیقی تشریح تھی۔ بالکل یہی معنی شریعت و طریقت کے مسلّم امام۔ شیخ الشیوخ، حضور سیّدنا، مرشدنا شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب "عوارف المعارف" میں فرمایا ہے کہ۔

دخولہ فی حکم الشیخ دخولہ فی حکم اللہ ورسولہ واحیاء سنۃ المبایعۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ کے زیر حکم ہونا، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ حکم ہونا ہے اور بیعت نبوی کی سنت کو زندہ کرنا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ

ولا یکون ھذا الا لمرید، حصر نفسہ مع الشیخ وانسلخ من ارادۃ نفسہ وفنی فی الشیخ بترک اختیار نفسہ

یہ بیعت اسی مرید کے لئے ہوتی ہے جس نے اپنی جان کو پیر کی قید میں کر دیا اور اپنے ارادہ سے بالکل باہر آگیا اور اپنے نفس کا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا۔

سلسلۂ سہروردیہ کے امام نے "فنا فی الشیخ" کی کتنی واضح شرح فرمادی۔ ایسی ہی خوبی کو صوفیۂ عظام اپنی عارفانہ اصطلاح میں "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں ــــ حقیقت یہ ہے کہ۔

شیخ سے سچی عقیدت چاہیئے مختصر یہ ہے محبت چاہیئے

وہ عقیدت ساتھ چھوڑے گی کہیں | جس کے سینہ میں فدا کاری نہیں
فیضِ باطن اس سے حاصل کیجئے | باطنی نسبت بھی اس سے لیجئے

حضور شیخ الشیوخ، شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرّہٗ خود اپنے سلسلۂ سہروردیہ کے امام بھی ہیں اور سلسلۂ قادریہ میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ مجاز بھی ہیں۔ "عوارف المعارف" سلوک و معارف پر بہت ہی ایمان افروز کتاب ہے۔ تمام بزرگانِ عظام کو بے حد پسند رہی ہے۔

حضور سیدنا بابا فرید گنج شکر رضی اللہ عنہ کو بے انتہا محبوب تھی۔ ہمارے یہاں سہروردیہ نسبت، اور ایک راہ سے قادریہ نسبت حضور شیخ الشیوخ قدس سرّہٗ سے آئی ہے۔ ہمارے یہاں قادریہ رزاقیہ کی بھی نسبت ہے۔ کہاں سے اور کیسے کیسے ہمارے یہاں بزرگوں کی نسبتیں آئی ہیں۔ اگلے صفحات میں مطالعہ فرمائیں۔

صحبت اور برزخ شیخ

حق یہ ہے کہ صالح صحبت ہی اصل ہے۔ اسی جوہر لطیف سے تمام فیوض و برکات نصیب ہوتے ہیں۔ نیک صحبت ہی سے عالم میں وہ صالح انقلاب رونما ہوا ہے، جس کا جواب نہیں۔ بدکار اسی راہ سے نیکوکار ہوئے۔

نہ پوچھو صوفیوں نے دینِ حق کی کتنی خدمت کی۔

حضرات! انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد وہ کون سی ایسی خوبی ہے جو صحابۂ اخیار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نہیں ہے؟ ہر طرح سے سب خوبی سب کمال ان میں ہے۔ مگر ان کو کسی اور وصف سے نہیں پکارا جاتا ہے۔ یہ تاثیر صحبت ہی کا فیض ہے کہ ان کو "صحبت نبوی" کی بنیاد پر "صحابۂ عظام" ہی کے باعظمت نام سے بہت ہی ادب کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں کہ۔ درویشوں کی صحبت ہی کیمیا ہے۔

الفاظ یہ ہیں۔ "کیمیائیست در صحبتِ درویشاں است"

صحبتِ مرداں اگر یک ساعت است
بہتر از صد چلّہ و صد طاعت است (عارف رومی علیہ الرحمہ)

اگر مردانِ حق کی صحبت ایک ساعت مل جائے تو یہ صحبت سو چلّوں اور عبادتوں سے بہتر ہے۔

چوں شوی دور از حضورِ اولیاء | در حقیقت گشتہ دور از خدا

جب تو اولیاء کی بارگاہ سے دور ہوتا ہے تو حقیقتاً تو خدا سے دور ہوتا ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی کتاب "قول الجمیل" صٓ میں لکھتے ہیں کہ۔

"فاذا صحبہٗ خلّیٰ نفسہ عن کلّ شیٔ الّا المحبّۃ وینتظر لما یفیض عنہ" ــــ اس عربی عبارت کا ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ "فتاویٰ رضویہ ص ۵۴۶/۳ میں لکھتے ہیں کہ

جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو۔

جب پیر بظاہر سامنے نہ ہو تو مرید اپنے شیخ کا تصور کیسے کرے، اور پیر کی صورت سے مرید کو فائدہ کیا پہونچے گا؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

واذا غاب الشیخ عنہ یخیّل صورتہ بین عنیہ بوصف المحبّۃ والتعظیم فتفید صورتہٗ ما تفید صحبتہٗ	جب مرشد موجود نہ ہو تو مرید اپنے پیر کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرے، محبت و تعظیم کے ساتھ تو اس کی صورت سے وہی فائدہ ہوگا۔ جو اس کی صحبت سے ہوتا ہے۔
قول الجمیل صٓ	فتاویٰ رضویہ شریف ص ۵۴۶/۳

یہی ہے برزخِ شیخ، یہی ہے رابطۂ شیخ۔ یعنی پوری عقیدت و محبت اور تعظیم کے ساتھ مرشد سے بندھ جانا۔

اسی "قول الجمیل"، ص ۵۹ میں ہے کہ

قالوا والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علیٰ وصف المحبۃ والتعظیم وملاخطۃ صورتہٗ	چشتی مشائخ نے فرمایا کہ خدا تک پہونچنے کا سب سے بڑا ذریعہ پیر سے محبت و تعظیم کے ساتھ قلبی لگاؤ۔ نیز پیر کی صورت کو ملاخطہ کرنا ہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے بلند مرتبہ بزرگ، امام ربّانی، مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

ہیچ طریقے بوصول
از طریق رابطہ نیست

اللہ تک پہونچنے کے لئے رابطۂ شیخ سے بڑھ کر نزدیک راستہ کوئی بھی نہیں

آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

ذکر بے رابطہ موصل
نیست و رابطہ بے ذکر
موصل است۔

رابطۂ شیخ کے بغیر ذکر خدا تک پہونچانے والا نہیں ہے۔ ہاں ذکر کے بغیر رابطۂ شیخ خدا تک پہونچانے والا ہے۔

برزخ شیخ، رابطۂ شیخ کا ثبوت قرآن پاک سے ہے، حدیث شریف سے ہے۔ اس عنوان پر مزید وضاحت میری کتاب "شاہِ رضا" میں ملاحظہ فرمائیں ۔ برزخ شیخ کے موضوع پر، حضور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب "الیاقوتۃ الواسطۃ" شاہکار، لاجواب کتاب ہے۔

ممکن ہے کہ قارئین یہ محسوس کر رہے ہوں کہ میں کتاب "حیات طیبہ" کے اصل عنوان سے کچھ آگے بڑھ گیا ہوں۔ ایسا نہیں! یہ تمام گوشے بھی اس کتاب کے جلی عنوان ہیں۔ اور ہر ایک کا تعلق حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم سے ہے۔ اچھا لو اور اب پڑھو۔

سجّادہ نشینی کا مختصر واقعہ

پیر کے مریدین، ہزاروں بھی ہو سکتے ہیں۔ اور لاکھوں لاکھ بھی بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔ خلفاء کی تعداد بھی زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر سجّادہ نشین صرف ایک ہی ہوگا۔ سجادہ نشین ہی متولی اور فرمارروا ہوگا۔ اسی کے حکم سے تمام امور انجام پذیر ہوں گے اور ایک سے زیادہ سجادہ نشین ہو گئے تو پورا نظام معطل ہو کر رہ جائیگا ہمیشہ سے یہی دستور قدیم رہا ہے کہ سجّادہ نشین ایک ہی ہوتا ہے بصورت دیگر تمام امور تہس نہس ہو جائیں گے۔ فرمارروائی صرف ایک ہی کی ہوگی سجادہ نشین اپنے جس پیر کا سجادہ نشین ہے اس پیر کے تمام خلفاء اور مریدین

سجادہ نشین ہی کے زیر حکم ہوں گے۔ سجادہ نشین کا حکم سب پر نافذ ہوگا حضور سیدی، مرشدی آقائے نعمت، مخدوم المشائخ، سند الاولیاء محبوب مصطفیٰ خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم سجادہ نشین ہیں۔ اپنے والد مخدوم خواجہ راحت پاک کے اور یہ سجادہ نشین ہیں اپنے والد مخدوم خواجہ عنایت حسن کے اور یہ سجادہ نشین ہیں اپنے حقیقی برادر بزرگ حضور دادا میاں خواجہ محمد نبی رضا کے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۳، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ مطابق ۷، جون ۱۹۷۵ء بروز سنیچر بعد نماز ظہر حضرت راحت پاک درگاہ حضور دادا میاں (لکھنؤ) حاضر ہوئے پورے شہر لکھنؤ میں بجلی کی طرح یہ خبر پھیل گئی کہ حضور راحت پاک نے غسلِ صحت فرمایا ہے، ہر طرف سے عقیدتمندان، مریدان پوری وارفتگی کے ساتھ جوق در جوق حضور دادا میاں کی درگاہ شریف میں حاضر ہونے لگے۔ حضرت سید صوفی منصور الحسن شاہ صاحب حسنی نے جوڑا پیش کیا۔ بعد نماز مغرب جناب ایڈوکیٹ صوفی یعقوب علی شاہ صاحب عنایتی (لکھنؤ) (۲) جناب صوفی بشیر اللہ شاہ عنایتی (لکھنؤ) (۳) جناب صوفی رجب علی شاہ عنایتی خادم درگاہ دادا میاں (لکھنؤ) (۴) جناب صوفی سید منصور الحسن شاہ حسنی (بمبئی) (۵) جناب صوفی غلام رسول شاہ صاحب راحتی خادم درگاہ دادا میاں (لکھنؤ) (۶) جناب صوفی فضل احمد صاحب راحتی (لکھنؤ) (۷) جناب صوفی عبد الغنی صاحب راحتی بجلی خادم درگاہ دادا میاں (لکھنو) (۸) جناب صوفی ننھے میاں راحتی (۹) جناب صوفی امیر اللہ میاں راحتی (۱۰) جناب صوفی عطاء اللہ میاں جہانگیری بشیری (۱۱) جناب صوفی عبد الرزاق میاں راحتی (۱۲) جناب صوفی محمد عمر میاں راحتی (۱۳) جناب صوفی انّے میاں راحتی اور دیگر خلفاء و مریدین اور کافی حاضرین وزائرین درگاہ دادا میاں علیہ الرحمۃ کے روبرو، بھری محفل میں

حضور راحت پاک نے ارشاد فرمایا کہ حضور خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادامیاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے سجادہ نشینی کا جو سلسلہ مجھ تک آیا ہے میں اس سلسلۂ پاک کا "فصاحت میاں" کو سجادہ نشین بنانا چاہتا ہوں۔

اس ارشادِ راحتی پر سب خلفاء اور مریدین۔ حاضرین و زائرین ایک زبان ایک دل ہو کر بول اٹھے کہ حضور! یہ تو ہم لوگوں کے دل کی آواز اور آرزو تھی۔ جس کو آج آپ نے پوری فرمادی۔ حضرت خواجہ راحت پاک نے جناب صوفی یعقوب علی صاحب عنایتی (ایڈوکیٹ لکھنؤ) کو ایک وثیقہ نامہ مرتب کرنے کا حکم فرمایا، جب وثیقہ تحریر ہو گیا اور اس پر خود حضور خواجہ راحت پاک نے دستخط کیا۔ اور اوپر جن خلفاء اور مریدین کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب نے اس وثیقہ نامہ پر دستخط کیا اور پورے بھرے مجمع میں پڑھ کر سنا دیا گیا کہ آج کی تاریخ سے سجادہ نشین "فصاحت میاں" ہیں۔

رسمِ دستار بندی

حضرت خواجہ راحت پاک نے "صوفی رجب علی عنایتی خادم درگاہ دادامیاں کو حکم فرمایا کہ مزارِ پاک سے چادر شریف لاؤ۔ خواجہ راحت پاک نے مذکورہ بالا تمام خلفاء اور مریدین و حاضرین اور زائرین کی موجودگی میں حضرت قبلہ فصاحت میاں" دامت برکاتہم کو جہانگیری، رضائی تاج پہنایا اور سبز چادر شریف سے "سجادہ نشینی" کی دستار بندی کی۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہونے لگی۔ ایک بہت ہی روح پرور۔ سہانا اور حسین منظر تھا، مارے خوشی کے سب پھولے نہیں سما رہے ہیں۔ کیف و سرور میں سب جھوم رہے ہیں۔ تہنیتوں۔ مبارکبادیوں کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

حضور سیدنا قطب الاولیاء، خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ (لکھنؤ) نسبی اور روحانی پھر دونوں طریق سے حضور سیّدی مرشدی

مخدوم المشائخ، سند الاولیاء، محبوبِ مصطفٰے خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم کے دادا بزرگوار ہیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد نُوْرًا مِّنْ اللّٰہ

اب سرکار صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم اپنے بزرگوں کے خلفاء اور مریدین کے ساتھ بحیثیت سجادہ نشین حضور دادا میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضر ہو رہے ہیں۔ اور بے شمار فیوض و تجلیات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ پس یہ خداداد صلاحیت ہے کہ سجادہ نشینی کے اس دورِ زریں سے لیکر آج تک جس جود و نوال۔ حُسن و کمال کے ساتھ سجادہ نشینی کا حق ادا کر رہے ہیں بس یہ صرف آپ کا حصہ ہے خدا اور رسول پر بھروسہ، استقلال مزاجی، صبر و تحمل۔ اخلاق و تواضع، کشادہ دلی حسنِ انتظامی، قابل تقلید نمونہ ہے۔ مؤلف کتاب" ابو المحمود محمد مظہری فصاحتی ایسے ہی اس بارگاہ "فصاحتی" کا اسیر نہیں ہوا ہے۔ میرے "میاں" میں ایسی بے مثال خوبیاں ہیں کہ اللہ سعادت بخشے تو ایک مظہری کیا؟ بیشمار مظہری وارفتہ وار اس چوکھٹ پر کھینچ کر آجائیں گے۔ "فصاحتی" نسبت تو ظاہر ہے" مظہری" نسبت یہ ہے۔ بنارس کا سب سے قدیم سُنّی مدرسہ "جامعہ مظہر العلوم" میرا مادرِ علمی ہے۔ اسی مدرسہ میں قاعدہ بغدادی سے لیکر بخاری شریف تک نیز فاضلِ دینیات، فاضل ادب الہ آباد یوپی کی تکمیل کی۔ اسی مظہر العلوم کی نسبت سے میں "مظہری" ہوں۔ دستارِ فضیلت بھی اسی مدرسہ مظہر العلوم سے ہوئی۔ جامعہ مظہر العلوم میں پورے نصاب نظامیہ عالیہ کی تکمیل کے بعد علمی دنیا کی سب سے بڑی شخصیت وارثِ علوم اعلیٰ حضرت ملک العلماء والاولیاء علامہ امام ظفر الدین فاضل بہاری (پٹنہ) رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ڈھائی سال زانوئے تلمذ تہ کر کے

تفسیر، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ عربی انشاء اور معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ مگر اس بارگاہِ فصاحتی میں اگر دل و زبان بول اٹھے کہ ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

عارفِ ربانی حضرت امام جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدرسہ کا علم، علم قال ہے اور خانقاہوں کا علم، علم حال ہے۔ اگر علم حال کو علم قال پر برتری اور فوقیت نہ ہوتی تو بخارا کا سردار۔ بلند مرتبہ عالم و شیخ، حضرت علی رامیتنی قدس سرہٗ حضور سید الطائفہ سرکار جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے پیر بھائی حضور سیدنا خیر نساج (کپڑا بننے والے) رضی اللہ عنہ کے غلام نہ ہوتے۔

گر نہ علم حال فوقِ قال بودے کے شد
بندۂ اعیان بخارا خواجہ نساج را

اگر علم حال، علم قال پر فوقیت نہ رکھتا تو یہ کیسے ہوتا کہ بخارا کے سردار بلند پایہ عالم و شیخ، حضور خیر نساج کے غلام ہوتے، رضی اللہ عنہما۔ بزرگوں کی بارگاہوں میں، خانقاہوں میں۔ ایمان و روح کا جِلا ہے۔ لذت ہے۔ رذئیدگی ہے، بالیدگی ہے، کیف ہے، سرور ہے۔ شرعی علوم یہیں نکھرتے اور سنورتے ہیں۔

علوم شرعیہ تفسیر و حدیث فقہ وغیرہ ضروری ہیں اور نہایت ہی ضروری ہیں۔ مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی خانقاہوں میں ان تمام علوم کی کتابوں کا باضابطہ درس ہوتا تھا۔ بالکل اسی طرح مدارس میں تصوف، سلوک و معارف کی کتابیں باقاعدہ پڑھائی جاتی تھیں۔ آج بھی عالیہ، نظامیہ نصاب میں تصوف کی کتابیں درج ہیں۔ مگر پڑھائی نہیں جاتی ہیں۔ ایسے

ہی خانقاہوں میں فقہ کی معلومات نہیں کرائی جاتی۔ فقہ خود سراپا تصوف ہے۔ فقہ صرف شرعی مسائل جان لینے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ عمل وعقیدہ کے اعتبار سے رنگ جانے کا نام فقہ ہے۔ شریعت کے منشاء کو پورا کرنے کا نام طریقت ہے اور یہ نعمت درویش کامل ہی کی صحبت سے نصیب ہوگی

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ؎

الفقہاء المراد بھم العالمون باحکام اللہ تعالیٰ اعتقاداً وعملاً ۔ ردّ المحتار ص ۳۳ ج ۱

فقہاء سے مراد وہی لوگ ہیں جو اللہ کے حکموں کا علم بھی رکھتے ہیں اور اعتقاد کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان ہی فقہائے کرام میں ہیں۔ ان کی کتاب میں جا بجا سلوک ومعارف کے اہم مسائل ملتے ہیں۔ تمام ہی فقہائے متقدّمین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ صوفی، عارف باللہ۔ ولی کامل ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

درگاہوں کی حاضری اور سلسلہ کی اشاعت

سجادہ نشینی کے بعد آپ اپنے وطن مالوف "بھینسوڑی شریف" پہونچ کر سب سے اول حاضری درگاہ عنایتی میں دی۔

پہلا سفر اجمیر مقدّس کا سجادہ نشینی کے بعد اس بارگاہ قدس میں پہلی حاضری ہو رہی ہے جو بالیقین خواجۂ ربّانی ہے۔ ہندوستان کا اکیلا تاجدار ہے، ہند کے تمام علماء ربّانین، اولیاء وصالحین کا قطبِ اعظم ہے۔ عطاءِ رسول ہے۔ ہر اچھے اور برے کا، مسلم، غیر مسلم کا، شاہانِ ہند کا شہنشاہ اور غریب نواز ہے۔ اس در پر جو بھی

آتا ہے وہ غریب بھی ہے، فقیر ہی ہے۔ اگرچہ وہ اپنے وقت کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو؟ جن کو بلا تفریق و تقسیم سب ہی نہایت ہی عقیدت و محبت اور علم و یقین کے ساتھ حضور سیدنا خواجۂ خواجگان شیخ معین الدّین چشتی حسنی، حسینی اجمیری کہتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنّا۔ اس بابرکت سفر میں جناب صوفی کُدّن میاں عنایتی اور ان کے بھتیجہ چھوٹے میاں بھینسوڑی شریف والے، اور صوفی عنایت رسول صاحب فصاحتی اجمیری ساتھ تھے اس مبارک سفر کی مختصر روئداد یہ ہے۔

یکم رجب المرجب ۱۳۹۵ھ کو "بھینسوڑی شریف" سے دلّی۔ قیام حضور سیدنا شاہ فرہاد رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں کیا۔ خادم درگاہ جناب صوفی عبدالخالق صاحب آغائی نے مسجد کا حجرہ دیا۔ حضور سیدنا شاہ فرہاد قدس سرہٗ کا مزار پاک دلّی میں انوار و تجلیات کا مخزن ہے۔ آپ نے ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۱۳۵ھ کو انتقال فرمایا ہے۔ ہمارے یہاں ابوالعلائی نسبت حضرت سیدنا شاہ فرہاد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آئی ہے۔

شجرہ شریف یوں ہے، حضور سیدنا مخدوم منعم پاکباز رضی اللہ عنہ کے پیر و مرشد حضور سیدنا میر اسد اللہ رضی اللہ عنہ، حضور میر اسد اللہ کے پیر و مرشد حضور سیدنا شاہ فرہاد رضی اللہ عنہ اور شاہ فرہاد کے پیر و مرشد حضور سیدنا میر سید شاہ دوست محمد رضی اللہ عنہ اور سید شاہ دوست محمد کے پیر و مرشد حضور سیدنا شاہ سید امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ۔

یہ سلسلہ نقشبندیہ، ابوالعلائیہ، صدیقیہ ہے، جو حضور سیّدنا امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہونچ کر درجہ بدرجہ بواسطہ حضور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ اور ایک سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ، علیہّ ہے۔

جو امامِ سلسلۂ نقشبندیہ خواجہ سیدنا بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہوا حضور سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہونچ کر زینہ بزینہ حضور مولا علی کرم اللہ وجہہ تک پہونچا ہے۔ اسی نسبت سے یہ سلسلۂ پاک علیہؒ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ ہے۔ حضور سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام "مجمع البحرین ہیں"۔ علوی اور صدیقی دونوں نسبتوں کے آپ نورانی، عرفانی سنگم ہیں۔ روحانی نسبت کے علاوہ پدری نسب کے لحاظ سے حضور مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے دادا ہیں۔ اور مادری نسب کے اعتبار سے حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نانا ہیں۔ آپ صرف مرتضوی اور صدیقی، روحانی نسبتوں ہی کے "مجمع البحرین" نہیں ہیں بلکہ خون کے رشتہ سے بھی آپ مجمع البحرین ہیں۔ آپ حضور سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضور سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے پیرومرشد بھی ہیں۔

مجھے یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ ہمارے یہاں پیران سلاسل سے جو نسبتیں آئی ہیں ان میں عظیم ترین، مرکزی شخصیت حضور سیدنا خواجہ مخدوم منعم پاکباز رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ جامع السلاسل ہیں۔ تمام سلسلے قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ، سہروردیہ، خضریہؒ، مداریہ، طیفوریہ، فردوسیہ آپ کی ذات انور تک پہونچتے ہیں اور آپ ہی کے فیض وکرم سے یہ تمام نسبتیں درجہ بدرجہ ہم تک آئی ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے کہ حضور سیدنا، مرشدنا، قطب الاولیاء خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے کو "منعمی" لکھتے تھے۔ توفیق ایزدی شامل رہی تو حصہ دوم میں "تذکرہ مشائخ سلسلہ" کے زیرِ عنوان سلسلوں کی مزید وضاحت کی جائے گی۔ انشاءاللہ۔

دلّی میں درگاہوں کی حاضری

کوئی شک نہیں کہ "دلی" کی سرزمین بہت ہی زرخیز ہے۔ بیشمار علماء ربّانین اولیاءِ کبار کا مرکز ہے۔ حضور سید، مرشدی، سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم نے حضور سیدنا بابا قطب الدین بختیار کاکی، حضور سیدنا محبوب الٰہی، حضور سیدنا امیر خسرو، حضور سیدنا نصیر الدین چراغ دہلی حضور سیدنا شیخ شیوخ الہند امام عبدالحق محدث دہلوی، حضور سیدنا باقی باللہ۔ حضرت مولانا شاہ کلیم اللہ کوڑہ جہان آبادی، حضرت مولانا منشی عبدالقدیر صاحب مرید وخلیفہ حضور فخر العارفین مولانا شاہ سید عبدالحیٔ (چاٹگام شریف، بنگلہ دیش)۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ "دہلی" میں حضور دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پیر مرشد حضور فخر العارفین شاہ سید عبدالحیٔ قدس سرہٗ ساتھ تھے۔ کہ حضور دادا میاں نے اپنے پیرو مرشد سے تمنا ظاہر کی کہ دہلی ہندوستان کا مرکز ہے۔ میری تمنا ہے کہ یہاں ہمارے پیرو مرشد مدظلہ العالی کا کوئی خلیفہ رہے۔ خدا نے انکی تمنّا اور دعا قبول کی، دادامیاں کے انتقال کے بعد منشی مولانا عبدالقدیر صاحب کو خلافت ملی۔ حضور فخر العارفین نے منشی مولانا عبدالقدیر صاحب سے فرمایا کہ دہلی جاتے ہوئے لکھنؤ ٹھہرنا اور خواجہ محمد نبی رضا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جانا اور فاتحہ پڑھنا۔ انھیں تمنا تھی کہ دہلی جو ہندوستان کا مرکز ہے ہمارے پیرو مرشد مدظلہ العالی کا خلیفہ وہاں رہنا چاہیے۔ ان کی یہ دعا اور تمنا ان کے انتقال کے بعد خدا نے پوری کی۔ سیرت فخر العارفین ص ۱۵۷/۲

"میاں حضور" اور دیگر علماء کبار، اولیاءِ عظام رضی اللہ عنہم کی درگاہوں اور متبرک مقامات کی زیارت کی۔ ان تمام بزرگان کرام

کا بے حد فیضان وکرم رہا کہ دو دنوں کی مختصر مدت میں بڑی وارفتگی اور حسن عقیدت کے ساتھ کافی بندگانِ خدا مرید ہوئے یہ تو بسلسلۂ اشاعت وزیارت آپ کا پہلا سفر تھا۔ جب پہلے ہی سفر میں رضاء وعنایت رحمت وراحت کی یہ بارش تھی تو دیگر اسفار کی برکتوں کا عالم کیا ہوگا؟ اب تو یہ آپ کی سجادہ نشینی کا پچیسواں سال ہے۔ مریدین کی تعداد روزافزوں بڑھتی ہی جارہی ہے اور برابر بڑھتی ہی جائے گی۔ انشاءاللہ" میاں حضور" کے خلفاء مجاز بھی اشاعتِ سلسلہ کا کام خوب کررہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے کہ جہاں سلسلۂ پاک سے متوسلین اور وابستگان نہ ہوں ہرجگہ ملیں گے۔ حضور دادا میاں علیہ الرحمۃ سلوک و معارف ولایت وکرم کے ایسے نخل طوبیٰ ہیں کہ جس کی شاداب شاخیں ہر طرف پھیلی ہیں۔

دہلی سے اجمیر شریف کیلئے روانگی

۳ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ کو دہلی شریف سے روانہ ہوکر ۴ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ کو مقصودِ سفر" اجمیر معلی" پہونچے اور امام باڑہ کے پاس صوفی عنایت رسول فصاحتی کے گھر قیام کیا، خواجۂ ربانی، سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اپنے روحانی فرزند ارجمند (میرے حضور) کو بے انتہا نوازا۔ سلسلۂ چشتیہ، بہشتیہ کا کام خوب، خوب کرایا۔ کرارہے ہیں اور کراتے رہیں گے، یہ عطاء رسول خواجۂ اجمیری کا ابرِکرم ہے، برسا ہے تو برستا ہی رہے گا۔ اور ہم وابستگان سلسلۂ چشتیہ اپنے پیرومرشد کے وسیلہ سے بارشِ رحمت میں نہارہے ہیں۔ نہاتے رہیں گے، انشاءاللہ یہ عرفانی حقیقت کبھی نہ بھولیں کہ کوئی نعمت کسی بزرگ سے، کسی درگاہ سے نصیب ہوئی ہو تو اس کو اپنے پیر ہی کا فیض وکرم یقین کرے، حضور سیدنا

شیخ محقق، امام عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اولیاء کرام رضوان علیہم کے حالات مبارکہ میں بہت ہی تحقیقی، معیاری ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام ہے "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" کتاب کے آخر میں حضور شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے مکاتب اور رسائل ہیں۔ اسی کے صـ ۳۲۷ میں ہے کہ

فمن این یحصل لہ	کہیں سے بھی کوئی فائدہ حاصل
الفائدۃ ثم یری انہ من	ہوا ہے اس کو اپنے شیخ ہی کی
شیخہ۔	جانب سے مانے۔

یہ بہت بڑی احسان فراموشی اور انسانیت سوزی ہے کہ اپنے پیر و مرشد کا احسان مند نہ ہو کر اس بزرگ کا ڈائرکٹ مرہون منت ہو گیا اگر پیر نے توجہ نہ فرمائی ہوتی تو ان بزرگ کی بھی تم پر کوئی توجہ نہ ہوتی اسی بنیاد پر تمام اہل سلوک و معارف نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ۔ پیر ایک ہی ہوگا تعلیم اور نسبت کئی بزرگوں سے حسبِ ضرورت لی جاسکتی ہے۔ آپ جگہ جگہ اس کتاب میں اور تصوف کی دوسری کتابوں میں "نسبت" کے بارے میں جو پڑھتے ہیں کہ یہ نسبت فلاں بزرگ سے آئی ہے۔ اور یہ نسبت دوسرے فلاں صاحبِ نسبت سے آئی ہے اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ تمام بزرگانِ کرام معلم ہیں مُزکّی ہیں اور ان سے نسبتوں کا جو فیض حاصل ہو رہا ہے درحقیقت اول ہی کا ہے جس کے ہاتھ پر پہلے ہی مرید ہوئے ہیں۔

حضور شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ | محبوب الٰہی کی بارگاہ میں قلندر نے اپنے ہی پیر کا احسان مانا

علیہ کے ارشاد مبارک کی روشنی میں اب پڑھو، تین قلندر نظام الحق والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا، خدام کو لانے کا حکم فرمایا، خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا،

ان میں سے ایک نے کھانا اٹھا کر پھینک دیا۔ اور کہا اچھا کھانا لاؤ، حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا، خدّام سے اچھا کھانا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم پہلے سے اچھا لایا۔ انھوں نے پھر پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا، اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا۔ جو تم نے راستہ میں کھایا۔ یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا۔ راہ میں تین فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جسمیں کیڑے پڑ گئے تھے۔ ملا تھا اس کا گوشت کھا کر آئے تھے۔ قلندر حضور کے قدموں پر گرا، حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرما دیا، اس وقت وہ وجد میں رقص کرنا اور یہ کہتا تھا کہ میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی۔ حاضرین نے کہا، بے وقوف جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت کا عطا کیا ہوا ہے، یہاں تک تو بالکل خالی آیا تھا، کہا بے وقوف تم ہو۔ اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے، یہ اسی نظر کا ذریعہ ہے، اس پر حضرت (محبوب الٰہی قدس سرہٗ) نے کہا یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا۔ بھائیو! مرید ہونا اس سے سیکھو۔

الملفوظ حصہ اول صـ۱۳ از اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔ اسی لئے پیرو مرشد کو "آقائے نعمت" کہا جاتا ہے۔

مؤلفِ کتاب "ابوالمحمود محمد منظہری فصاحتی" کسی در سے کبھی منسلک ہوا ہی نہیں۔ بیوند کاری سے محفوظ رہا۔ بس ایک در بڑی مضبوطی کے ساتھ تھام کر پوری طرح سے مطمئن ہو گیا۔ "یک در گیر محکم گیر"

میں نے دستِ فیض تھاما "فصاحت پیا" کا فصاحت پیا نے اپنے پیا کا درجہ بدرجہ، زینہ بزینہ امام حسنین کریمین، سعیدین شہیدین علیہما السلام کا اور مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جگر پاروں نے اپنے والدِ اقدس

حضور مولائے کائنات، مشکل کشا، علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا۔ یہاں سے وہاں تک، وہاں سے یہاں تک نور کی ایک سلک مسلسل ہے نور کی زنجیر مکمل ہے۔ قطبیت، غوثیت ابدالیت، ہر ولایت ہر کرامت کے باب کرم ہیں۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ ولایت کی جتنی نسبتیں ہیں سب کے منبع، سب کے معدن سب کے ملجا، سب کے ماویٰ مولا علی ہیں۔ کرم اللہ وجہہ، سب چشمے اسی باب رحمت سے پھوٹے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ۔

اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ — میں حکمت کا گھر ہوں۔ علی اس کے دروازہ ہیں۔

ترمذی شریف، ص ۲۱۴/۲

اور ایک حدیث شریف یہ ہے کہ

انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابُھاَ۔ — میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

اس حدیث شریف کے بارے میں نقاد حدیث حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآرا کتاب، تاریخ الخلفاء ص ۱۲۰ میں لکھتے ہیں۔

ھٰذا حدیثٌ حسنٌ علی الصواب۔ — درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں اپنی ایک دوسری کتاب "التعقبات علی الموضوعات" کا حوالہ دیا ہے کہ میں نے اس حدیث شریف کی وضاحت کتاب مذکور میں کی ہے۔ لیجئے۔ "التعقبات" ص ۵۶ کی یہ عبارت بھی پڑھ لیجئے۔

والحاصل انہ ینتھی الی درجۃ الحسن المحتج بہٖ — حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے حسن ہے۔ دلیل کے لائق ہے۔

یہ کتاب لکھتے وقت دونوں کتابیں سامنے کھلی ہیں اور کوشش بھی یہی ہے کہ کتاب یعنی حوالے دیئے جائیں۔ اصل کتاب سامنے رکھ کر دیئے جائیں۔
حاشیہ تاریخ الخلفاء صـ۱۲ میں ہے کہ

فانّ جمیعَ طُرقِ التصوف	تصوف کے تمام سلسلے حضرت
تَصِلُ الی النبیّ صلی اللّٰہُ	علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے
علیہ وسلم بواسطۃِ	حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم
علی رضی اللہ عنہ ۔	تک پہونچتے ہیں۔

میرے مطالعہ اور تحقیق میں سلوک و معارف سے لبریز تفسیر کی کتابوں میں تین کتابیں نہایت ہی اہم ہیں ۔ اوّل کتاب حضور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی تفسیر نیز ان کی تصوف میں اور کتابیں جیسے "فصوص الحکم" وغیرہ۔ ان میں ایسے دقیق لاینحل مسائل و مضامین ہیں کہ بس ذرا بھی لب کشائی کی مجال نہیں۔ ان کی کتابیں وہ بحر محیط ہیں کہ جن کی شناوری بڑے، بڑے سے کما حقہ، نہ ہو سکی۔ تو مجھ بے مایہ کی کیا حیثیت ہے۔ کیا بساط اور اوقات ہے؟ چونکہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں انیس ۱۹ حروف ہیں۔ تعداد حروف کے اعتبار سے حضور شیخ اکبر قدس سرہٗ نے ایک حرف کی تفسیر ایک ضخیم جلد میں کی ہے۔ یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی تفسیر انیس ۱۹ جلدوں میں کی ہے۔
حضور شیخ محقق علیہ الرحمہ "اخبار الاخبار" کے تکملہ صـ۳۰۲ میں لکھتے ہیں۔

لھذا الشیخ تفسیرٌ فسّر فیہ "بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم فی تسعۃ عشر مجلّداً بعد دحروفہ ۔ کل مجلّدٍ فی حرفٍ
نیز اسی صفحہ صـ۳۰۲ میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

وتکلم فیما بما لا یسعه	ذہنوں میں سما نہیں سکتی
الا ذہان ویضیق عنه	اس کو بیان کرنے سے ناطقہ تنگ ہے،
نطاق البیان۔	(بڑے، بڑے عاجز ہیں)

دوسری کتاب:- حضور سیدنا کبیر الاولیاء شیخ فقیہ مخدوم علی مہائمی[علہ] رضی اللہ عنہ کی کتاب "تبصیر الرحمٰن" ہے۔ عبارت نہایت ہی سلیس آسان۔ مسائل ومضامین بھی قابل فہم۔ بمبئی میں مہائم شریف ہے۔ جو خیر و برکت کا ایک رواں دواں چشمۂ صافی ہے۔ پورے مہاراشٹر میں سب سے بڑے بزرگ، صاحب ولایت وکرامت آپ ہی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔

تیسری کتاب:- ولی ربانی تفسیر وحدیث، فقہ ومعارف کے بلند پایہ امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تفسیر مظہری" ہے لکھتے ہیں کہ۔

علی رضی اللہ عنہ ابو الصوفیۃ	علی رضی اللہ عنہ تمام صوفیۂ
اجمعین، تفسیر مظہری	کرام کے باپ ہیں۔

صـ ۱۹۹/۴

تفسیر مظہری صـ ۱۱۴/۲ میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

لا یصل احد من الاولین	اگلے اور پچھلوں میں ایسا کوئی
والآخرین الا بتوسطهم	نہیں جو علی اور اولاد نبی کے
کذا قال المجدد رضی اللہ	توسط کے بغیر مقام ولایت
عنه۔	تک پہونچا ہو۔ حضرت مجدد
	رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کہا ہے،

راہِ منزل میں کچھ ایسے مقامات آہی جاتے ہیں۔ جہاں ٹھہرنا ہی پڑتا ہے۔

علہ سخن فہم آپ کی تاریخ وفات ہے یعنی ۸۳۵ھ۔

بلکہ سچ پوچھو تو اصل منزل یہی ہے۔ حضور مولائے کائنات رضی اللہ عنہ ہی تو سب ولیوں کے باپ ہیں۔ اسی لئے اس کتاب میں جگہ جگہ سلسلۂ علیہ لکھا ہے۔ کیونکہ ہر سلسلہ آپ ہی سے ہے۔ اس مضمون کو آگے کسی مناسب مقام پر بیان کروں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور ابوالصوفیہ علی کرم اللہ وجہہ کس کے زیر قدم ہیں؟ جو باعثِ تخلیق کون ومکاں ہیں مختار کل ہیں۔ اپنے ربّ جلیل کے نائب مطلق ہیں۔ راز داں اور محبوب اعظم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا خود ارشاد عالی ہے۔

انما انا قاسم و اللہ یعطی — میں تقسیم کر رہا ہوں عطا
متفق علیہ (بخاری شریف ج ۳۲ — خدا کر رہا ہے۔

علمائے کرام نے حد بندی توڑ دی کہ جب مفعول، مذکور، محدود نہیں تو اللہ جل شانہ، کی دین اور عطا محدود نہیں لہٰذا اس کے قاسمِ رحمت و نعمت کی تقسیم بھی محدود نہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں۔!
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں،

حقیقت پوری طرح سے روشن ہو گئی کہ فضلِ مصطفٰے، بتوسط مرتضیٰ زینہ بزینہ میرے میاں حضور تک پہونچا۔ اب میں پورے شرح صدر کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ میرے مرشد کے پاس سب نسبتیں ہیں۔ قادری بھی، چشتی بھی، نقشبندی ابوالعلائی بھی سہروردی بھی۔ فردوسی بھی، قلندری خضری بھی۔ کبروی اور طیفوری بھی۔ اب اس درِ ”فصاحتی“ کے ساتھ کسی اور در پر جاؤں کیوں؟

یک در راگیر محکم گیر۔ — ایک در کے فقیر بنو، در در کے نہیں۔

ایک در کے فقیر بنو، در در کے نہیں

الملفوظ از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ص۶۹ حصہ دوم میں ہے کہ بیعت کے معنی بک جانا۔ سبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔ جلاد نے تلوار کھینچی، یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو مونھ کرتے ہیں۔ فرمایا تو اپنا کام کر میں قبلہ کو منہ کر لیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا، اور شیخ قبلہ ہے روح کا اس کا نام ارادت (مریدی) ہے۔ اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا اگر اس کا شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہوگا۔ اور بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معدن فیض و منبع انوار ہیں ان سے فیض آئے گا، سلسلہ صحیح و متصل ہونا چاہیئے۔

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دوکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے، وہ نہ دیتا تھا، فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دوکان الٹ دوں گا۔ اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے، اتفاقاً ایک صاحب دل کا گذر ہوا، جن کے سب لوگ معتقد تھے۔ انھوں نے دوکاندار سے فرمایا کہ جلد روپیہ اسے دے ورنہ دوکان لوٹ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کی۔ حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے؟ فرمایا میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی، معلوم ہوا بالکل خالی ہے۔ پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا۔ انھیں اہل اللہ سے پایا۔ اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دوکان الٹ دوں۔ تو بات کیا تھی کہ شیخ کا دامن قوت کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔ الخ

اس واقعہ سے کئی مفید باتوں کا علم ہوا۔ مثلاً

۱۔ اپنے پیر پہ اتنا مضبوط بھروسہ۔

۲۔ بچھڑا اپنی ماں (گائے) کے کھونٹا پر کودتا ہے، لاوارث بچہ اچھل کود نہیں کر پاتا۔ وہی بچہ اچھلتا ہے کودتا ہے۔ جس کا باپ ہوتا ہے۔ اسی لئے جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا ہے وہ اداس اور لاوارث ہوتا ہے۔

۳۔ دیکھنے والے نے اس بھیک مانگنے والے کو بے شرع اور جاہل دیکھا۔ اور ٹھیک دیکھا۔ لیکن دیکھنے والے نے اس کے آگے نہیں دیکھا اور دیکھ بھی کیسے سکتے تھے اتنی نظر کہاں؟ ہاں صاحب نظر نے دیکھ کر کہا کہ اس میں نہ سہی۔ اس کے دادا پیر صاحب فیض بھی ہیں۔ اور فیض رسیدہ بھی۔

۴۔ اسی کو کہتے ہیں "گدڑی میں لعل" کسی کو حقیر نہ سمجھو۔ معلوم نہیں یہ گدڑی پوش کس رنگ اور کس دنیا میں ہے؟

۵۔ جاہل، گنوار، بے شرع مرید کو بھی مرشد کامل سے فیض پہونچ سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ مرشد کامل سے نسبت کنکشن صحیح ہو۔

۶۔ پیر کو بھی اپنے مرید کی لاج اور عزت رکھنی ہوتی ہے۔ اللہ اللہ پیر کو اپنے مرید سے کتنی محبت ہوتی ہے؟ لفظوں میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ واقعہ مذکورہ کی مزید تشریح الملفوظ ص۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ اعظم شانہ، اور مختار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد فضل و کرم ہے کہ میرے پیر و مرشد آقائے نعمت، مخدوم المشائخ سند الاولیاء

محبوبِ مصطفیٰ خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم ہر طرح سے کامل و اکمل ہیں۔ یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ کچھ لوگ دعا تعویذ وغیرہ کے لئے اِس در اُس در، اِس پیر اُس پیر یہاں وہاں خوب ٹکر مارتے ہیں مگر نامراد ہی رہتے ہیں۔ مگر پیر و مرشد ان پر بھی نگاہِ کرم ہی فرماتے ہیں اگر یہ مضبوط ہو جائیں تو پیر و مرشد کے باب کرم سے ان پر کتنی نوازش ہوگی؟ کوئی حد ہی نہیں! میرا پیر، پیر ہے۔ جب سے مرید ہوا ہوں کسی درگاہ پر بھی جانے کا جی چاہتا ہی نہیں۔ جن درگاہوں میں "میاں حضور" جاتے ہیں محض اتباع کی خاطر چلا جاتا ہوں۔ اور بس۔

لگے ہاتھ ایک بات اور سن لو

دل میں اترے تو اتار بھی لو حضور قطب الاولیاء خضر راہ شریعت و طریقت، خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادا میاں قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں تو حال یہ ہوتا ہے کہ دالان شاہ رضا میں شہنشاہِ ولایت حضور سجادہ نشین دامت برکاتہم جلوہ فرما ہوتے ہیں تو یہ فقیر اپنے پیر و مرشد کی عطا کردہ چٹائی اور جگہ پہ بیٹھا محو دیدار رہتا ہے جب میاں حضور دعا یا کسی اور کام کے لئے بہت ہی محبت آمیز انداز میں فرماتے ہیں کہ "مولانا" میرے ساتھ آؤ، تب یہ فقیر ابوالمحمود محمد منظری، فصاحتی، دربار اقدس میں حاضر ہوتا ہے اور یہ بات مجھ کو جاننے والے سب ہی جانتے ہیں۔ میرے دل میں کبھی اٹھان ہی نہیں پیدا ہوتی ہے کہ کسی مزار شریف پر حاضری دوں۔ کام اور مطلب بس اپنے پیر سے۔

مطلب بس اپنے پیر سے

الملفوظ ص ۵۹/۳۰ میں ہے کہ عرض حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو کوئی تکلیف پہونچے یا زروق کہہ کر ندا کرے میں

فوراً اس کی مدد کروں گا۔ ارشاد مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی۔ جب کبھی میں نے استعانت کی "یا غوث" ہی کہا۔ یک درگیر محکم گیری میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کی درگاہ میں حاضر ہوا احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا تھا۔ طبیعت منتشر ہوتی تھی میں نے عرض کیا، حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، اس شور وشغب سے مجھے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا ہے، معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہوگئے۔ میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہوگئے قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا۔ پھر وہی شور وغل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا۔ پھر وہی خاموشی، معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے۔ یہ بیّن کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی، بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے "یا غوثاہ" زبان سے نکلا، وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔ (پھر ارشاد فرمایا) ارادت (یعنی سچی عقیدت) شرط اہم ہے۔ بیعت میں، بس مرشد کی ذرا سی توجہ درکار ہے اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

ایک صاحب حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں سے تھے۔ انھوں نے واقعہ میں یعنی سوتے جاگتے میں دیکھا کہ ایک ٹیلہ پر یاقوت کی ایک کرسی بچھی ہے اس پر حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور نیچے ایک مخلوق جمع ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی چٹھی دیتا ہے۔ حضرت (سرکار جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کو بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے ہیں، یہ چپکے کھڑے رہے، جب حضرت نے بہت دیر تک انھیں دیکھا اور انھوں نے کچھ نہ کہا تو خود فرمایا "ھات اعرض قصتك" لاؤ میں تمہاری عرضی پیش کروں، انھوں نے

عرض کیا" او شیخی عزلوہ" کیا میرے شیخ (غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معزول کر دیا گیا۔ فرمایا" واللّٰہ ما عزلوہ ولن یعزلوہ" خدا کی قسم ان کو معزول نہیں کیا اور نہ کبھی معزول کریں گے۔ انھوں نے عرض کی تو بس میرا شیخ کافی ہے۔ آنکھ کھلی حاضر ہوئے۔ دربار میں سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ واقعہ عرض کریں۔ قبل اس کے کچھ عرض کریں، حضور (غوثِ اعظم) نے ارشاد فرمایا" ھات اعرض قصتك" لاؤ کہ تمہاری عرضی میں پیش کردوں (فرمایا) ارادت (سچی عقیدت) یہ ہے۔ ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند (پھر فرمایا) جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے۔ نفع نہ پائے گا۔ یہ پورا بیان اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا ہے۔ اب مندرجہ ذیل چند باتوں پر دھیان دو اور ذہن و دماغ میں خوب جما لو۔

۱۔ حضور سرکار، سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلۂ تصوف کے مرکزِ اعظم ہیں۔ اسی لئے ان کو" سید الطائفہ" کہتے ہیں۔ آپ حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوپر کے چھ" پیروں کے پیر ہیں۔ حضور سیدنا سرکار جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مگر اس روشن وصف و حقیقت کے باوجود بھی غوثِ اعظم قدس سرہٗ کے مرید نے اپنے ہی پیر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مطلب رکھا۔

۲۔ دیکھتی للچائی نظر سے بھی اپنے اوپر کے پیروں کے پیر کو دیکھا نہیں۔ کوئی لالچ، کوئی حرص، کوئی طمع، کوئی خواہش نہیں۔ کوئی جھکاؤ، کوئی التفات نہیں، بس جھکاؤ اپنے پیر کی جانب۔ مریدی اسے کہتے ہیں۔

۳۔ جب اپنے پیر و مرشد حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پہونچے تو ابھی اپنی بات زبان پر لا بھی نہیں سکے تھے۔ خود غوث پاک نے ارشاد فرمایا "لاؤ اپنی عرضی میں پیش کرتا ہوں۔ حضور غوثِ اعظم نے اپنے مرید کی نکیر اور تنبیہ نہیں فرمائی کہ ارے تونے بہت ہی برا کیا۔ کہ میرے اوپر کے پیروں کے پیر نے تم سے فرمایا کہ "لاؤ تم اپنی عرضی، اور تم نے اپنی عرضی نہ پیش کی۔ جبکہ باندازۂ کریمانہ اپنے مرید کے اس فعل کو مستحسن قرار دیا۔

۴۔ فیض کا دریا بہہ رہا ہے۔ آدمی پیاسا بھی ہے دریا کا ضرورتمند بھی ہے۔ مگر یہ نہایت ہی دل گردہ، جیوٹ اور بحید عزم و استقلال کی بات ہے کہ دریا کی جانب رخ بھی نہ کرے،

۵۔ مرید کو محکم یقین ہے کہ میرا پیر "غوثِ اعظم" ہر لحاظ سے کامل ہے اکمل ہے، مجھے جو لینا ہے اپنے پیر ہی کے در سے لیں گے، سچ ہے ایسے ہی مرید کامیاب اور بامراد ہوتے ہیں۔ در در کے فقیر نہ بنو، ایک در کے فقیر بنو۔

شیخ سے سچی عقیدت چاہئے۔!
مختصر یہ ہے محبت چاہئے۔!
وہ عقیدت ساتھ چھوڑے گی کہیں
جس کے سینہ میں فداکاری نہیں

ڈوب جائیں گے مگر ہاتھ نہ دیں گے

جان کس کو پیاری نہیں ہے مثل مشہور ہے کہ "ڈوبتے کو تنکا کا سہارا" مگر سچے مرید کو جان سے کہیں زیادہ بڑھ کر اپنے پیر کی نسبت

عزیز ہے۔ واقعۃً جو مرید ہے وہ اپنے پیر کی نسبت کو داغدار ہونے نہ دے گا۔ ہر زخم، ہر طعنہ سہ لے گا۔ مگر اپنے پیر کی عقیدت پر گرد آنے نہ دے گا۔

حضور سیدنا مخدوم الملک سرکار مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری بہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں ان مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں، بیعت کے معنیٰ نہیں جانتے، بیعت اسے کہتے ہیں۔ الملفوظ ص ۴۵/۲

نسبت بھی کیسی چیز ہے دامانِ یار سے
بے فکر جی رہا ہوں ہر اعتبار سے

حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری بہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر و مرشد حضور سیدنا مخدوم نجیب الدین فردوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور مخدوم بہاری قدس سرہٗ کے دادا پیر حضور سیدنا مخدوم رکن الدین فردوسی قدس سرہٗ کے پیر و مرشد حضور سیدنا مخدوم بدر الدین فردوسی سمرقندی قدس سرہٗ ہیں اور ان ہی کی نسبت سے اس سلسلۂ علیہ کو فردوسیہ کہتے ہیں۔

حضرت مخدوم بہاری قدس سرہٗ کے اوپر کے چار پیروں کے پیر حضور سیدنا خواجہ مخدوم نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس نسبت سے اس سلسلۂ پاک کو سلسلۂ کبرویّہ بھی کہتے ہیں۔ آپ حضرت امام فخر الدین

رازی صاحب تفسیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد ہیں۔

اخبار الاخیار ص۱۲۳ میں ہے کہ حضرت مخدوم بہاری قدس سرہ کے ملفوظات سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ مخدوم بدر الدین سمرقندی فردوسی قدس سرہ حضرت مخدوم خواجہ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہیں۔ اور سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت مخدوم خواجہ سیف الدین باخرزی قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔

ہمارے یہاں سلسلۂ فردوسیہ کی نسبت اسی طریق سے آئی ہے۔ حضور امام ربانی شیخ محقق، عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں کئی فردوسی بزرگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شیخ کی سطر سطر علم وتحقیق سے لبریز ہے۔

حضور مخدوم الملک سیدنا یحیٰی منیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید کے اس واقعہ سے کئی امور علم میں آئے، مثلاً۔

۱۔ پیر اپنے مرید کا امتحان بھی لیتا ہے کہ مصیبت کے وقت کس کو یاد کرتا ہے۔

۲۔ اگر سچی عقیدت ہے تو مشکل گھڑی میں پیر کام آتا ہے۔

۳۔ غیرت کے خلاف ہے کہ ایک کا ہاتھ تھام کر کسی اور کا ہاتھ تھامیں۔

۴۔ ایسا کرنے والے مرید پر سے پیر کا اعتماد اٹھ جاتا ہے کہ یہ مرید مطلبی ہے، اس کا کام جہاں کہیں سے نکلے گا، نکالے گا

تفسیر وحدیث منطق وفلسفہ کا مسلّم امام علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ جب جان کنی میں شیطان لعین کے نرغہ میں پھنسے تھے تو رحمت الٰہی اور فضلِ مصطفوی سے ان کے پیر حضور سیدنا خواجہ مخدوم نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدد کی تھی اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہوا۔ اولیاء کبار

قدّست اسرارھم سے استمداد کرنی بالکل صحیح اور درست ہے۔ قرآنِ کریم، حدیث شریف سے نہایت ہی واضح طور پر اللہ والوں سے مدد مانگنی ثابت ہے۔

اجمیر شریف میں اوّل ملاقات

اجمیر شریف میں سب سے پہلی ملاقات صوفی یار محمد خاں فصاحتی مرحوم عرف باؤ بھائی بمبئی والے سے ہوئی۔ مرحوم باؤ بھائی بڑی خوبیوں کے انسان تھے اپنے پیر و مرشد کے بہت ہی دلدادہ تھے۔ ان ہی کے فرزند صوفی محمود خاں عرف لالہ بابا فصاحتی سلمہٗ بمبئی والے ہیں۔ لالہ بابا اپنے بیشتر اوقات "میاں حضور" کی خدمت و معیّت میں گذارتے ہیں۔ یہ ان کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ لالہ بابا بہت ہی پر مزاح اور مرنجا مرنج ہیں۔

دوسرے خوش نصیب

جناب صوفی اتن میاں فصاحتی مرحوم بمبئی والے ہیں۔ یہ "میاں حضور" کے بہت ہی قریبی رشتہ دار بھی ہیں۔ نہایت ہی ملنسار اور باوضع اور اپنے پیر و مرشد کے گرویدہ ان کے بڑے صاحبزادہ عزیزم صوفی فرید بابو فصاحتی بمبئی والے ہیں۔ فرید بابو جوان عمر بھی اور جواں حوصلہ بھی۔ اور اپنے پیر و مرشد کے عاشق زار بھی۔ میرے برادر طریقت جناب صوفی منظور احمد فصاحتی رام پوری بنارسی کے اول داماد ہیں۔ صوفی منظور احمد فصاحتی "میاں حضور" کے بہت ہی چہیتے خلیفہ ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ کام پیارا ہوتا ہے معاشی ڈیوٹی پوری کرنے کے ساتھ ساتھ سلسلہ کا کام بھی پورے تن من سے کرتے ہیں۔ "میاں حضور" سے اجمیر شریف میں کافی لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اور کافی بندگانِ خدا بہت ہی وارفتگی کے ساتھ مرید بھی ہوئے اور برابر ہو رہے ہیں۔ سجادہ نشینی کے دور سے لیکر آج تک اجمیر مقدس اور دیگر

درگاہوں کی حاضری کا ناغہ نہیں ہوا ہے۔ اور یہ کیونکر ہو؟ استقلال مزاجی کام کی دُھن، اپنے بزرگوں پر بھروسہ مثالی ہے۔

اجمیر معلیٰ سے واپسی ۸ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ کو اجمیر پاک سے روانہ ہو کر ۹ رجب المرجب کو "آگرہ شریف درگاہ" حضور سیدنا امیر ابو العلاء رضی اللہ عنہ میں دو روز قیام فرمایا پھر "بریلی شریف" حاضری اور فاتحہ شریف بارگاہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پھر اپنے آبائی وطن "بھینسوڑی شریف" پھر عرس عنایتی پھر راحتی چہلم شریف۔

عُرسِ عنایتی کا انتظام واہتمام

حضور سیدنا شیخ الاولیاء قطب ربانی، خواجہ الحاج محمد عنایت شاہ قدس سرہٗ کا وصال مورخہ ۴ شوال المکرم ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء کو بمقام بھینسوڑی شریف ہوا ہے۔ عرس مبارک ہر سال ۲، ۳، ۴، ۵ شوال المکرم کو ہوتا ہے۔ عرس عنایتی کا پورا انتظام دیکھ ریکھ آپ کے اکلوتے صاحبزادہ اور سجادہ نشین حضور راحت پاک کرتے تھے۔ اور "میاں حضور" بھرپور ہاتھ بٹاتے تھے۔ چونکہ حضور راحت پاک نے علی الاعلان اپنی سجادہ نشینی اپنے شاہزادہ "فصاحت میاں" کو سپرد کر دی ہے۔ اب "میاں حضور" کی سجادہ نشینی میں یہ پہلا عرس عنایتی ہے۔ باشندگان بھینسوڑی شریف اور شرکائے عرس مبارک کا چشم دید بیان ہے کہ راحت پاک کی موجودگی میں سرکار صاحب سجادہ قبلہ "فصاحت میاں" راحت بر کاتہم نے جس حسن انتظام کے ساتھ عرس عنایتی کیا ہے۔ بس یہ آپ کی خداداد صلاحیت کا پرتو ہے۔ لنگر شریف اور تمام تقریباتِ عرس

مبارک بہت ہی حسن وخوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوئے اور اب تو روز
بروز ترقی، توسیع رونق بڑھتی ہی جا رہی ہے اور بڑھتی ہی جائے گی۔
انشاء اللہ اس سال کا عرس عنایتی کا کتنا خوش کن اور سہانا منظر رہا
ہوگا۔ کہ والد مخدوم راحت پاک اور والدہ مخدومہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی
ہوں گی۔ دل باغ باغ ہو رہا ہوگا۔ کہ میرا فرزند ارجمند میرا اور بزرگوں کا سجادہ
نشین کس خوش اسلوبی کے ساتھ تقریباتِ عرس کو انجام دے رہا ہے۔

مریدین، متوسلین سرور طرب میں فرحت وشادمانی میں وجد
رقص کرتے رہے ہوں گے۔ رب قدیر اعظم شانہٗ نے اپنے پیاروں کے
صدقہ میرے مرشد، میرے میاں کو خوب خوب نوازا ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

راحت پاک کا عرس چہلم شریف

حضور راحتِ پاک علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۴ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ
مطابق ۹ نومبر ۱۹۷۵ء بروز اتوار بمقام بھینسوڑی شریف انتقال کیا
ہے۔ اور یہیں آپ کی درگاہ شریف بھی ہے۔

حضور راحتِ پاک علیہ الرحمۃ کا چہلم شریف ۱۶ ذی الحجہ
۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۷۵ء کو حضور سرکار صاحب سجادہ دامت
برکاتہم نے بہت ہی روح آفریں ماحول میں کیا۔ ذکر میلاد شریف، فاتحہ،
حلقۂ ذکر، محفل سماع، قل شریف، تقسیم لنگر شریف، چہلم شریف کے
تمام امور کو بہت ہی قاعدگی۔ ضابطگی کے ساتھ کیا۔

یہ حسن اتفاق کہیئے کہ حضور سرکار صاحب سجادہ کو سجادہ
نشینی ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں ہوئی اور انتقال بھی راحتِ پاک کا

۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں ہوا۔ کوئی سن نہیں بدلا۔ نہ تو ہجری سال بدلا اور نہ عیسوی سال بدلا اور ان چند مہینوں کے اندر مذکورہ بالا تمام درگاہوں کی حاضری، سلسلۂ علیہ کی اشاعت عرس عنایتی راحتِ پاک کا وصال اور چالیسواں سب ہی کچھ ہوگیا۔

سیّدنا کی درگاہ میں حاضری اور اشاعتِ سلسلہ کا دوسرا سفر

اوپر جن درگاہوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں حضور سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ کی درگاہ شریف بھی ہے۔ ان تمام درگاہوں کی حاضری لطفیل عرس مبارک حضور خواجۂ ربانی غریب نواز رضی اللہ عنہ ہے۔ اب آپ بالاستقلال مورخہ ۸ر صفر المظفر ۱۳۹۶ھ کو حضور سیدنا سرکار امیر سید ابوالعلاء رضی اللہ عنہ کے عرس شریف میں حاضر ہو رہے ہیں۔ اشاعتِ سلسلۂ علیہ کیلئے آگرہ شریف کا یہ دوسرا سفر ہے اس بابرکت موقع پر حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ نے "میرے میاں حضور" پر نہایت ہی کریمانہ نظر فرمائی، بیحد فیوض و برکات سے نوازا۔ نزدیک اور پاس کے علاوہ دور دور سے آئے ہوئے زائرین درگاہ شریف کافی تعداد میں مرید ہوئے درگاہ ابوالعلائی کے صاحب سجادہ نے بڑی قدر و محبت فرمائی اور یہ بزرگوں کے بہت ہی کرم کی بات ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فضلِ باری تعالیٰ ہے، یہ فضلِ مصطفےٰ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرا پیر جہاں کہیں بھی، کسی درگاہ میں بھی گیا سب پوری گرویدگی کے ساتھ متوجہ ہو جاتے ہیں وارفتہ وار ہمہ تن جوش و ہوش ہر طرف سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ تمام درگاہوں کے سجادگان بہت ہی عزت و وقعت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ یہ خود اپنا آنکھوں دیکھا معاملہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی محبوبیت اتنی مقبولیت کیوں ہے؟

اب اس مسئلہ کے حل کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت ذہن میں نقش کر لو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ	بالیقین جو ایمان لائے اور کام اچھے
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	کئے (ایمان ہی میں رنگ ڈھل گیا)
سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ	تو ان کی خاطر لوگوں کے دلوں میں
وُدًّا	ان کی محبت کر دیتا ہے۔

پہلے خدا کے بن کر تو دیکھو کہ وہ کس قدر، محبوبیت عطا کرتا ہے۔

من کان لِلّٰہ کان اللہ لہ اللہ کا جو ہو گیا۔ اللہ اس کا ہو گیا۔ حضور سیدی مرشدی، مخدوم المشائخ، سند الاولیاء، محبوب مصطفےٰ خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم سجادہ نشین درگاہ عنایتی، راحتی و درگاہ شاہ رضا کی پوری حیات طیبہ یہی ہے۔ آپ کی اسی شانِ محبوبی پر اللہ والوں نے آپ کو پکارا "محبوبِ مصطفےٰ" صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ

صلی اللہ علیک وسلم

عنوان میں ذکرِ اقدس ہے "سیدنا" کا ان کی بارگاہ عالی میں چند سطور ہی سہی نذر کئے بغیر قلم کا کسی اور سمت رخ کرنا، بے رخی ہے۔ حق تلفی ہے، ناشکری ہے۔ سیدنا جب خواجۂ اجمیری سے نعمت و نور، عرفانِ الٰہی کا جو ابر باراں لے کر چلے تو سب پر برسا دیا۔ کیا ہند اور کیا بیرونِ ہند مصر و شام، ایران و شیراز چاٹگام شریف (بنگلہ دیش) بھنسوڑی شریف مارہرہ شریف، کچھوچھہ شریف، بریلی شریف پھلواری شریف اور پورا صوبہ بہار خصوصاً خانقاہ منعمیہ متین گھاٹ خانقاہ حسنیہ خواجہ کلاں (پٹنہ شریف) کہاں نہیں ہے، سیدنا کی بارشِ رحمت ؟ جود و کرم کا ایک سیل رواں ہے جو تھمتا ہی نہیں۔ سیدنا جامع السلاسل ہیں، ہر سلسلہ آپ سے ملتا ہے آپ کی ولادت مبارکہ دہلی کے قریب بمقام "نرلیہ" سنہ ۹۹۰ھ میں ہوئی اور

وصال مبارک ۹ صفر المظفر ۱۰۶۱ھ کو بروز منگل بعد نماز فجر شہر آگرہ شریف
میں ہوا ہے۔ آگرہ کو اکبر آباد بھی کہتے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک انوار و
تجلیات کا گنجینہ ہے۔ ہر سال ۷، ۸، ۹ صفر المظفر کو بہت ہی ایمان آفریں
ماحول میں عرس پاک ہوتا ہے۔ لاکھوں لاکھ ملک کے گوشہ گوشہ سے مشائخ
علماء مریدین، معتقدین حاضر بارگاہ ہوتے ہیں اور بیحد مستفیض ہوتے ہیں
آپ کا نام اقدس تو "ابوالعلاء" ہے۔ مگر "سیدنا" کے نام سے اتنے مشہور
ہیں کہ جہاں کہیں بھی "سیدنا" بولا جاتا ہے تو آپ ہی کی ذاتِ اقدس
مراد ہوتی ہے۔ آپ بطریق اویسی حضور سیدنا خواجۂ اجمیری رضی اللہ
عنہ کے مرید ہیں۔ اور حضور خواجۂ اجمیری کے ہی حکم سے آپ اپنے چچا
خواجہ سیدنا امیر عبداللہ احراری قدس سرہٗ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں
مرید اور خلیفۂ مجاز ہیں۔ حضور "سیدنا" اپنی حیات طیبہ ہی میں اپنا سجادہ
نشین اپنے چھوٹے صاحبزادہ حضرت سیّدا میر نورالعلاء کو بنا دیا تھا۔
آپ سے سلسلہ خوب پھیلا۔ "سیّدنا" کے متعدد خلفاء ہیں۔ جن میں ایک
حضرت میر سیّد دوست محمد برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے توسط
سے بھی نسبت ابوالعلائیہ ہمارے یہاں آئی ہے۔ حضرت میر سید دوست
محمد بنگال کے ایک قریہ برہان پور میں ۹۹۶ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۶ر
جمادی الاخریٰ ۱۰۹۰ھ کو اورنگ آباد دکن میں انتقال فرمایا۔ یہیں آپ
کا مزار شریف ہے۔ آپ سے سلسلۂ ابوالعلائیہ کا بہت ہی فروغ ہوا ہے
سلسلۂ ابوالعلائیہ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ اپنی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۲۷ میں لکھتے
ہیں کہ ؎

اما طریقۂ نقشبندیہ را شعب — سلسلۂ نقشبندیہ کی شاخیں بہت ہیں۔

بسیار است در دیار ہندوستان از دو جہت شائع شدہ است یکے جہت خواجہ محمد باقی و دیگر جہت امیر ابوالعلاء

مگر ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (رضی اللہ عنہ) اور سیدنا امیر ابوالعلاءؒ رضی اللہ عنہ سے پھیلا ہے۔

حضور سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ نے بزبانی فارسی ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام ہے "فنا بقا" نہایت ہی مختصر مگر بہت ہی جامع کوزہ میں سمندر۔ اسلوب بیان بہت ہی ادق، بہت ہی پیچیدہ۔ کئی بار میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اس کی شرح لکھوں۔ مگر یہ سوچ کر یہ علم سینہ ہے۔ سفینہ میں لانا مناسب نہیں۔ غریب بے کس، ناتواں الفاظ و حروف ان دقیق عارفانہ معانی کے متحمل نہیں۔ یہ نعمت درویش کامل کے فیض ہی سے نصیب ہو سکتی ہے۔ حق آگاہ رمز شناس حضور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ؎

حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ والآخر فلو بثثتہ قطع ھٰذا البلعوم
بخاری شریف صـ۲۳

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن محفوظ کئے ہیں۔ ایک کو تو پھیلا دیا (شریعت) اور اگر دوسرے کو (علم سینہ) پھیلا دوں تو حلق تراش دی جائے۔ (اسرارِ شریعت، طریقت، علم سینہ ایک ہی ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لفظ "البلعوم" کا معنی بتاتے ہیں کہ

البلعوم مجری الطعام[عہ۳] کھانا پاس ہونے کی جگہ۔

کیوں؟ ذرا سی جنبشِ لب سے کفر و قتل کا حکم صادر ہوا ہے۔ اس راہ میں کتنے مقتول و شہید ہیں[عہ۲] ... حکم شریعت سب کو تسلیم کرنا ہے۔ قاعدہ کلیہ "نحن نحکم بالظاہر[عہ۱]" کی روشنی میں حکم ظاہر ہی پر نافذ ہوگا۔ دل کے اندر کیا ہے؟ اس کا حقیقی فیصلہ احکم الحاکمین خبیر و بصیر جل شانہ کی بارگاہ قدس میں ہے۔ حضور سیدنا امیر ابو العلاء رضی اللہ عنہ حسنی حسینی سید ہیں۔

نورِ نگاہِ مصطفےٰ سُرورِ چشمِ مرتضیٰ
زینتِ بزمِ خواجگاں سیدنا ابو العلاء

تیسرا سفر کلیر شریف کا

حضور سیدنا مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر پاک رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک میں حاضری کے لئے بارہ[۱۲] ربیع الاول شریف ۱۲۹۶ھ کو کلیر شریف میاں حضور" کا یہ تیسرا سفر ہے۔ "کلیر شریف" حاضر ہونے سے پہلے بجنور۔ نجیب آباد۔ گانگوں۔ نگلہ سالمہ آباد رائے پور، معظم پور۔ بہادر آباد اور دیگر قصبات و قریات اور مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے منزلِ مقصود" کلیر شریف پہونچے۔ کلیر شریف، اللہ اکبر کلیر شریف۔ یہاں صابری فیض کا دریائے بیکراں موجزن ہے۔ صدق دل سے جو آگیا سیراب ہوگیا۔ صابر پاک نے اپنے روحانی فیروز مند بیوت

عہ۱۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "امرتُ ان احکم بالظاھر واللہ یتولّی السرائر"۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب موضوعات کبیر باب الالف میں بڑی ناقدانہ محدثانہ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصولیین اور فقہائے اکابر کے یہاں بہت مشہور ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

عہ۲۔ اللہ و رسولہ اعلم۔ ایسا بولنا صحابۂ کرام کی سنت ہے۔ بخاری شریف ص۵۹۲، مزید وضاحت کتاب "شاہِ رضا" میں ملاحظہ فرمائیں۔ عہ۳ بخاری شریف کے شارح اکبر حافظ حدیث امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدۃ القاری" میں دوسرے جز کے معنی علم سینہ تصوف مراد لیا ہے جس سے تاثر صوفیائے عظام کی ہیں۔ قدرت اسرار ہم۔

(فصاحت میاں) کے دامن میں ایسے آبدار، درخشندہ لعل و جواہر انڈیل
دیئے کہ جن کی آب و تاب کبھی بھی ڈھلی ہو نہیں سکتی۔ انشاء اللہ
یہ صابر ہی کا فیضان تھا کہ جو میرے میاں حضورؒ کو دیکھتا گرویدہ
ہوتا اور نہایت ہی وارفتگی کے ساتھ سلسلۂ صابریہ میں داخل ہوتا۔
جود و سخا کا یہ سلسلۂ نور آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ انشاء اللہ۔
اللہ والے جب نوازتے ہیں تو نوازتے ہی جاتے ہیں۔ حضور سیدنا
صابر پاک رضی اللہ عنہ کے سلسلۂ صابریہ کی اشاعت کچھ سالوں تک بیچ
میں منجمد ہو گئی تھی۔ سلسلۂ نظامیہ کی طرح خوب پھیلاؤ نہیں تھا۔ سلسلۂ
صابریہ میں جان ڈالنے والے شیخ عالم حضور سیدنا احمد عبد الحق رضی اللہ
عنہ ہیں آپ نہایت بلند رتبہ صاحب کرامات و تصرّف ہیں اور اپنے
دور مسعود کے قطب عالم حضور شیخ محقق امام عبد الحق محدث دہلوی
قدس سرہٗ اپنی کتاب "اخبار الاخیار" ص ۱۹۲ میں لکھتے ہیں کہ۔

مرید شیخ جلال الدین پانی پتی ست درویش صاحب تصرف و
مظہر خوارق عادات و کرامات و صاحب شوق و ذوق، و سکر و حالت
و فقر و تجرید بود جذبہ قوی داشت و نظری مؤثر و تصرفی غالب مولداد
ردولی است و مرقد او در انجاست۔

عبارت بالا سے واضح ہو گیا کہ ردولی شریف ضلع بارہ بنکی)
ہی آپ کی جائے ولادت بھی ہے اور یہیں آپ کا مزار پاک بھی جہاں
عرفانِ الٰہی حق آگاہی کا ہمہ وقت دریا بہتا ہے اور تشنگانِ معرفت
و حق اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد عبد الحق رضی اللہ
عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضور سیدنا عارف رحمۃ اللہ علیہ کو حلقۂ ارادت
میں لیا اور خلافت و اجازت دیکر اپنا سجادہ نشین بنایا۔ سلسلۂ صابریہ کا

فروغ آپ سے پھر سب سے زیادہ پھیلاؤ حضور سیدنا عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ ہمارے یہاں ان مذکورہ بالا بزرگوں سے ہوتے ہوئے درجہ بدرجہ شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بتوسط حضور قطب عالم، فخر العارفین شاہ سید عبد الحئی رحمۃ اللہ علیہ (چاٹگام شریف بنگلہ دیش) صابری نسبت آئی ہے۔ حضور سیدنا بابا فرید شکر گنج رضی اللہ عنہ کے متعدد، جلیل الشان خلفاء ہیں مگر دو ایسے چیدہ اور خوش نصیب بلند مرتبہ خلیفہ ہیں جن سے سلسلۂ چشتیہ کا زیادہ فروغ ہوا ہے۔ ایک تو حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے حضور سیدنا صابر پاک رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقی بھانجے بھی ہیں اور ایک لحاظ سے داماد بھی ہیں۔ ان ہی نسبتوں کی بنیاد پر ہم وابستگان نظامی بھی ہیں۔ اور صابری بھی۔ حضرت صابر پاک "حسنی" سید ہیں۔

کلیر شریف کے سفر کی مختصر رُوداد

حضرت راحت پاک علیہ الرحمۃ کے خلفاء مجاز جناب صوفی اللہ بخش صاحب راحتی اور جناب صوفی مولا بخش صاحب راحتی اپنے گھر "معظم پور" لے گئے۔ واپسی پر "رڑکی" راحتی خلیفہ جناب صوفی عبد المجید صاحب راحتی اپنے گھر لے گئے۔ جب "میاں حضور" بالا پانی" اسٹیشن پر پہونچے اور راحتی خلیفہ جناب صوفی عبد الرزاق صاحب راحتی کو خبر ملی تو پروانہ وار اسٹیشن آکر اپنے گھر "سید پور" لے گئے۔ پھر بھوج پور لے گئے۔ جہاں حضرت راحت پاک علیہ الرحمۃ نے چلّہ بھی کیا تھا۔ راحتی خلیفہ جناب صوفی بندے حسن صاحب راحتی اپنے گھر "دلوڑا" لے گئے۔ "میاں حضور" نے رائے پور سے "دلوڑا" اور دیگر مقامات کا پیادہ سفر کیا۔ ان تمام مذکورہ بالا راحتی خلفاء کرام

نہایت ہی تعظیم ومحبت وعقیدت کے ساتھ پیرزادگی کا حق بجالائے "میاں حضور" جب کبھی بھی ان راحتی خلفاء کرام کا ذکر کرتے ہیں تو نہایت ہی تعریف وتوصیف کے ساتھ بہت ہی مسرت آمیز انداز میں کرتے ہیں۔ میں نے اپنے "میاں" کو کسی کی شکایت، شکوا کرتے کبھی نہیں پایا۔ آپ کی بزم، کیف و سرور، فرحت ومحبت کی ہوتی ہے، دکھیا را آتا ہے زخم کا مداویٰ پاتا ہے۔ روتا آتا ہے، ہنستا جاتا ہے۔ آپ کی محفلیں، خانقاہیں ذکر الٰہی، تعظیم نبوی اکرام بزرگان، مہمان نوازی تزکیۂ نفس، تطہیر روح، تنویر قلب، ارشاد د معارف سے ہمہ وقت معمور رہتی ہیں۔

آپ کی خانقاہوں کو دیکھ کر دلوں میں خانقاہ کی دقعت، وجاہت بیٹھتی ہے۔ اور جن مقامات کا ذکر کیا گیا ہے نیز اس کے علاوہ جہاں گئے جدھر گئے بجلی کی طرح آپ کی آمد مبارک کی خبر پھیلتی جاتی ہے اور کشاں کشاں بندگان خدا حاضر بارگاہ ہو کر حلقہ بگوش ہوتے ہیں، یہ سب فضل خدا ہے، فضلِ مصطفےٰ ہے۔ جلّ لالہٗ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام اہلسنت قدس سرہٗ نہایت ہی حقیقت بیانی، شکوہ ایمانی کے ساتھ پکار رہے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیبؐ
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلمدان گیا
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دئے ہیں دُر بے بہا دئے ہیں

بخدا، خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر، مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

عرسِ پاک حضور دادا میاں قدس سرہٗ

حضور سرکار صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم ان تمام مذکورہ مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے مورخہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۹۶ھ اپنے وطن عزیز (بھینسوڑی شریف) واپس آئے۔ پھر گھر پر چند روز قیام کرکے اپنی والدہ مخدومہ کو لیکر حضور دادا میاں قدس سرہٗ کا عرس مبارک کرنے کے لئے لکھنؤ شریف لائے۔ ۳ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ مطابق ۷ رجون ۱۹۷۵ء کو سجادہ نشین ہونے کے بعد آپ نے اپنی سجادہ نشینی میں حضور دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پہلا عرس پاک نہایت ہی بہترین انتظام واہتمام کے ساتھ کیا۔

لوگوں کا چشم دید بیان ہے کہ ہم لوگ حیرت میں ڈوب گئے کہ ابھی "میاں حضور" کا بالکل عنفوانِ شباب (اکیس ۲۱ سال عمر) اور پہلا عرس مبارک اور یہ حسنِ انتظام۔ نہ کوئی شور اور نہ کوئی غل۔ ہر پروگرام اچھی طرح سے انجام پا رہا ہے۔ کام کرنے کا یہ شعور۔ یہ سلیقہ اب تو ہر سال تمام اعراس مبارکہ رضائی، غنایتی، راحتی میں ترقی توسیع رونق، حسن انتظام بڑھتا ہی جاتا ہے۔ ربِ کریم جلّ شانہٗ اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں شاہزادوں (مخدوم صباحت حسن میاں سلمہٗ ومخدوم بلاغت حسن میاں سلمہٗ) کو آسیب زمانہ سے محفوظ رکھے اور ہمہ گیر برکتوں اور رحمتوں سے عمر دراز فرمائے۔ اور ہمیشہ ہمیش سجادہ نشینی کا یہ نورانی سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہے۔ آمین!

ہند اور بیرونِ ہند کے اسفار

حاضری بدرگاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

وہ بارگاہِ قدس جس کے محتاجِ کرم سب ہی ہیں۔ جن کو جو نعمت بھی ملی اسی درِ انور سے ملی۔ وہ ذات لاثانی جس کی نظیر اور مثال خالق نے پیدا ہی نہیں کیا ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر　　مثل تو نہ شد پیدا جانا

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے　　ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا　　ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

وہ درگاہ عالی جس سے بڑھ کر تعظیم و تکریم، ادب و احترام کی کوئی درگاہ خدا تعالیٰ نے بنائی ہی نہیں۔ قرآن کا فرمان ہے۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی　　مسلمانوں اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرنا۔

(سورہ حجرات)

ورنہ تمام اعمال نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سب اکارت ہو جائیں گے بے حد، بے انتہا ادب کی جگہ ہے۔ محبوب خدا کا در ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اے پائے نظر ہوش میں آ یہ کوئے نبی ہے　　یاں آنکھوں سے بھی چلنا بے ادبی ہے

ایمان کی پکار تو یہی ہے کہ اصلی حاضری تو اسی در پاک کی ہے جو یہاں کا پیارا وہ خدا کا دلارا۔ میرے میاں حضور ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں اپنی اہلیہ مکرمہ کو لے کر حج و زیارت کو تشریف لے گئے اس موقع پر

خصوصی طور پر میاں حضور نے مجھ کو "میلاد شریف" پڑھنے کے لئے بھنوڑی شریف بلایا۔ پھر میں میاں حضور کے ساتھ بھینسوڑی شریف سے لکھنؤ پھر لکھنؤ سے دہلی۔ یہاں تک کہ میاں حضور حج و زیارت کے لئے ہوائی جہاز سے روانہ ہو گئے۔ بڑی ناشکری ہو گی اگر یہ نہ عرض کردوں کہ میرے میاں اپنے ہر مرید کو بلکہ یگانے اور بیگانے کو بہت پیار کرتے ہیں اور ہر مرید بالکل یہی محسوس کرتا ہے۔ کہ میاں حضور مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ہر مرید کو یہی احساس ہونا بھی چاہئیے۔ مگر یہ بات سب پر روشن ہے کہ "میاں حضور مجھ کمترین" ابوالمحمود محمد مظہری، فصاحتی" سے امتیازی، انفرادی محبت کے ساتھ قدر اور لحاظ بھی فرماتے ہیں۔ اور اسی بے نظیر و بے مثال قدر و محبت کی بنیاد پر حضرت مخدوم گرامی قبلہ مصباح میاں مدظلہ اور حضرت مخدوم گرامی قبلہ فرحت میاں مدظلہ بھی انتہائی شفقت اور لحاظ فرماتے ہیں۔ ہاں صاحبِ استطاعت پر حج ضرور فرض ہے۔ مگر حج کی یہ نعمت کس در اطہر سے ملی؟

بڑے پتہ کی اور بڑے ایمان کی بات کہی ہے امام اہلسنت قدس سرہٗ نے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

حضور مالکِ کونین، رحمۃ اللعالمین، سیدنا و سید الکل، احمدِ مجتبیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی رحمت انسانوں پر، فرشتوں پر، جنوں پر، ہر مخلوق پر، سب ان کی رحمت کے حاجتمند۔ حد تو یہ ہے کہ ؎

کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی
اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

میرے میاں حضور پر رسولِ کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے انتہا رحمت کی بارش فرمائی۔ حج مبارک اور زیارت شریف کے لئے سعودیہ عربیہ مدینہ طیبہ اور مکۂ معظمہ کے علاوہ دیگر ملکوں سے آئے ہوئے حجاج اور زائرین حلقۂ ارادت میں بہت ہی ذوق و شوق کے ساتھ داخل ہوئے اور کتنے خوش نصیبوں کو خلافت کی نعمت بھی عطا فرمائی۔

بمبئی وغیرہ کا سفر

ہندوستان کا کوئی ایسا صوبہ نہیں ہے جہاں "میاں حضور" تبلیغ وارشاد کے لئے تشریف نہ لے گئے ہوں۔ ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر قریہ میں تشریف نہیں بھی لے گئے ہیں۔ تو تقریباً ہر شہر، قصبہ، قریہ میں آپ کے مریدین خلفائے مجاز آپ کے مریدین کے مریدین اور ان مریدین کے خلفاء مجاز ملیں گے۔ اور سب ہی کم و بیش سلسلۂ علیہ کا کام کر رہے ہیں۔ آپ ہر سال اجمیر شریف کے عرس مبارک کے بعد بلا ناغہ عروس البلاد بمبئی، بھیونڈی وغیرہ ضرور تشریف لے جاتے ہیں۔ ان تمام مقامات میں کافی مریدین ہیں اور برابر ہوتے رہتے ہیں۔ اور کتنے خوش نصیبان خلفاء مجاز سلسلۂ علیہ کی خوب خوب خدمت بھی کر رہے ہیں۔ اور یہ بڑے کرم کی بات ہے کہ صوبۂ مہاراشٹر اور دیگر صوبوں سے ہر سال مریدین خلفاء مجاز معتقدین عرس رضائی، عنایتی، راحتی میں حاضر ہو کر فیوض و حسنات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

خلفاء مجاز

مریدین کی تعداد تو حد شمار سے کہیں زیادہ۔ کیونکہ مرید شماری۔ قلمبندی کا دستور اور اہتمام نہ تو اگلے بزرگوں کے زمانہ میں تھا اور نہ آج ہے۔ مگر حیرت نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟

کہ مریدین کافی مدّت کے بعد آتے ہیں۔ مگر دارہ نے "میرے میاں" فوراً ہی پہچان لینا۔ خیریت پوچھنا، خود نام بتانا۔ توجّہ دینا ناشتہ وغیرہ کرانا سچ ہے کہ پیری، مریدی کا تعلق، رابطہ، نسبت دل سے ہے نہ کہ کاغذ اور رجسٹر سے اور بفیض مرشد ایسا سابقہ مجھ کو بھی پڑا کرتا ہے۔

حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم جب پاکستان تشریف لے گئے تھے تو وہاں بھی کافی بندگانِ خدا مرید ہوئے تھے۔ اور سرکار صاحب سجادہ نے بہتوں کو خلافت واجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔ ہندوستان میں آپ کے خلفاء مجاز کی تعداد بھی کم نہیں۔ صرف نام ہی لکھوں تو کتاب کے کئی صفحات درکار ہوں گے۔ صرف مخصوص اور زیادہ کام کرنے والے خلفاء مجاز کے تذکرے کئے جا رہے ہیں۔ آخر کیوں؟

۱۔ اس مختصر میں اتنی گنجائش کہاں؟ ضخامت بڑھ جائے گی۔ اسی وجہ سے بہت سے مضامین کو تشنہ رکھا یا بالکل بیان ہی نہیں کیا۔

۲۔ کثرت کار۔ گھریلو مصروفیات، سفر۔ اہلیہ مرحومہ، مغفورہ کا ۲۴ر شوال المکرم ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۹۹ء بروز جمعرات بعد نماز فجر انتقال ہو جانا۔ اہلیہ مرحومہ، مغفورہ نہایت ہی سلیقہ شعار باوفا نماز روزہ کی پابند، سلسلہ کی نہایت ہی دلدادہ اور میری مریدہ بھی تھیں "اللھم اغفر لھا" دو صاحبزادے۔ (۱) حافظ محمود الرحمٰن سلمہٗ (۲) مولانا صفات الرحمٰن سلمہٗ اور ایک صاحبزادی بی بی فاطمہ اور ایک پوتا "صبغۃ الرحمٰن" چھوڑا۔

تصنیف، وتالیف کے لئے سب سے ضروری اور بنیادی چیز یکسوئی ہے اور یہی کمیاب بلکہ نایاب اور پھر عادت ایسی کہ جس کتاب کا حوالہ

دیباچاً اصل کتاب دیکھ کر، سامنے رکھ دیا جائے اور یہ والد مخدوم حضرت عارف ربانی، مولانا الحاج محمد سجادؒ قدس سرہٗ اور والدہ مخدومہ رحمۃ اللہ علیہا کا بے حد احسان ہے کہ دینی علوم و فنون۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف وغیرہ میں ہزاروں ہزار کتابیں فراہم کر دی ہیں کہ کسی اور جگہ سے لینے کی ضرورت بہت ہی کم پڑتی ہے۔

یوں تو ہر خلیفۂ مجاز اپنی جگہ مہتم بالشان ہے۔ مگر ذیل میں چند منتخب خلفاء مجاز کے تذکرے پیش نظر ہیں۔

(۱) جناب محترم صوفی فضل احمد صاحب راحتی لکھنوی (۲) جناب محترم صوفی غلام رسول صاحب راحتی لکھنوی خادم درگاہ حضور دادامیاں (۳) جناب محترم صوفی عبدالغنی صاحب راحتی لکھنوی بجلی خادم حضور دادامیاں یہ خوش نصیب عرس دادامیاں میں بجلی کی سجاوٹ اور اس سے متعلق دیگر ضروریات بہت ہی حسن اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ بجلی کی سجاوٹ۔ ضرورت درگاہ شریف کے علاوہ دور دور تک رہتی ہے۔ اول الذکر دو بزرگان جناب محترم صوفی فضل احمد صاحب راحتی اور جناب محترم صوفی غلام رسول صاحب راحتی سلسلۂ علیہ کی اشاعت و توسیع کا کام خوب کرتے ہیں۔ اور اکثر سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم کے ساتھ سفر وغیرہ میں بھی رہتے ہیں۔ ان تینوں خلفاء مجاز کی خلافت و اجازت کا اعلان حضرت راحت پاک نے اپنی حیات ظاہری میں نہیں کیا تھا۔ ان تینوں خوش قسمتوں کی خلافت و اجازت کا اعلان حضور راحت پاک کی جانب سے سرکار صاحب سجادہ نے کیا۔ یہ تینوں صاحبان راحت پاک کے خلفاء مجاز ہیں۔

اپنے پیرزادہ حضور سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم کو بالکل پیر و مرشد کی طرح مانتے ہیں۔ ادب و احترام، عقیدت و محبت اس سلسلۂ علیہ کی مخصوص تعلیم ہے۔ (۴) صوفی معین الدین فنا راحتی، لکھنوی

(۵) صوفی محمد عارف میاں فصاحتی لکھنوی (۶) صوفی احسان الدین میاں فصاحتی بلیاوی۔ یہ تینوں حضرات سرکار صاحب سجادہ دامت برکاتہم کے مرید بھی ہیں۔ اور خلیفۂ مجاز بھی سلسلہ کا کام بہت لگن اور دھن سے کرتے ہیں۔

۱۔ مرحوم، مغفور جناب صوفی سعید احمد صاحب فصاحتی، یہ مرید بھی ہیں اور خلیفہ مجاز بھی۔ میاں حضور کے نہایت ہی دلدادہ، نہایت ہی گرویدہ مرحوم بھائی صاحب کو توسیع سلسلہ کی ایک پکی دھن اور لگن تھی۔ مرحوم بھائی سعید احمد فصاحتی کے گھر میں محلہ المنڈی بنارس میں "میاں حضور" نے سب سے پہلے خانقاہ جہانگیریہ رضائیہ قائم فرمایا۔ آج سے تقریباً دس برس پہلے تقریباً بعمر پچپن ۵۵ سال انتقال کر گئے۔ بھائی مرحوم و مغفور سعید احمد فصاحتی بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ مردم شناسی ان کا جوہری وصف تھا میری بہت ہی قدر و محبت کرتے تھے۔ سلسلۂ علیہ کا کام خوب کیا۔ مریدین اور خلفاء کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے۔

۲۔ مرحوم و مغفور صوفی غلام محمد صاحب فصاحتی (بکرٹ والے)۔

۳۔ مرحوم و مغفور صوفی بنّا فصاحتی (ٹوپی والے) ساکنان محلہ المنڈی بنارس یہ دونوں مرحوم بھائی صاحبان میاں حضور کے مرید بھی ہیں اور خلیفۂ مجاز بھی "میاں حضور" سے انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ سلسلۂ علیہ کی اشاعت سے بہت ہی لگاؤ تھا۔ مصروفیت کی

وجہ سے مرید نہ کرسکے، خدا کو یہی منظور تھا، مریدین ہوتے ان میں
کوئی خلیفہ مجاز ہوتا تو ان دونوں خوش نصیبان کی نسلِ روحانی چلنے
کا بہت ہی امکان تھا۔ مرضی مولا کے آگے بس کس کا؟
(۴) جناب صوفی منظور احمد صاحب فصاحتی۔ مرید بھی ہیں اور
خلیفہ مجاز بھی، سرکاری ملازمت کے باوصف بندگان خدا کو مرید کرنا۔
تعلیم وارشاد کرنا" میاں حضور" کے کام کو دھیان سے دیکھنا اور کرنا۔ اپنے
پیر بھائیوں سے ملنساری کے ساتھ ملنا جلنا یہ ان کی خاص خوبی ہے۔
(۵) صوفی عبدالرحمٰن فصاحتی (۶) صوفی قاسم علی فصاحتی۔
(۷) صوفی مختار احمد شیشہ والے فصاحتی (۸) صوفی بشیر میاں فصاحتی
(۹) صوفی سراج الحق میاں فصاحتی، ان کے علاوہ اور بھی خلفاء
مجاز ہیں تمام ہی مریدین اور خلفاء مجاز کام میں پوری طرح سے لگے رہتے ہیں
ان تمام خلفاء مجاز کا ذکر حصہ دوم میں کروں گا۔ انشاء اللہ
کمترین ابوالمحمود محمد مظہری، فصاحتی کو حضور آقائے نعمت سیدی
مرشدی، مخدوم المشائخ، سند الاولیاء محبوب مصطفےٰ خواجہ الحاج محمد
فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم نے بانداز خسروانہ فراخدلانہ، بربنائے
روشن مستقبل، بے انتہا شفقت و محبت اور قدر و لحاظ کے ساتھ بہت
ہی مخصوص کریمانہ طریق پر مرید کیا۔ اور اپنا خلیفہ یافتہ بنایا۔
کرم ہے میرے کریم کا، پیر و مرشد کا، یا اللہ میرے شیخ کامل کی
برکتیں، نوازشیں نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں۔ آمین۔

خانقاہوں کا قیام

خانقاہوں کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور آج بھی ضرورت ہے۔ یہ خانقاہوں کا ہی فیض ہے کہ ہندوستان جیسا ظلمت کدہ انوار ایمانی سے جگمگا اٹھا۔ ذکرِالٰہی، تعمیر کردار، انسان سازی بالیدگی روح، روئیدگی ایمان کے لئے خانقاہیں وجود میں آئیں۔ اور ان ہی خانقاہوں کی بدولت صالح اور بار آور انقلاب ظہور میں آیا۔ ہم کو خامیوں کا اعتراف ہے اور خامیاں کہاں نہیں ہیں۔ مسجدوں میں نہیں ہیں کہ مدرسوں میں نہیں ہیں، خامیاں دور کی جائیں۔ مسجدوں کی بھی۔ مدرسوں کو بھی، خانقاہوں کی بھی۔ یہ تینوں چیزیں اپنی اپنی جگہ نہایت ہی ضروری ہیں۔ علماء ربّانیں، صوفیۂ عظام نے خدا داد صلاحیتوں سے ان تینوں مقامات سے دینِ مبین کی وہ نتیجہ خیز، مفید خدمات کی ہیں کہ جن کے بل بوتے پر ہم اسلام کے دامنِ کشا میں پناہ لے رہے ہیں۔

خانقاہ کا مخصوص فائدہ

خانقاہ کے فوائد اتنے زیادہ ہیں کہ شمار کرنا مشکل، شمار کرانا مشکل۔ کچھ تو اوپر بیان کردیئے گئے ہیں۔ اب ذیل میں ایک بہت ہی مخصوص فائدہ کی نشان دہی کی جا رہی ہے۔

ایصالِ ثواب"، بزرگوں کے فاتحہ اور ایصالِ ثواب کے زیر دامن اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، ددھیالی، ننھیالی سسرالی جمیع رشتہ داران، عزیز و اقارب، دنیا جہان کے تمام زندہ، مردہ مسلمانوں کو بھی ایصال ثواب ہو جاتا ہے۔ نیز ہر طرف سے آئے ہوئے برادرانِ طریقت۔ بزرگوں سے عقیدت و محبت رکھنے والے اکٹھا ہوتے ہیں آپسی خبر، خیریت معلوم ہوتی ہے۔ ایک دوسرے سے تعلق

بڑھتا ہے۔ جان پہچان ہوتی ہے۔ بھائی چارگی کو فروغ ہوتا ہے۔ عرس مبارک کے جہاں ان گنت فوائد ہیں۔ ان میں ایک خاص فائدہ یہی ہے کہ کہاں کہاں کے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ تعلقات بڑھتے ہیں۔ خیر سگالی کا ایک دل افروز ماحول بنتا ہے۔

اصحاب طریقت، شریعت کے امین اور پاسدار ہیں۔ شریعت طریقت تعبیر کے دو لفظ ہیں۔ مقصد ایک ہے، طریقت کا لغوی معنی راستہ جس راہ پر چل کر شریعت کا منشا پورا ہوتا ہے۔ اسی کو طریقت کہتے ہیں۔ شرعی امور پر دھیان دو۔ نماز بقید وقت جماعت کے ساتھ فرض کی گئی۔ جماعت کو واجب قرار دیا گیا۔ روزہ ایک مقرر مہینہ کے ساتھ فرض کیا گیا۔ حج اجتماعی طور پر مقرر تاریخ مقرر جگہ پر فرض کیا گیا۔ ان فرائض کے جہاں بے شمار فوائد و برکات ہیں۔ ممتاز اور مخصوص برکت آپسی تعارف ہے، میل، محبت ہے۔

اسی بنیاد پر "عرفانی" بھائی کی بڑی قدر و منزلت اور محبت ہوتی ہے۔ اسی شرعی قانون سے استفادہ کرتے ہوئے عرسوں اور خانقاہوں کا قیام عمل میں آیا ہے ارباب طریقت شریعت ہی سے استفاضہ کرتے ہیں۔ اب ذہن و فکر، فہم و دانش کے دریچے کھلے کہ ارباب طریقت شریعت کے پاسبان اور طرفدار ہیں اور ادب و احترام کے ساتھ شریعت پر عمل پیرا ہیں۔ حضرات صوفیۂ کرام ہی کا جیوٹ اور دل گردہ ہے کہ تعمیل شریعت پر گردنیں کٹوادیں۔ مونچھیں ترشوادیں اور احترام شرع میں اف تک نہ کیا۔ صوفیۂ کرام کے یہاں تاویل نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ شریعت پاک کا حکم ہے، سر تسلیم خم ہے۔ اس عنوان کے تحت حضور سیدنا شیخ محقق، امام عبدالحق محدث رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں

کئی بزرگوں کے واقعات درج فرمائے ہیں۔ طول بیانی کا اندیشہ نہ ہوتا تو کئی واقعات درج کتاب کرتا یہاں صرف ایک واقعہ پر اکتفاء کر رہا ہوں

ابوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

نام شرف الدین، ابوعلی کنیت، قلندر خطاب و مقام حضور شیخ شرف الدین ابوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی بربنائے بے توجہی حدِّ شرع سے زیادہ مونچھ بڑھ گئی۔ حضرت مولانا ضیاء الدین سنانی رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی پکڑ کر مونچھ تراش دی۔ تو حضور سیدنا ابوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ مارے خوشی کے فرماتے ہیں کہ میری "داڑھی شریعت کی تعمیل میں پکڑی گئی ہے۔

روضۂ او در پانی پت ست	روضہ پانی پت ہے فیض و
جائے پرفیض و پر حالت	برکت سے لبریز ہے زیارت
بزار و تبرک بہ قدس سرہٗ	کی جاتی ہے۔ برکت حاصل
اخبار الاخبار ص ۱۳۵	کی جاتی ہے۔

یا اللہ ان بزرگوں کے صدقہ میں اربابِ طریقت کو ایسا ہی والہانہ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کا سچا جذبہ اور ڈھنگ عطا فرما۔ آمین۔

آپ نے جو اوپر ملاحظہ فرمایا۔ یہ سب خانقاہ ہی کا فیضان ہے۔ اخبار الاخیار ص ۱۳۵ میں ہے کہ آپ اوائل عمر میں علم حاصل کیا مجاہدہ وریاضت سلوک کیا، مشہور مجذوب اولیاء اللہ میں ہیں آخر عمر میں مجذوب ہو گئے تھے اور اپنی ساری کتابیں پانی میں ڈال دیں۔ آپ کس کے مرید ہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضور محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے الخ عوام کی زبان پر "بوعلی" ہے صحیح "ابوعلی" ہے۔

اخبار الاخیار صـ ۱۱۵ میں ہے کہ حضور خواجہ ضیاء الدین شامی قدس سرہٗ انتہائی دیندار، متقی، شریعت کے پابند اور وقت کے مقتدیٰ تھے۔ آپ کی ایک کتاب "نصاب الاحتساب" ہے الحذ کمترین نے مطالعہ کیا ہے۔

بنارس کی زمین

بنارس کی سرزمین بھی ایسی برکت آموز اور زرخیز زمین ہے کہ جس کی خوبی لفظوں میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ بنارس اپنے وسیع، محبت آفریں سینہ میں ایسے ایسے لعل وگہر بآ رکھے ہیں کہ جن کی درخشانی سے سب چمک رہے ہیں، سچ ہے کہ اللہ والوں نے انوارِ الٰہی سے بنارس کو ہمدوشِ ثریا بنا دیا۔ بے شمار علماءِ ربانین، شہدائے اسلام اولیائے کرام کے مزارات طیبہ سے بے شمار بندگانِ خدا فیضیاب ہو رہے ہیں۔

قطب بنارس حضور سیدنا شاہ محمد طیب بنارسی فاروقی قدس سرہٗ کا مزار پاک منڈواڈیہہ بنارس میں رحمت وکرم کا گنجینہ ہے۔ ۷ر شوال المکرم ۱۰۴۲ھ بروز دوشنبہ وصال فرمایا۔ اسی تاریخ مذکور میں ہر سال آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے۔ اہلِ بنارس عقیدت ومحبت میں اس عرس شریف کو "چھوٹی عید" کہتے ہیں۔ آپ کی درگاہ کے احاطہ سے باہر تالاب کے پچھم اور دکھن جانب ایک بڑا احاطہ ہے جس کو بنارس والے بڑی درگاہ کہتے ہیں۔

اسی احاطہ میں آپ کے والد ماجد ولی ربانی شیخ معین الدین فاروقی قدس سرہٗ اور آپ کے خاندان عالی کے دیگر بزرگوں کے مزارات مبارکہ ہیں۔

حضور قطبِ بنارس شاہ طیب رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ چشتیہ

نظامیہ، سہروردیہ میں مخدوم العلماء خواجہ کلاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضور مخدوم الاولیاء خواجہ تاج الدین جھونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ اور سب سے خصوصی اور انفرادی بات یہ ہے کہ حضور قطب بنارس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور شیخ محقق امام الحق محدث رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی ہیں۔ اور مرید وخلیفہ بھی۔ ہندوستان کو انوار نبوت سے اول اول روشن کرنے والے حضور شیخ محقق ہی ہیں۔ آپ کا احسان ہندوستان کے ذرہ ذرہ پر، مجھ کمترین کو حضور شیخ محقق سے بے پناہ عقیدت و محبت ہے۔ تقریریں، تحریریں ان کا حوالہ دیئے بغیر کام نہیں چلتا آپ کی ہر تحقیق مسلّم ہے۔ آپ سراپا علم وتقویٰ ہیں منبع ولایت وکرامت ہیں۔ آپ کی تمام کتابوں کی سطر، سطر سے عشق نبوی کا شیریں چشمہ پھوٹتا ہے۔ قدرت نے آپ کے قلم کو ہر لغزش وجرم سے محفوظ رکھا ہے اور یہی طرز بیان یہی صاف ستھری سیرت آپ کے شاہزادہ حضرت شیخ نور الحق[1] محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی ہے۔ بخاری شریف کی شرح "تیسیر القاری" اس حقیقت پر دلیل ناطق ہے۔

حضرت شیخ محقق امام عبدالحق رضی اللہ عنہ سلسلۂ قادریہ (۲) شاذلیہ (۳) مدنیہ (۴) چشتیہ میں مرید وخلیفہ ہیں۔ حضور قطب ربانی شیخ عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ کے اور نقشبندیہ نسبت حضور خواجۂ بزرگ سر اللہ الاعظم سیدنا محمد باقی رضی اللہ عنہ سے پائی ہے۔

تکملہ اخبار الاخیار ص ۳۷۵۔

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ والرضوان کی تاریخ ولادت "شیخ اولیاء" ہے جس کا عدد نو سو اٹھاون ۹۵۸ ہجری ہے۔ اور تاریخ رحلت "فخر العالم" ہے۔ جس کا عدد دس سو باون ۱۰۵۲ ہجری ہے۔ (از مآثر الکرام)

---

[1] تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری۔ اور شرح مسلم شریف آپ نے لکھی ہیں نو سو ۹ سال کی عمر میں ۱۰۷۳ھ میں انتقال کیا ہے تاریخ وفات "شیخ الاسلام" ہے۔ حدائق حنفیہ ص ۴۱۸،

بنارس پر فخر العارفین کی نظرِ کرم

حضور سیدنا شاہ عبد الحئی فخر العارفین رضی اللہ عنہ (چاٹگام شریف بنگلہ دیش) بنارس میں کئی بار تشریف لا چکے ہیں اور حلقۂ ذکر و ارشاد اور سماع کی محفلیں بھی قائم کی ہیں۔ محلہ دالمنڈی رنگیلے شاہ کی مسجد کے حجرہ میں قیام فرمایا ہے۔ جمعہ کی نماز پڑھائی ہے۔ جس منبر پر آپ نے خطبہ دیا ہے۔ اور جس محراب میں نماز پڑھائی بدستور آج بھی قائم ہے جو ہم جہانگیریوں کے لئے باعثِ سرور اور یادگار ہے۔ آپ عرصہ تک مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور یوپی میں شیخ الحدیث تھے۔ اور جس کمرہ میں آپ قیام کرتے تھے۔ اس کو اس زمانہ سے لیکر آج تک نسلاً بعد نسلٍ مالکان بر بنائے عقیدت و محبت اور یادگار صاف ستھرا محفوظ اور بالکل خالی رکھا ہے جبکہ اس زمانہ میں مکان اور زمین کی نہایت ہی قلت اور ضرورت ہے۔ آپ نے ۱۳۲۹ھ اپنے آبائی وطن چاٹگام شریف میں انتقال فرمایا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ و اسعۃ۔ اکیاسی سال ہوگئے پردہ کئے۔

آپ نے بہت ہی مدلل، مبرہن، ضخیم عربی میں مزامیر کے ساتھ سماع کے جائز اور درست ہونے پر کتاب تالیف فرمائی ہے نیز حضرات اہلبیت اطہار علیہم السلام کو بالاستقلال "علیہ السلام" کہنے اور لکھنے کے ثبوت میں قرآن و حدیث اور فقہ کے اماموں کے حوالوں سے اور متقدر ایک سو ساٹھ علماء اعلام کی تحقیقات سے معمور ایک رسالہ مبارکہ بھی لکھا ہے مزید تفصیل کے لئے "سیرت فخر العارفین" مؤلفہ حضرت شیخ الاسلام حکیم سکندر جہانگیری رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ فرمائیں۔

بنارس پر قطب الاولیاء کی نظر کرم

حضور قطب الاولیاء خواجہ محمد نبی رضا شاہ قدس سرہ عرف دادامیاں اپنے پیر و مرشد حضور سیدنا شاہ فخر العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی اور تنہا بھی کئی بار بنارس تشریف لا چکے ہیں اور اہل بنارس کو اپنی کریمانہ نظر سے خوب نوازا ہے۔ اعجاز جہانگیری ص۲۵ میں ہے کہ " بنارس شہر میں سلسلہ عالیہ کے خدام کثیر التعداد ہیں۔ نیز ص۳۴ میں ایک مرید" میاں جان " تارکش کا بھی بیان مرقوم ہے۔ بنارس میں حضور سند السالکین خواجہ محمد راحت حسن شاہ علیہ الرحمۃ بھی تشریف لا چکے ہیں۔

بنارس پر مخدوم المشائخ کی نظر کرم

جہانگیری، رضائی، عنایتی راحتی فیضان کا سلسلۂ کرم ادپر ہی سے آرہا ہے۔ حضور سیدی، مرشدی، مخدوم المشائخ، سند الاولیاء محبوب مصطفٰے خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم سجادہ نشینی کے بعد سب سے پہلی خانقاہ برادر بزرگ صوفی سعید احمد فصاحتی مرحوم و مغفور کے گھر محلہ ڈالمنڈی متصل مسلم مسافر خانہ بنارس میں قائم کی اور اسی موقع پر عنایتی، راحتی فاتحہ شریف مورخہ ۲، ۳، ۴، ۵، جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء کا آغاز فرمایا۔ جو آج تک ان مذکورہ بالا تاریخوں میں مسلسل بلا ناغہ ہوتا چلا آرہا ہے۔ تمام تقریبات ذکر میلاد شریف حلقۂ ذکر و فاتحہ، قل شریف، رنگ محفل، تقسیم لنگر شریف انجام پا رہے ہیں۔ اور بزرگوں کے فیض و کرم سے پاتے رہیں گے۔ انشاء اللہ پہلا انتخاب بنارس ہی کا ؟ پہلی نظر التفات اہل بنارس ہی پر ؟ یہ کم کرم نہیں ہے میرے کریم کا۔ بنارس والے اپنی فیروز مندیوں پر جتنا بھی ناز اور رقص و سرور کریں کم ہے۔ حق یہ ہے کہ بنارس کو " میاں حضور " کی نظر

لگ گئی اور بنارس "میاں حضور" کے نذر ہو گیا۔

صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ صلی اللہ علیک وسلم

خانقاہوں کی مختصر تفصیل

پہلی خانقاہ۔ دالمنڈی، بنارس۔

دوسری خانقاہ۔ کلیر شریف۔

تیسری خانقاہ۔ بمبئی

چوتھی خانقاہ۔ بھیونڈی

پانچویں خانقاہ۔ رام نگر، ضلع۔ نینی تال،

چھٹویں خانقاہ۔ آگرہ شریف۔

ساتویں خانقاہ۔ فرید پور۔

آٹھویں خانقاہ۔ سہارن پور۔

اتنی خانقاہوں کا مجھے علم ہے باقی خانقاہوں کا ذکر حصہ دوم میں ہوگا۔ انشاءاللہ۔

خانقاہ کا لغوی معنیٰ:- یہ لفظ خان اور قاہ سے مرکب ہے، خان کے معنیٰ "گھر" "قاہ" کا معنی پھوس یعنی پھوس کا گھر پہلے کی خانقاہیں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ خانقاہیں تو پھوس اور گھاس کی ہوتی تھیں مگر خانقاہ والوں کے دل ایمان دنور سے آباد ہوتے تھے، خانقاہیں ملتِ اسلامیہ کی زینت ہوتی تھیں۔ کتاب "مصباح الہدایت" کے مصنف لکھتے ہیں۔ بنائے خانقاہ بر صنعتے کہ اصل وضع اوست زینتے ست از زینتہائے ملت اسلام مصباح الہدایت صـ ۱۵۳، حضور سیدنا شیخ الاولیاء نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خان بمعنی خانہ، گھر اور "قاہ" کا معنی عبادت اور دعا۔ یعنی عبادت و دعا کا گھر۔ دونوں معنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

تعمیرات

تعمیری کام کتنا اہم ہے، اس کی دقّت واہمیت کا صحیح احساس وہی کرسکتا ہے جس کو اس کام سے سابقہ پڑا ہے یا پڑ رہا ہے۔ جہد مسلسل وقت کی قربانی، مشکلات کی فراوانی، مگر واہ رے "میرے میاں حضور" کا استقلال عزم وصبر تن تنہا نکلنا اور ہر مہم کو سر کر دینا۔ بس یہ آپ ہی کا حصہ اور حوصلہ ہے۔ یہ سب فضلِ خدا، فضلِ مصطفیٰ کا مرہون منت ہے۔

پہلی تعمیر — حضرت راحت پاک کے مزار کی تعمیر۔
دوسری تعمیر — کلیر شریف میں ۔۔۔ء میں خانقاہ کی تعمیر۔
تیسری تعمیر — لکھنؤ میں درگاہ دادا میاں میں کمروں اور دالان کی تعمیر۔
چوتھی تعمیر — بھسینوڑی شریف میں نشست گاہ کی تعمیر۔
پانچویں تعمیر — بھیمنڈی میں خانقاہ کی تعمیر۔

ان تعمیرات مذکورہ کا ذکر اپنی جانکاری پر کیا ہے، باقی اور تعمیری کام کتنے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔

کیونکہ تعمیری کام برابر جاری ہے ان تعمیرات کا ذکر حصہ دوم میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔

ابوترابی رنگ و نسبت

حیرانی ہے، عقل و خرد کی توانائی دنگ ہے کہ جو ذات ہر طرح سے صاحب وجاہت ہو، افغانی نسب ایسا کہ ہر طرف سے صاف، ستھرا، بے داغ نسل کو محفوظ رکھنے کا بے حد اہتمام کہ کہیں سے کسی قسم کا کوئی خلط ملط نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع سے آج تک بچہ بچہ ایک شکل و شباہت کا دینی دنیوی ہر لحاظ سے بہرہ مند، جمال بھی، جلال بھی، رعب بھی، وقار بھی — فصاحت اور لطافت بھی، اور ساتھ ہی ساتھ بے مثال تواضع اور خاکساری بھی، فروتنی اور کرم گستری بھی، زندہ دلی اور رحم فرمائی بھی "صبغۃ اللہ" کی تفسیر اور "تخلقوا باخلاق اللہ" کی شرح بھی، کشادہ روئی اور خندہ جبینی بھی، انکساری اور ملنساری بھی۔

آخر ایسا کیوں؟ ۔ جو سلیم الطبع انسان بھی "میرے میاں حضور" کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرے گا اس کا ضمیر پکار اٹھے گا کہ "میاں حضور" پر صبغۃ اللہی اور ابوترابی نسبت بہت ہی کرامت آفریں طور پر اثر انگیز ہوئی ہے "اللہی رنگ" اور "ابوترابی" نسبت کے آپ عکس جمیل ہیں۔

بخاری شریف جلد اوّل ص۵۱۸ میں ہے کہ حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد حضور سیدنا ابوتراب علی مرتضیٰ مولا مشکل کشاء کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "ابوبکر" پھر استفسار کیا کہ کون؟ فرمایا "عمر" پھر میں اس ڈر سے کہ "عثمان" کا نام لے لیں گے میں نے عرض کیا کہ پھر آپ؟ تو ارشاد فرمایا کہ ؎

ما انا الا رجل	اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس میں مسلمانوں میں
من المسلمین	سے ایک (معمولی) آدمی ہوں۔

یہ کس کا ارشاد ہے، ان کا ارشاد ہے جن کا نام پاک ہی علی ہے علی بے انتہا بلند، نام میں علی ذات میں علی حسب ونسب میں علی، انسانیت ولایت میں علی، بے پناہ بلند کہ ان سے جن کی نسبت ہوگئی وہ بلند جس سلسلۂ تصوف کو ان سے نسبت ہے وہ بلند حضرت عارفِ رومی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ مصرع

افتخار ہر نبی وہر ولی ۔ یہ بلند ان کی اولاد فاطمی بلند، ہے کوئی حد ان کی بلندی کی؟ ہے کوئی اس باب میں ان کا ہمدوشِ رتبہ؟ کوئی نہیں۔

سلسلۂ علیہؒ کی وجہ تسمیہ

کئی وجہیں ہیں۔ صرف دو بیان کی جا رہی ہیں۔ (۱) ہر سلسلۂ تصوف کے مرکزِ اعظم مولا علی ہیں (۲) ہر صوفی، ہر ولی کے والدِ اعظم مولا علی ہیں کرم اللہ وجہہ میں نے والدِ اعظم قصداً لکھا ہے۔ جو کوئی جس دن مرید ہوتا ہے اس روز اس کی ولادتِ معنوی ہوتی ہے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ روحانی معنوی والدِ اعظم ہیں، "سیرت فخر العارفین" تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف کے مسلّم مقتدیٰ، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ اپنی کتاب تفسیر "مظہری" صہ ۱۹۹ میں لکھتے ہیں کہ ؎

علیؓ رضی اللہ عنہ ابو الصوفیۃ اجمعین

علی رضی اللہ عنہ تمام صوفیہ کے باپ ہیں۔

جب تمام صوفیہ عظام کے پدر بزرگوار مولا علی کرم اللہ وجہہ ہیں تو باپ ہی کے نام سے سلسلہ بھی ہونا چاہیئے۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کا نام

اپنے پیر و مرشد حضور سیّدنا قطب الوقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام اقدس "مظہر" کی نسبت سے استفاضہ کرتے ہوئے "تفسیر مظہری" نام رکھا ہے۔ یہ ہے مرشد سے حسنِ عقیدت و تعظیم اور حصول برکت، لکھے مرید نام دے پیر و مرشد کا۔

نسبت بھی کیسی چیز ہے داماںِ یار سے
بے فکر جی رہا ہوں ہر اعتبار سے

دوسری وجہ یہ ہے "تفسیر مظہری" ص ۳۸/۵ میں ہے کہ

وصفنا الصوفیّة بالعلیّة لعلوئهم درجة لانتسادهم الی علی رضی الله عنه فانه قطب هٰذا المقام

ہم نے صوفیہ کو "علیّہ" سے موصوف کیا ہے کہ ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے، اس لئے کہ ان کو علی رضی اللہ عنہ سے نسبت ہے کیونکہ وہ قطب ولایت ہیں۔

ہاں پھر پڑھو اور بار بار پڑھو تاکہ ایمان و روح کو بالیدگی، روئیدگی تر و تازگی نصیب ہوتی رہے۔

ابو ترابی ارشاد ہے کہ

ما انا الا رجلٌ من المسلمین،

میں کچھ نہیں ہوں۔ صرف مسلمانوں میں سے ایک (معمولی) آدمی ہوں

اب عربی گرامر کی روشنی میں ملاحظہ کرو، "ما اور الّا" کی نفی و اثبات نے حصر کا معنی تو پیدا ہی کر دیا تھا "رَجُلٌ" کی تنکیر تحقیر نے سونا پر سہاگہ کا کام کر دیا۔ زبان کا ذوق سلیم رکھنے والے خوب محظوظ ہو رہے ہوں گے کہ اس مختصر سی بلاغت آب عبارت میں کلام کا جو اعجاز ہے، نبوت کے بعد بس یہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کا یہ ارشاد

اقدس اور پھر اسی خطِ مستقیم پر آپ کی پوری زندگی۔ ایسا ایثار، ایسا تواضع۔ ایسی انکساری، ایسی بے نفسی کہ نفس کو ذرہ برابر بھی دخل نہیں، نفس مر گیا۔ نفس ہے ہی نہیں۔ نبوت کے بعد کوئی مثال ہے ہی نہیں۔ اسی بے نفسی کو اہل دل فنائے نفس کہتے ہیں۔ اور اسی نسبت کو نسبت اہل بیت اطہار علیہم السلام کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث[۱] دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قول الجمیل مع شفاء العلیل صا۹ میں لکھتے ہیں کہ۔

منها النسبة كسر النفس	نسبت کی ایک قسم نفس کو
والتبرى عن حظوظها	توڑنا ہے اور نفس کی لذتوں
وكان سيدى الوالد	سے الگ رہنا ہے۔ میرے
يسمّيها النسبة اهل	پیر میرے والد اس نسبت
البيت۔	کو نسبت اہل بیت کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے والد قطب الوقت مولانا شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ ہیں۔ جو پیرومرشد بھی ہیں۔

یہی ہے فنا پھر اس کے بعد ہے بقاء۔ فنا اور بقاء، صوفیانہ اصطلاح ہے۔ حضور سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ اپنے رسالہ "فناء لبقاء" میں لکھتے ہیں کہ صوفی وہ نہیں ہے کہ چلہ کشی کر کے، خلوت میں بیٹھ کر ریاضت کرے، اگر ان سب کے بعد نفس باقی ہے تو وہ صوفی نہیں ہے، بلکہ صوفی وہ ہے کہ خود باقی نہ رہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے جس کا تذکرہ پچھلے اوراق میں کر چکا ہوں۔

---

[۱] آپ اپنے زمانہ میں جملہ علوم و معارف میں یکتا تھے آپ نے کافی کتابیں لکھی ہیں آپ کی ولادت بروز چہار شنبہ، ۴ شوال المکرم ۱۱۱۴ھ ہے تاریخ وفات "معتدلے دقیقہ شناس" ہے یعنی ۱۱۷۶ھ حدائق حنفیہ ص۴۴۸

دستخط ملاحظہ کرو

عقل گم ہے یا اللہ جو ذات نہایت ہی صاف ستھری صحیح النسل، وجیہ النسب، افغانی ہو جس کے نام کے ساتھ لفظ "خان" کا ہونا صرف ضروری ہی نہیں ہے بلکہ طغرائے امتیاز بھی ہو، اس کا صرف یہ دستخط "محمد فصاحت حسن عفی عنہ" کتنا سادہ، کتنا بے لوث، کتنا مجوب، کتنا دلکش، کتنا نورانی دستخط ہے۔ "محمد فصاحت حسن عفی عنہ" انکساری، خاکساری کی ایسی نظیر ڈھونڈنے سے بھی کہیں نہ ملے گی۔ اس وصفِ بے مثالی میں کوئی بھی آپ کا قسیم وسہیم نہیں، یہ آپ کی انفرادی مثال ہے، کوئی ساجھی نہیں۔

"عفی عنہ" پر ذرا دھیان دو۔ بارگاہِ الٰہی میں عجز و بندگی، معافی طلبی، خواستگاری، یہ تنہا صرف میرے ہی دل کی آواز نہیں ہے، بلکہ پوری دنیا پکارے گی کہ یہ ہے فنائے نفس، یہ ہے فقیری، یہ ہے ابو ترابی، حضور ابو ترابؑ مولیٰ مشکل کشا، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے معنوی، روحانی، فرزندِ ارجمند "فصاحت حسن" کو اپنی تمام نسبتوں سے بالخصوص "نسبت ابوترابی" سے خوب، خوب مالا مال فرمایا ہے۔ میرے میاں حضور فنائے نفس کی تعلیم وتلقین اپنے مریدین اور وابستگان کو بھی دیتے ہیں۔ اور مریدین اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ فیاض اور سخی کو عموماً اپنی سخاوت اور فیاضی پر ناز آ ہی جاتا ہے غرور اور تکبّر پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ کمال انسانیت یہ ہے کہ دریا دلی بھی ہو اور خاکساری بھی۔

حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

اکسیر سے بڑھ کر ہے دولت خاکساری کی۔
جہادِ نفس کا شاید یہی مالِ غنیمت ہے۔

ایک اور صاحبِ دل فرماتے ہیں کہ۔

تواضع کا طریقہ صاحبو سیکھو صراحی سے
کہ ہے فیض بھی جاری اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

خاکساری ہو مگر ریاکاری نہ ہو

حضور سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ بناوٹ سے سر جھکائے ہوئے ہے کہ میں پارسا اور نیک ہوں۔ فرمایا اے ٹیڑھی گردن والے گردن سیدھی کر خشوع دل میں ہوتا ہے، گردن میں نہیں۔
"کیمیائے سعادت"

حضور سیدنا حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے منطق و فلسفہ اور جملہ علوم و فنون کے امام، لیکن اللہ جل شانہٗ تک پہونچنے کیلئے یہ ظاہری علم ان کو کافی نہ ہو سکا۔ منطق و فلسفہ سے توبہ کر کے باطنی تربیت حاصل کرنے کے لئے "حضور سیدنا امام الاولیاء خواجہ علی فارمدی طوسی رضی اللہ عنہ کے آستانہ پر حاضر ہونا پڑا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد و مرشد حضور عارف ربّانی شاہ عبد الرحیم قدس سرہٗ" ارشاد رحیمیہ" صہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ:

خواجہ علی فارمدی طوسی است	خواجہ علی فارمدی طوسی خراسان
کہ از کبار مشائخ خراسان د	کے بڑے مشائخ میں سے ہیں جن سے
حجۃ الاسلام امام محمد غزالی را	حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے علم
تربیت در علم باطن از ایشاں است	باطن میں تربیت پائی ہے۔

اہلِ دل سے تربیت حاصل کرو
ان سے حق کی معرفت حاصل کرو
شیخ سے سچی عقیدت چاہیئے
مختصر یہ ہے محبت چاہیئے
فیض باطن اس سے حاصل کیجئے
باطنی نسبت بھی اس سے لیجئے۔
ان کا جوار شاد ہے اکسیر ہے
آدمی بن جائے وہ تاثیر ہے

اب ذیل میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور آفاق کتاب "کیمیائے سعادت" سے خاکساری اور تواضع کے سلسلے میں بلند پایہ اولیاء کیا علیہم الرحمۃ والرضوان کے چند ارشادات مبارکہ درج کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضور سیدنا خواجہ امام حسن بصری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ جب تو کسی کو دیکھے تو اس کو اپنے سے افضل جانے۔

۲۔ حضور سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے پر پکارے کہ اے لوگو! تم میں جو سب سے بدتر اور خراب ہے وہ باہر آئے تو میں سب سے پہلے باہر نکل آؤں گا۔

۳۔ حضور سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، حق بات اگر لڑکا یا کمتر سے کمتر کوئی بھی کہے قبول کر لو۔ حقیر نہ سمجھو۔

۴۔ حضور سیّدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی کسی کو اپنے سے بُرا سمجھتا ہے تب تک وہ متکبّر ہے۔ اور جب تک اپنے سے بہتر سمجھتا ہے تب وہ متواضع اور خاکسار رہے۔ اس قسم کے ارشادات و واقعات، کتاب "کیمیائے سعادت" میں بکثرت ہیں۔ سلوک و معارف، تصوف و اسرار شریعت میں علمائے ربانیّین، بلند مرتبہ صوفیۂ عظام رضی اللہ عنہم کی ایمان افروز کتابوں کی طرح یہ کتاب "کیمیائے سعادت" بھی نہایت ہی ایمان پرور اور مفید کتاب ہے۔

کوئی اگر یہ سوچے کہ کتابوں کے پڑھنے سے کیا فائدہ؟ تو اس کی یہ سوچ خام ہے۔ کتابوں کے پڑھنے سے بار بار بزرگوں کے حالات، واقعات،

تعلیمات، ارشادات کا مطالعہ کرنے سے دل پر اچھا خاصا اثر پڑتا ہے۔ اور صالح انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اللہ والی زندگی کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ کتابوں کا مطالعہ بھی نہایت ہی بار آور اور سودمند ہے۔

بہرکیف! سطور بالا سے یہ حقیقت پوری طرح سے ثابت ہوگئی کہ تکبّر، بڑائی خدائے ذوالجلال کی شان کبریائی ہے۔ نام ہی اس کا متکبّر ہے۔ اس کی ذات اکبر ہے اور بندہ کی اوقات ہی کیا ہے؛ بندگی، عجز و درماندگی اور بندوں میں رہ کر تواضع، خاکساری۔ کسی کو حقیر نہ سمجھنا بلکہ اس کی عزت افزائی۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

خاکساری تو ہو مگر چاپلوسی نہ ہو

خاکساری، انکساری، تواضع کے ضمن میں آپ اوپر بہت کچھ پڑھ چکے ہیں۔ خاکساری تواضع نہایت ہی محمود اور مسعود ہے۔ پسندیدۂ رب اور انسان ساز صفت ہے، نہایت ہی بہترین ہے۔ وہ شخص جو متواضع اور خاکسار ہے۔ مگر کسی طرح بھی کسی طرف سے بھی چاپلوسی، چمچہ گیری کا شائبہ تک بھی آنے نہ پائے، دانت چیارنا، لیموں نچوڑ ہونا، چاپلوس ہونا، حد درجہ مذموم ہے۔ یہ مردہ دلی ہے، زندہ دلی نہیں ہے۔ صوفی اور خاکسار کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بے جان ہو۔ مفلوج اور بے حس ہو، ذلّت پسند ہو۔ بزدل اور خوشامد پرست ہو۔

صوفی وہ ہے جس پر ابوترابی بھی اور اسداللّٰہی بھی ہمہ گیر پرتو پڑا ہو حضور مولائے کائنات، شیر خدا، ابوتراب، علی مرتضیٰ، کرّم اللہ وجہہٗ اور جمیع اہل بیت اطہار، صحابۂ اخیار، اولیائے عظام، علماء ربّانیین، شہداء اسلام

رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر باب فضل وخیر میں ہمارے مقتدیٰ اور امام ہیں ان نفوس قدسیہ کا ہر لمحۂ زندگی ہم سب کے لئے روشن اور بے داغ نمونہ ہے۔

میدان کارزار ہے تو صوفی مرد مجاہد ہو کر شمشیر بکف بنیان مرصوص کیطرح باطل کے سامنے ڈٹا ہے۔ جتنا باطل کی گردن کاٹنے کا حوصلہ ہے اتنا ہی حق کی حمایت کیلئے اپنی گردن کٹانے کا بھی جوش اور ولولہ ہے۔

صوفی کی زندگی کا انداز ہی نرالا ہے خانقاہ میں دیکھو تو اللہ اللہ کی ضرب ہے۔ تزکیۂ نفس، تنویر قلب وروح میں ہمہ توجہی اور پوری یکسوئی کے ساتھ مشغول ہے۔ مدرسہ میں دیکھو تو قال اللہ اور قال الرسول ہے۔ جلّ جلالہٗ، صلی اللہ علیہ وسلم، منبر پر دیکھو تو خطیب نور بار ہے محراب مسجد میں دیکھو تو امام ہے۔ صفوف مسجد میں دیکھو تو نمازی ہے، رات کے آخری پہر میں دیکھو تو تہجد گذار ہے۔ خدا کے ساتھ ہے تو مخلوق نہیں ہے اور بندوں کے ساتھ ہے تو نفس ہی نہیں۔ حضور غوث الوریٰ، محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد مبارک "کُن مع اللہِ کان لا خلق ومع الخلق کان لا نفس (فتوح الغیب شریف مقالہ،،) کا ترجمہ ہے۔

فتوح الغیب شریف کتب تصوف میں بے انتہا ایمان افروز اور بے غبار کتاب ہے۔ قرآن وسنت کی ترجمان ہے۔ اس کے لفظ لفظ میں معارف والبصائر کے ذخائر ہیں۔

صوفی گھر کے اندر ہے تو مزدور ہے۔ بال بچوں کا نگراں ہے۔ بازار میں ہے تو سچّا تاجر ہے۔ راہ خیر میں خرچ کرنا ہے تو بڑا ہی فیاض اور سخی ہے۔ اور راہ بد میں خرچ کرنا ہے۔ تو نہایت ہی تنگ دست ہے دینے کو ہے ہی نہیں۔ جبّاروں اور متکبّروں کے سامنے ہے تو سراپا غیظ وغضب

اور شعلہ بار ہے۔ اور مسکینوں اور کمزوروں کے ساتھ ہے تو مکمل عفو و کرم، محبت اور دلجوئی، نرمی اور فروتنی کی بے داغ، صاف ستھری تصویر ہے۔ پیر و مرشد کی بارگاہ میں ہے تو نمونۂ ادب اور بے ادبوں اور گستاخوں کے سامنے ہے تو شمشیر برہنہ خدا اور رسول کی رحمتوں کا بے حد امیدوار اور محتاج، بندوں سے نہایت ہی بے غرض اور بے نیاز۔ شریعت مطہرہ کا بہت بڑا پاسبان اور قدر دان اور ساتھ ہی ساتھ راز داں بھی۔

مختصر یہ ہے کہ صوفی وہ ہے جو اپنے پورے وجود میں ہر طرح سے شریعت اور طریقت کو رچا بسا لیا ہو۔ قانون کا نام شریعت ہے۔ اور اس قانون کے منشا اور تقاضا کو پورا کرنے کا نام طریقت ہے۔ طریقت کا معنی راستہ، جس راستہ پر چل کر شریعت کا مقصد پورا ہو اسی کو طریقت کہتے ہیں۔

اپنے زمانہ میں عربی لغت کے سب سے بڑے متبحر امام علامہ مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب القاموس المحیط میں لکھتے ہیں کہ۔

مَاشرع اللہ تعالیٰ	وہ قانون شریعت جو اللہ نے
لعبادہٖ	اپنے بندوں کیلئے مقرر کیا ہے۔

قاموس عربی لغت کی اتنی مستند کتاب ہے کہ تالیف کے روز اول ہی سے علماء کے طبقہ میں بے حد مقبول اور متداول ہے۔ حضرت علامہ مرتضیٰ حسن زبیدی نے اس کی بہت ہی بے نظیر شرح "تاج العروس" کے نام سے کی ہے۔ صاحب قاموس صرف لغت ہی کے امام نہیں ہیں۔ بلکہ علوم دینیہ میں بھی امام ہیں۔ آپ ہی کی کتاب "سفر السعادت" ہے، جسمیں سلوک و معارف، احسان و تصوف کا بہت ہی کافی ذخیرہ ہے، حضور امام شیخ محقق

عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے " سفر السعادت " کی شرح بھی لکھی ہے، یہ تمام کتابیں بفضلہٖ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اتنا ہمہ گیر کتب خانہ میرے والد مخدوم عارفِ ربانی مولانا الحاج محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ مخدومہ رحمۃ اللہ علیہا کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔ والدین ماجدین کا کتنا بڑا احسان اور فیض ہے کہ ان کی خریدکردہ کتابوں سے استفادہ اور استفاضہ کرکے یہ کتاب اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں کی تصنیف و تالیف کی سعادت حاصل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغفر لھما بطفیل حَبِیْبِکَ صلی اللہ علیہ وسلم

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (القرآن)

سب سے محبوب ترین کنیت ابوتراب

یوں تو حضور مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاہزادہ حضور سیدنا عالی مقام، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے نام اقدس کی نسبت سے اپنی کنیت " ابو الحسن " رکھی ہے حسن کے باپ ——— مگر جس روز سعید میں مولائے کل رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی محبت آفریں انداز میں " ابوتراب " کہہ کر پکارا " مٹی کے باپ " سیدنا ابوتراب کا ایمان پکار اٹھا کہ یہ کنیت اب تو مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عن سھل بن سعد قال ان کانت احب اسماء علی الیہ لابوتراب وان کان لیفرح ان یدعی

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے پیارا نام " ابوتراب " ہی تھا اور اسی نام سے پکارے جانے پر بہت

بھا وما سماہ الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صحیح بخاری شریف ص۹۱۵

خوش ہوتے تھے (کیوں) یہ نام حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے رکھا ہے۔

یہ کنیت اتنی پیاری کیوں ؟ مرشد کا عطیہ ہے، سب کے پیرو مرشد تو حضور مولائے کائنات، مشکل کشا، علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ اور مرتضیٰ کے پیرو مرشد حضور مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سنتِ ابو ترابی سے صاف روشن ہوا کہ مرشد کی عطا کو کلیجہ سے لگائے رکھو" ابوتراب، مٹی کے باپ جتنے صوفی جتنے ولی سب خاکی اور تمام خاکیوں کے پدر اعظم مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لفظ تراب میں ایک نہایت ہی روح آفریں نکتہ ہے۔ تراب کا معنی خاک یعنی اپنے نفس کو خاک کر دو اور حضور ابو الصوفیہ ابوتراب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو بالکل خاک کر دیا۔ اور جن خوش نصیبوں نے نسبتِ ابوترابی سے اپنے نفس کو خاک کر دیا ان تمام خاکیوں کے والد اعظم ہیں۔ حضور سیّدنا ابوتراب رضی اللہ عنہ میرے پیر و مرشد کی پوری زندگی پر نسبت ابوترابی کی چھاپ نہایت ہی گہری پڑی ہے۔ اس مضمون کو پچھلے اوراق میں قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔ اس کتاب کا ہر مضمون ایک دوسرے سے پیوستہ ہے۔

یہ حقیقت تو ہر طرح سے روشن ہے کہ تمام اولیاءِ امت نسبت ابوترابی سے پُر نور ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سب تو اس کے در کے فقیر ہیں۔ علی کس در کے فقیر ہیں؟ علی پر کس کی نسبت ہے ؟ ان کی جن کا سایۂ رحمت ہر مخلوق پر، جن سے بہتر، جن سے برتر، جن سے افضل جن سے اشرف، جن سے اکرم جن سے اعظم، خالق دوجہاں اعظم شانہٗ نے

کسی کو پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ جن پر صرف نبوت و رسالت ہی ختم نہیں ہے۔ بلکہ ہر فضیلت ختم ہے، حضور مالکِ کونین، سیّدنا محمد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا یہ ارشادِ گرامی ہے کہ" الفقر فخری وبہٖ افتخر"[1] نقر میرا فخر ہے، اسی پر مجھے ناز ہے ——— فقیری کوئی آسان چیز نہیں ہے۔ نہایت ہی جفاکشی، ریاضت، جہادِ نفس اور فیضانِ مرشد سے یہ نعمت نصیب ہوتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریّا پر مقیم
پہلے ویسا پیدا تو کرے کوئی قلبِ سلیم

اس وقت قلم ہاتھ میں ہے اور" میاں حضور" کا معصوم چہرہ روبرو ہے اور وحشت صاحب کا یہ شعر نوکِ قلم پر

سر سے پا تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے
باوضو ہو کر بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے

ارشادِ ابوترابی پڑھو اور دل میں اتار لو

آگے بڑھنے کے بجائے اب چند قدم پیچھے پلٹ

چلو اور ایک بار پھر ارشادِ ابوترابی " ما انا الا رجل من المسلمین" (میں مسلمانوں میں بس ایک معمولی آدمی ہوں) پڑھو اور خوب اچھی طرح سے دل میں جما لو، بار بار پڑھتے جاؤ، ہر بار ایمان آفریں کیف و سرور، نعمت و فائدہ لفظ لفظ میں انوار و معارف، سلوک و احسان کا بحرِ ذخّار دنیا کا یہ سمندر بحرِ ابوترابی کے سامنے ایک بوند، اور ایک قطرہ سے بھی کہیں کمتر ہے۔

---

[1] " المقاصد الحسنۃ" ص ۱۴۱ وفیہ بحث لیسیر۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

ایک بار پھر ارشاد ابوترابی پڑھو، مگر اس سے پہلے اپنے معنوی پدر بزرگوار کا وسیلہ پکڑ لو۔

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

ہم نے اور آپ نے ان کو "مشکل کشا" مانا تو کیا مانا۔ ہمارے اور آپ کے ماننے نہ ماننے کی اوقات ہی کیا ہے؟ سنو! ان کو اُس صاحبِ جاہ و جلال نے مشکل کشا تسلیم کیا ہے۔ جن کے دبدبۂ فاروقی سے پورا ایوانِ کفر و باطل لرز رہا ہے۔

حضور سیّدنا امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی پناہ کہ کوئی مشکل آن پڑے اور اس کو حل کرنے کے لئے "ابوالحسن" موجود نہ ہوں۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ کی کتاب "تاریخ الخلفاء" صـ ۱۲۰ میں ارشاد فاروقی پڑھو۔

عن سعید بن المسیّب	حضرت سعید بن مسیّب سے مروی
قال عمر بن الخطاب	ہے کہ عمر بن خطّاب ایسی مشکل سے
یتعوّذ باللہ من معضلۃ	خدا کی پناہ چاہتے تھے جس کے (حل)
لیس لھا ابوحسن	کے لئے ابوالحسن نہ ہوں۔

ایسا محکم اور مضبوط اعلان و فیصلہ اور عمل اس عظیم ترین شخصیت کا ہے، جن کی شان اقدس میں حضور مولائے کل سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ رواہ (الترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر رکھدیا ہے۔

حدیث نبوی سے صاف واضح ہے کہ حضور سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اور فیصلہ کہ

یتعوّذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو حسن۔ سراپا حق ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حقیقت پوری طرح سے روشن ہے کہ حضور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا برابر یہ عمل تھا اور خود زبانِ اقدس سے ایسا ارشادِ فاروقی بھی ہے۔

لفظ "معضلۃ" نکرہ ہے۔ کوئی بھی مصیبت، کوئی بھی مشکل اس نکرہ کا معترف کوئی نہیں، صاف مطلب یہ ہے کہ دینی مشکل ہو یا دنیوی بفضل خدا و رسول، علی مشکل کشا ہیں۔ جلّ جلالہٗ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کرّم اللہ وجہہٗ اسی لئے تو محقق بے مثال قدس سرہٗ نہایت ہی والہانہ اور مومنانہ، حقیقت و محبت کے ساتھ عرض کر رہے ہیں۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

خاکسار اور صوفی کی پہچان

آپ اوراق گذشتہ میں پڑھ چکے ہیں کہ حضور سیّدنا ابو تراب مولا مشکل کشا کرّم اللہ وجہہٗ نے حضور سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے اچھا بتایا۔ حضور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے سے

بہتر بتایا۔ اور خود اپنے بارے میں بولے کہ۔

ما انا الا رجل من المسلمین۔	میں تو صرف مسلمانوں میں بس ایک معمولی آدمی ہوں۔

بخاری شریف ص ۱۸/۱

جن خوش نصیبوں نے ارشاد ابوترابی سے بھرپور استفاضہ اور استفادہ کر کے سیرت مرتضوی میں اپنے پورے وجود کو ڈھال لیا ہے اس کی خاص پہچان یہی ہے کہ جب اس سے پوچھو کہ آپ کیا ہیں؟ تو بڑی سنجیدگی کے ساتھ بولے گا" بھیّا میں تو کچھ نہیں ہوں۔ اچھا تو فلاں صاحب کیا ہیں؟ ارے وہ تو مجھ سے بہت ہی بہتر ہیں۔ آپ پچھلے صفحات میں کتاب" کیمیائے سعادت" کے حوالہ سے اس مضمون سے متعلق بزرگان عظام کے اقوال و واقعات کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ان سطور بالا سے بخوبی پتہ چلا کہ فقیری کا ایک نہایت ہی اہم شعبہ" انا" کو" فنا" کرنا ہے۔

اس کتاب میں جہاں کہیں بھی صوفیۂ کرام کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے وہی قدسی نفوس صوفیہ عظام مراد ہیں جو ان فضیلتوں اور خوبیوں کے حقدار اور اہل ہیں۔ اور ہم جیسے لوگ تو ابھی" صوفی" کے" صاد" کی چوکھٹ تک بھی نہیں پہونچے ہیں۔ مگر ارشاد قرآنی ہے کہ۔

انہ لا ییأس من رّوح اللّٰہ الا القوم الکافرون۔ القرآن	اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی ناامید ہوتے ہیں۔
لا تقنطو من رّحمۃ اللّٰہ القرآن	اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

مومن تو ہمہ وقت امیدوار رحمت رہتا ہے۔ مؤلف ذرۂ بے مقدار صوفی ہونے کا دعویٰ کر بھی کیسے سکتا ہے "یہ منھ اور مسور کی دال" مشہور مثل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک میں نے اپنے قلم سے کبھی اپنے کو "صوفی" نہیں لکھا ہے۔ کیوں؟ بفیضِ مرشد اتنی واقفیت تو ضرور ہے کہ یہ مقام بہت اونچا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مرشد کے کرم سے کچھ مشکل بھی نہیں۔ نیک نہیں ہوں۔ صوفی نہیں ہوں مگر نیکوں سے صوفیوں سے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اپنے پیرومرشد، حضور آقائے نعمت، مخدوم المشائخ سند الاولیاء، محبوبِ مصطفیٰ، خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم سے محبت تو کرتا ہوں۔

اُحِبُّ الصَّالحین وَلستُ منھم
لعلَّ اللہ یَرزُقنِی صَلاحاً

ترجمہ: خود تو نیکوں میں سے نہیں ہوں۔ مگر ان سے محبت تو اس امید پر کرتا ہوں کہ ان کے صدقہ اللہ جلّ شانہٗ نیکی کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ کبھی تو قسمت جاگے گی۔ کبھی تو وقت پلٹے گا۔ آج ان قدسی مآب ہستیوں کا نام لے رہا ہوں۔ کل تو وہ مجھے اپنے میں شامل کرلیں گے۔ آمین۔

دینے پہ جو آتی ہے کریمی اس کی
مانگے جو کوئی ایک تو سو دیتا ہے

کلکتہ میں ایک صاحب نے اپنی سوچ سے "میاں حضور" کو لفظ "مولانا" سے خطاب کیا تو "میاں حضور" نے بہت ہی تبسم آمیز انداز میں نہایت ہی کریمانہ لب و لہجہ میں میری جانب اشارہ کرکے فرمایا کہ

میں "مولانا" کا پیر ہوں۔ بس اتنا فرمانا کہ میرے پورے ایوانِ وجود میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی کہ میرے پیر و مرشد، آقائے نعمت نے مجھ ذرّۂ بے مقدار کو اپنا مرید تو فرمایا۔ بس یہی ہے زندگی کا حاصل اور مطلوب و مراد۔ آج تک میں نے کبھی بھی اپنے "میاں حضور" سے کسی بھی کام اور ضرورت کیلئے دعا کرنے کو کہا ہی نہیں۔ کیوں؟ وہ میرا حال خوب جان رہے ہیں۔ کبھی بھی اس بارگاہِ عالی میں لب کشائی اور جنبشِ قلم کی ہے تو بس صرف یہ کہ "حضور! اپنی رضا اور محبت عطا فرمائیں"۔

میرے حق میں جو ہو مرضی، میں ہوں راضی با رضا
مرضیِ مولیٰ ہمہ اولیٰ رضینا بالقضاء
تیرے گھر میں کیا کمی ہے مجھ گدا کے واسطے
اپنے مولیٰ کے قدم کے سایہ کے نیچے جیوں
اور مرنا ہو تو ان کے پائے اقدس پر مروں
زندگی اور موت ہو ان کی رضا کے واسطے

یہ اپنا مزاج ہے اپنی اپنی نظر، اپنا اپنا انتخاب، اپنی اپنی سوچ، اپنا اپنا خیال۔ کچھ لوگ تو دنیاوی غرض و لالچ ہی کے لئے مرید ہوتے ہیں۔ مرید صرف اللہ جلّ شانہٗ اور ان کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رضا کے لئے ہوا جاتا ہے۔ اور بس لفظ "مرید" کی لغوی، علمی، صوفی تحقیق گذر چکی ہے۔

حق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ رب العالمین جلّ مجدہ نے اپنے محبوبوں، ولیوں کو اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ بےشمار اختیارات، تصرفات، قوتیں، طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔ مگر ساتھ ساتھ یہ بھی

یقین اور ایمان قائم رکھو کہ سب اپنے ربّ قدیر اعظم شانہٗ کے بندۂ محکوم بھی ہیں۔ اللہ جلّ شانہٗ کی بندگی ہی سب سے اونچا مقام ہے۔ اس سے بلند کوئی اعزاز نہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورۂ فجر پ ۳۰)۔

اے اطمینان پا جانے والی نفس لوٹ جا اپنے رب کے پاس اس حال میں کہ تو خدا سے خوش اور خدا تجھ سے راضی۔ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں آجا۔

یہ وہ بندگانِ حق ہیں جن کی بندگی خدائے پاک کی بارگاہ قدس میں مقبول ہو چکی ہے۔ یہی ہیں قسمت کے بے حد دھنی۔ یہی ہیں اللہ والے جن کو ربّ معبود نے اپنا بندہ فرمایا ہے۔ اور ایسے تو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات وصفات کے علاوہ ہر چیز بندۂ خدا ہے۔

ہر جگہ تواضع مناسب نہیں ہے

ہر کام کے لئے موقع و محل ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ کام کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو۔ اگر موقع و محل نہیں ہے تو کام بھی مناسب نہیں ہے۔ تواضع خاکساری کے عنوان میں اس کی افادیت، فضیلت، ضرورت پچھلے اوراق میں آپ بہت کچھ پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ اپنے ذہن و فکر کو اس جانب مبذول کریں کہ کچھ ایسے مواقع بھی ہیں کہ جہاں خاکساری، انکساری کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ بلکہ وہاں شان و شوکت، جاہ و حشمت کی ضرورت ہے۔ ذیل میں صرف ایک موقع کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

مغرور و متکبر کا سامنا ہے۔ جابر و متکبر سے تواضع کرنا۔ خاکساری کرنا۔ اس کے گھمنڈ اور غرور کو اور بڑھانا ہے۔ ایسے موقع پر انکساری، فروتنی جرم ہے۔ کیوں؟ آپ نے تو اخلاق اور تواضع برتا، اور اس نے آپ کی کمزوری سمجھا۔ اور اس راہ سے اس کے کبر و نخوت میں اضافہ ہوا جس کا سبب آپ کی خاکساری اور تواضع بنا۔ جہاں آپ نے حضور سیدنا ابوتراب، مولا علی کرم اللہ وجہہ کا بے مثال تواضع، بے نظیر خاکساری پڑھی ہے۔ اب متکبر و جبّار کے رو برو ان کا جاہ و جلال، تمکنت و وجاہت، علو شوکت بھی ملاحظہ کر لیجئے جب حضور مولی المسلمین علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی اور وہ قبول حق کے بجائے آمادۂ جنگ ہوئے۔ اور یہودیوں کا سب سے بڑا تجربہ کار بہادر پہلوان "مرحب" شیر خدا، علی مرتضی کرم اللہ وجہہ پر انتہائی غرور و تکبّر کے ساتھ مندرجہ ذیل رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٌ

شَاکِیُ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

ترجمہ: خیبر کو خوب علم ہے کہ میں "مرحب" ہوں ہتھیاروں سے لیس ہوں، بہت ہی بہادر اور آزمودہ کار ہوں۔

تو حضور فاتح خیبر نے اپنی اسداللہی گرج میں جواباً یہ رجز پڑھا۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ

کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہ

ترجمہ:۔ سن اے "مرحب" میں وہ بہادر ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔ میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت و رعب والا ہوں کہ شیروں کے دل دہل جائیں۔ دیکھا آپ نے۔

خلق و خیر، فضل و تقویٰ، تواضع اور تمکنت ہر باب میں حضور مولی المسلمین کرّم اللہ وجہہٗ امام ہیں۔ مقتدیٰ ہیں۔ آپ کی سیرت علیا کا ایک رخ انور یہ ہے کہ۔

ما انا الا رجلٌ من المسلمین	مسلمانوں میں بس میں ایک
بخاری شریف ص ۵۱۸	معمولی آدمی ہوں۔

تو "مرحب" جیسے متکبر کے سامنے اپنی علوشان کا یہ پہلو بھی نہایت ہی درخشندہ ہے۔ پوری سیرت مرتضوی، سیرت مصطفوی میں ڈھلی ہے۔ حضور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اذا رأیتم المتواضعین	جب تم تواضع کرنیوالوں
فتواضعوا لھم واذا	کو دیکھو تو ان سے تواضع
رأیتم المتکبّرین فتکبّروا	کرو اور جب تم گھمنڈیوں
علیھم فان ذالك لھم	کو دیکھو تو تم ان سے تکبّر
صغارٌ و مذلّة ولکم	کا برتاؤ کرو تا کہ اس
بذالك صدقة تنبیه	طرح سے ان میں چھوٹائی
الغافلین۔ ص ۶۱	اور ذلت پیدا ہو اور تم کو
	اس طریقہ سے صدقہ کرنے کا
	ثواب حاصل ہو۔

تکبّر کے مقابلہ میں "صغار اور مذلّت کا لفظ کتنا موزوں اور مناسب ہے۔ اور یہ کلام نبوّت کا اعجاز ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر چیز موقع و محل کے لحاظ ہی سے خوبصورت اور قابل قبول ہوتی ہے۔

نوٹ:- صرف کتاب کے حوالہ سے بات نہیں بنتی، جبتک اس کے مصنف ومؤلف کی علوشان نہ بیان کی جائے۔ اس طریق سے وقعت ووجاہت دل میں بیٹھتی ہے۔ اور دل اسے قبول وتسلیم بھی کرتا ہے، کتاب "تنبیہ الغافلین" نہایت ہی مستند، معتبر کتاب ہے۔ اس کے مصنف ومؤلف اپنے وقت میں سب سے بڑے فقیہ امام اور غوث ربانی ہیں۔ اور علماء ومشائخ فقہاء ومحدثین، اصولیین ومفسرین کے معتمد علیہ ہیں۔ حضرت علامہ ابن نجیم صاحب "البحر الرائق" نے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنے کے بارے میں بطور سند وثبوت حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی صاحب "تنبیہ الغافلین وبستان العارفین" کو ہی پیش کیا ہے۔ آپکا نام مبارک ہے۔ نصر بن محمد بن ابراہیم ہے۔ کنیت ابو اللیث ہے۔ اور لقب امام الہدیٰ ہے۔

سمرقند آپ کا وطن مالوف ہے۔ کتاب "تنبیہ الغافلین" کے آخر ص۲۱۵ پر آپ کا ذکر مبارک ان سطور میں ہے۔

للامام الکبیر والعلامۃ	کتاب "تنبیہ الغافلین" امام
الشہیر، فقیہ عصرہٖ	کبیر اور علامہ شہیر کی ہے۔
ومن الیہ المرجع فی دھرہٖ	جو فقیہ وقت اور مرجع زمانہ
العلامۃ ابی اللیث	ہیں۔ یعنی علامہ ابو اللیث
السمرقندی رحمۃ اللہ	سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ۔
علیہ الخ	

صاحب "تنبیہ الغافلین" اتنے بلند پایہ امام، محقق، صوفی، غوثِ زمانہ ہیں۔ کہ حضرت علامہ امام قاضی عیاض صاحب "شفا" رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند مرتبہ امام کے جن کی علمی، حدیثی تحقیق کو شارح مسلم شریف حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح میں جگہ جگہ بطور حوالہ و سند پیش کرتے ہیں۔ مگر حضرت امام قاضی عیاض قدس سرہٗ اپنی تائید و تحقیق میں حضرت امام ابواللیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کرتے ہیں۔ اب اس سے خوب اندازہ لگاؤ کہ حضور فقیہ امام ابواللیث سمرقندی رضی اللہ عنہ کتنے عظیم الشان مرتبہ والے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا ص ۱۰۹ میں لکھتے ہیں کہ۔

وقال السمرقندی و	(سمرقندی نے کہا) اور وہ
ھو الامام ابواللیث من	ہمارے اماموں میں سے امام
ائمتنا الجامع بین التفسیر	ہیں۔ تفسیر و حدیث اور
والحدیث والفقہ والتصوف	فقہ و تصوف کے جامع
	ہیں۔

آپ کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ۳۷۳ھ میں انتقال ہوا۔ آپ نے نہایت ہی عمدہ، مفید اور علمی متعدد کتابیں لکھی ہیں مشہور کتابیں یہ ہیں۔

(۱) تفسیر القرآن (۲) شرح جامع صغیر (۳) النوازل (۴) خزانۃ الفقہ (۵) بستان العارفین (۶) تنبیہ الغافلین۔

اس وقت زیر مطالعہ آخر کی یہی دو کتابیں ہیں۔ تنبیہ الغافلین کے حاشیہ پر "بستان العارفین" ہے جو مطبعہ میمنیہ مصر میں چھپی

ہیں۔ کمترین نے اپنی اس کتاب میں ان دونوں کتابوں سے کافی استفادہ کیا ہے۔ ۱۲

بارگاہِ مرشد میں سراپا تواضع سراپا ادب

یہ ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ جھکنے سے بلندی نصیب ہوتی ہے۔ جھکتے جاؤ بلند ہوتے جاؤ اور بلفظ دیگر خود بلند ہوتے جاؤ اور برابر نیچے گرتے جاؤ۔ اس جگہ حضور غوث ربانی فقیہ امام ابوالليث سمرقندی رضی اللہ عنہ کی اتنی عبارت پڑھ لو۔

قال الفقیہ رضی اللہ تعالیٰ	فقیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
عنہ اعلم ان الکبر من	کہ حقیقت یہ ہے کہ بڑا
اخلاق الکفار والفراعنۃ	بننا کافروں اور فرعونوں
والتواضع من اخلاق	کا شیوہ ہے اور تواضع
الانبیاء والصالحین،	حضرات انبیاء کرام اور نیکوں
تنبیہ الغافلین ص۶۱	کی سیرت ہے۔

امام فقیہ ابواللیث قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "تنبیہ الغافلین" باب الکبر میں بہت ہی جامع، ایمان افروز، سبق آموز حقائق و بصائر بیان فرمائے ہیں۔

ایک حیرت انگیز مسئلہ

غرور و تکبر بہت ہی برا ہے، مگر عالم اگر تکبر کرے تو اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ علم میں رعب و دبدبہ ہے۔ وجاہت و تمکنت ہے، بلندی شان ہے۔ اور اسی علوشان، کبر و غرور کو جڑ سے اکھاڑ دینے کیلئے فقیروں درویشوں اللہ والوں کی تواضع بخش دہلیز ہے، اسی فقر و درویشی کی چوکھٹ پر جب علماء

علماء نے سر نیاز خم کیا ہے تو ایسے صوفی باصفا، پاکباز. پاک دل، سراپا تواضع اور انکسار ہوئے ہیں کہ جن کی ضوفشاں اور قدسی سیرت رہتی دنیا تک کے لئے مشعلِ راہ اور نمونۂ عمل ہے۔ حضور سیدنا خواجہ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ جن کی علمی دھاگ وقار و رعب کا یہ حال تھا کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے اہل علم ان کی علمی فضیلت و تمکنت کے آگے سرنگوں تھے ان کے آگے کسی کا چراغ نہیں جل رہا تھا۔ سب عالم مرعوبی میں ان کو الطامۃ الکبریٰ "(بہت بڑی مصیبت) کہتے تھے۔ مگر جب یہ حضور سیدنا خواجہ ابوالنجیب ضیا سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے درویش کامل فقیر ربّانی کے قدموں میں آگر گرے تو ان کو پیر و مرشد نے ایسا اٹھایا کہ آج وہ ہر مومن کے دل میں بسے ہیں اور "لفظ طامۃ" مٹ گیا صرف "کبریٰ" رہ گیا۔ اور پھر ایسے درویش ربّانی ہوئے کہ امام رازی جیسا بے مثال، مسلّم امام ان کے قدموں میں پڑا، سلوک و معارف کی بھیک مانگ رہا ہے اور جب شیطان کے نرغے میں امام فخر الدین رازی پھنسے تو ان کا علم ظاہری ایک بھی کام نہ آیا۔ ان کے مرشد ربانی حضور سیدنا خواجہ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ ارشاد، تصرف کام آیا۔ اور بڑی آسانی کے ساتھ شیطانی جال سے نکل کر "دارالنعیم" پہنچے[1] رحمت ہو ان تمام اللہ والوں پر تصرف، توجہ، ہمت ارشاد یہ سب حضرات صوفیۂ عظام قدست اسرارہم کے اصطلاحی الفاظ ہیں

ربطِ مضمون یہ ہے کہ "علماء" غرور و تکبر کریں تو اس کی وجہ واضح ہے لیکن ایسا شخص جس کو علم کی ہوا تک نہیں لگی ہے۔ مدرسہ کی چہار دیواری تو بڑی بات ہے۔ اس کے دروازہ سے بھی کبھی گذر نہیں ہوا ہے۔ اور نہ کوئی ذاتی، کسبی کمال و خوبی ہے اور نہ اوپر سے کوئی فخر و جوہر کی چیز وراثت

---

[1] ماخوذ الملفوظ ص ۵۴/۵۴۔

یں نصیب ہوئی ہے اب ایسا آدمی مرید ہو رہا ہے ۔مرشد تو فیاض مہربان، نرم دل تو ہوتا ہی ہے ۔ مرشد نے قریب بٹھا لیا ۔ محبت کے کچھ کلمات فرما دیئے ۔ اب اس کا حال نہ پوچھو شکر کرنے اور فائدہ اٹھانے کے بجائے اب اس کی رفتار، گفتار، ادا، ادا سے بڑائی ٹپک رہی ہے ۔ نہ چھوٹوں پر شفقت، نہ بڑوں کا ادب ۔بس "انا ہی انا ہے۔" بس ہم ہی ہم ہیں اور اسی "انا" کو فنا کرنا فقیری ہے ۔ آدم کی آدمیت ہے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسی " انا" کو فروغ دینا ابلیس کی ابلیسیت ہے ۔ خدا کی پناہ حضور سیدنا امام جعفر صادق علی جدہ وعلیہ السّلام اولادِ رسول میں سے ہیں ۔ آپ کا ہر سلسلۂ تصوف پر فیض و احسان ہے ۔ تمام سلاسل تصوف آپ کی ذاتِ انور تک پہونچتے ہیں ۔ اپنے اوپر کے بزرگوں کے علاوہ تمام غوث و قطب، تمام اولیاء کرام، صوفیائے عظام آپ کے زیر دامن ہیں ایک مرتبہ آپ نے ایک قبیلہ کے ایک شخص سے دریافت کیا کہ اس قبیلہ کا سردار کون ہے ؟ اس نے کہا کہ " میں " اس کے اس لفظ " میں " پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو سردار ہوتا تو لفظ " میں " نہ کہتا ۔ تو سردار نہیں ہے ۔طبقات کبریٰ ذکر امام جعفر صادق علیہ السّلام ۔

آپ نے ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا ہے اور جنت البقیع آپکی آرام گاہ ہے ۔علیٰ جدہ وآبائہ علیہم السّلام ۔بڑائی کے موقع پر لفظ "میں" کتنا بڑا ہے ؟ اور یہ بھی ایک مشاہداتی حقیقت ہے کہ جب پیر سے اکیلے میں ملیں گے تو خوب دست بوسی، خوب قدم بوسی اور جب ایسی بھیڑ ہو کہ جیسے اپنے گھر والے ہوں ۔ اپنے معتقدین ہوں اور کہیں اتفاق سے بفیض مرشد خلیفہ مجاز ہو اور اس کے مریدین بھی اس

بھیڑ میں ہوں تو اس کی "انا" قدمبوسی، دست بوسی سے روکے گی۔ کیوں؟ اس کے مریدین و معتقدین۔ گھر والے جو موجود ہیں حالانکہ یہ کسر نفسی اور اپنے مریدین کو سبق سکھانے کا نہایت ہی سنہرا اور مؤثر موقع ہے۔ اس امتحان آزما گھڑی میں جو کامیاب ہو گیا وہی کامیاب ہے ورنہ مرید نہیں۔ بلکہ مَرید ہے۔ میم پر پیش ہے تو کامران، بامراد اور اگر زبر ہے تو ناکام، نامراد۔ "العیاذ باللہ"

کہیں اکسیر سے بڑھ کر ہے دولت خاکساری کی
جہادِ نفس کا شاید یہی مالِ غنیمت ہے
تواضع کا طریقہ صاحبو سیکھو صراحی سے
کہ ہے فیض بھی جاری اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

اب سوال یہ ہے کہ جن میں پہلے سے کچھ نہ تھا اور درحقیقت اب بھی کچھ نہیں ہے۔ اس میں اتنا گھمنڈ کیوں؟ اس راہِ تصوف میں قدم رکھنے کا اہم مقصد تو گھمنڈ توڑنا ہے نہ کہ بڑھانا ہے۔ بس اس کی مثال ایسی ہے کہ خالی برتن میں چند دانے ڈال دیئے گئے اور وہ بس لگا کھڑکھڑانے۔

حضور سیدنا سرکار، سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منصور حلاج معرفت کا صرف ایک ہی گھونٹ پیا تھا کہ مدہوش بے ہوش ہو گئے۔ ضبط اور ہضم نہ کر سکے اور پینے والے سمندر کا سمندر پی گئے۔ اور ڈکار تک نہ آئی۔ یہ سب ضبط و ہاضمہ کی بات ہے۔ اور مزید برآں فیضِ مرشد کا معاملہ ہے۔

نوٹ:۔ آپ کا اسم گرامی حسین بن منصور حلاج ہے، کنیت ابو مغیث ہے

خالی جاؤ بھرے آؤ

ایک ایسا سال آپ کے دروازہ پر آیا جو زرق برق راس میں خود ہی ملبوس ہے دولت مندی فارغ البالی، پورے اس کے سراپا سے ٹپک رہی ہے، کیا ایسے بھیک مانگنے والے کو کوئی کچھ دے گا؟ جب کہ کوئی منچلا ہوگا تو بول اٹھے گا کہ بھیا تم سائل کی شکل میں سخی داتا ہو۔ جو دینے آئے ہو دیدو۔ آج کل کچھ دنوں سے ایک نئی منطق چل پڑی ہے کہ "حضور خواجۂ خواجگان، سلطان الہند عطاء رسول سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب نواز کے ساتھ امیر نواز بھی ہیں خواجۂ

رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ اصل میں ملک فارس کے ایک گاؤں "بیضاء" میں پیدا ہوئے اور ملک عراق کے شہر "واسط" میں نشو و نما پائی۔ حضور سیدنا سید الطائفہ جنید بغدادی، حضور سیدنا ابوالحسین احمد بن محمد نوری اور حضور سیدنا عمرو بن عثمان مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خوب خوب صحبتیں نصیب ہوئیں۔ حضور سید الطائفہ اور حضور سیدنا ابوالحسین نوری قدس سرہما آپس میں پیر بھائی ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کے پیر و مرشد حضور سیدنا ابوالحسن سری بن مغلس سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اُن کو "سقطی" کیوں کہتے ہیں۔ یہ حقیر، ناچیز گری پڑی چیز (میوہ وغیرہ) فروخت کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" ص۱۴ میں لکھتے ہیں کہ۔

سقطی نسبت بسقط فروشی — سقطی سقط سے منسوب ہے
وسقط متاع حقیر را گویند — سقط حقیر چیز کو کہتے ہیں۔

حلال پیشہ کرنا معیوب اور برا نہیں ہے بلکہ محبوب اور مقبول ہے حضرات

اجمیری غریب نواز ہیں۔ امیر نواز نہیں ہیں۔ ان کے در پر کون امیر کون دولت مند، کون بادشاہ اور وزیر پہونچتا ہے؟ کسی کا نام لو خواجہ ربانی، حضور غریب نواز کی چوکھٹ پر جو پہونچا۔ سب غریب فقیر اور بھیک منگتا ہیں۔ حاضر ہونے والے۔۔ بادشاہ ہیں دولت مند ہیں وزیر ہیں، عالم ہیں پیر ہیں۔
بہت کچھ ہیں۔ مگر جب وہ درِ خواجہ پر پہونچے تو سب غریب فقیر اور وہ سب کے غریب نواز۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔
حضرت سیدنا خواجہ ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی کسی درویش کے پاس گیا تو میں اپنی تمام نسبتوں اور اپنے تمام علوم و معارف سے بالکل خالی ہو کر گیا۔ تاکہ وہ برکتیں اور نعمتیں مجھ کو

انبیائے عظام علیہم السلام، صحابۂ کرام، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اولیائے کبار۔ علماء ربانین قدست اسرارھم نے حلال پیشہ اختیار کیا ہے ــــ ۲۵۱ھ کو بغداد شریف میں وفات پائی ہے، قبر مبارک "شونیزیہ" میں ہے جو بغداد مقدس کا ایک قریہ ہے آپ کی درگاہ برکت و رحمت، انوار و برکات کا معدن و منبع ہے ــــــــ حضور سیدنا امام سلسلۂ نقشبندیہ خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ اور آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان ایک مشہور کپڑا، "کمخاب" بنتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" صـ۱۳ میں سفینۃ الاولیاء کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ۔

نقشبند نسبت است   آپ کو نقشبند اس لئے کہتے ہیں
بحرفہ کمخاب بافی ایشاں و ۔   آپ اور آپ کے والد کمخاب

حاصل ہوں جو اس درویش کے دیکھنے اور صحبت سے نصیب ہوتی ہیں۔
کیوں؟ اس لئے جو شخص کسی بزرگ کے پاس اپنی کچھ پونجی وغیرہ لیکر
گیا تو وہ اپنی پونجی کی وجہ سے بزرگ کے دیکھنے ہم نشینی اور اس کے ادب
و برکت اور نوازش سے الگ رہ جائے گا۔" الطبقات الکبریٰ"
ذکر حضور سیدنا خواجہ ممشاد دینوری رضی اللہ عنہ۔
کتنے نکتہ اور گر کی بات فرمائی ہے۔ ہے تو آپ کا یہ ارشاد
مبارک۔ نہایت ہی مختصر۔ مگر بحد سبق آموز اور عبرت آفریں۔
حضور سیدنا خواجہ ممشاد دینوری رضی اللہ عنہ سلسلۂ فردوسیہ
کے بھی پیر ہیں اور سلسلۂ چشتیہ، قلندریہ، خضریہ کے بھی۔ چونکہ ہمارے
یہاں بزرگوں سے سات سلاسل مبارکہ کی اجازت ہے۔ ان سبع

پدر ایشاں باں مشغول بودند بننے کا کام کرتے تھے۔
یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ سلف صالحین، پیری مریدی تبلیغ و
ارشاد کے ساتھ ساتھ ذریعۂ معاش کے لئے کوئی نہ کوئی پیشہ ضرور کرتے تھے
تجارت، زراعت، ملازمت، دست کاری دکانداری کوئی بھی پیشہ ہو ضروری
ہے ہم لوگوں کے یہاں "شجرہ شریف" میں" ہدایات" کے عنوان میں جو نہایت ہی
اہم تعلیمات و تنبیہات کی گئی ہیں۔ ان میں کوئی نہ کوئی حلال پیشہ کرنے پر بہت
ہی کافی زور دیا گیا ہے۔

بیچ میں کچھ ایسے ضروری گوشے آگئے کہ جن کو بالکل تشنہ چھوڑنا کسی
طرح بھی مناسب نہ تھا۔ اب مضمون سابق سے مربوط کرتے ہوئے پڑھئے کہ
حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بزرگان کرام علیہم الرحمۃ
والرضوان کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابوالعباس بن عطاء اور حضرت ابوالقاسم

سلاسل میں سلسلۂ فردوسیہ بھی ہے اور سلسلۂ قلندریہ، چشتیہ، خضرویہ بھی قدرے تصریح یہ ہے۔ سلسلۂ چشتیہ قلندریہ، خضرویہ کا مختصر شجرہ شریف یوں ہے، حضور سیدنا خواجہ ابوالحاق شامی قدس سرہٗ جن کو سب سے پہلے "صوفی" کا خطاب ملا ہے۔ ان کے پیر خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ اور ان کے پیر خواجہ بصیرہ بصری قدس سرہٗ اور ان کے پیر خواجہ حذیفہ مرعشی قدس سرہٗ آخر تک اس شجرۂ مبارکہ میں حضرت خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضور سیدنا خواجہ بصیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اب مختصر شجرہ طیبہ فردوسیہ کبرویہ ملاحظہ فرمائیں حضور سیدنا خواجہ محمد المعروف لعمویہ قدس سرہٗ یہ مرید ہیں۔ ان کے پیر و مرشد حضور سیدنا خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ ہیں اور ان کے

نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہما جو خود اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے حضرت حلاج کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے اور ان کے حال کو درست بتایا ہے۔ عالم ربانی اور محقق کہا ہے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ جو خود اپنی جگہ نہایت بلند پایہ، مسلّم الثبوت، مفسّر، محدث، فقیہ، اصولی اور امام تصوف ہیں۔ تفسیر قشیری اور تصوف میں رسالۂ قشیریہ نہایت ہی مقبول اور متداول ہیں۔ آپ کے بعد تمام ہی اہل علم آپ کی کتابوں سے کافی فائدہ حاصل کرتے ہیں حضرت حلاّج رحمۃ اللہ علیہ سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے سب سے حسنِ ظن رکھنے کی تاکید کی ہے۔ مشہور و محقق مؤرخ ابن خلکان نے حضرت حلاّج علیہ الرحمۃ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کے بھائی حضرت امام ابو حامد احمد غزالی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "مشکوٰۃ الانوار" میں ایک باب حضرت حلاج کے سلسلہ میں قائم کر کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت منصور "انا الحق" کہنے میں حق پر تھے۔

علیہما رحمۃ واسعۃ یہ دونوں بزرگوار علم وتحقیق کے ایسے امام ہیں کہ سند وثبوت اعتماد واعتبار کے لئے بس ان کے نام ہی کافی ہیں۔ ربط بیان یہ ہے کہ محقق بے نظیر، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرلے، کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہوگا۔ اور یہ حقیقۃً ممانعتِ ذکر نہیں ہے بلکہ تکمیل ذکر ہے کہ وہ جو ذکر کرے گا بلا توسل ہوگا۔ اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا وہ توسط ہوگا۔ یہ اس سے بدرجہا افضل ہے (پھر فرمایا) اصل کار حسنِ عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں۔ اور صرف حسنِ عقیدت ہے تو خیر اتصال تو ہے (پھر فرمایا) پرنالہ کی مثل

مگر باطن پر نہیں ظاہر ہی پر فیصلہ ہوگا۔ گردن کٹے گی، سولی دی جائے گی۔ کیوں؟ نظامِ عالم کو برقرار رکھنا ہے۔ تہس نہس نہیں کرنا ہے۔ ذرا سی چھوٹ اور ڈھیل سے بہت تیرے آزاد اور بے باک ہوجائیں گے۔ اور جو اپنی بصیرت سے اندر کو دیکھ رہے ہیں کہ حضرت حلاج حق پر ہیں، پکے مومن اور اللہ والے ہیں۔ تو بھلا وہ حضرت حلاج کو بے دین کیسے کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا ان بصیرت والوں کو حضرت حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا اہلِ حق ہونا تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ مگر ہاں شریعت طاہرہ کی سولی کا احترام بھی کرنا ہوگا۔

صوفی کہتے ہی اسے ہیں جو شریعت بیضاء کا پاس ولحاظ کرے۔

صوفیو! سنو، دیکھو کہ حضرت حلاّج کا تصوف کیا ہے؟

آپ خنداں اور فرحاں، ہشاش وبشاش سولی پر چڑھے موت کو پیار کر رہے ہیں۔ موت وحیات کا سودا کر رہے ہیں، موت کے بدلہ حیات خرید کر رہے ہیں چند منٹ کے ایسے مہمان سے کسی نے دریافت کیا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا کہ تصوف کی سب سے ادنیٰ حالت یہ ہے جو تم مجھے سولی پر خوش وخرم دیکھ رہے ہو۔

چند اشعار کا ترجمہ بصورت شعر حاضر ہے۔

پیر و مرشد، حضور سیدنا سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آخر تک پورا شجرۂ شریف، شجرۂ مبارکہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں پورا شجرہ شریف لکھنا مقصود نہیں ہے۔ چونکہ حضور سیدنا خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ کا ارشاد مبارک ذکر کیا تھا اور ہمارے یہاں ان سے دو سلسلوں چشتیہ قلندریہ، خضرویہ اور سلسلۂ فردوسیہ، کبرویہ کی دو نسبتیں آئی ہیں اس لئے شجرہ شریف کی مختصر وضاحت کردی۔ اکثر پیران سلاسل کے تذکرے حضور سیدنا امام شعرانی نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں اور حضور سیدنا شیخ محقق امام عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب ــــ "اخبار الاخیار" میں نہایت ہی تحقیق و سند کے ساتھ کیا ہے۔ رحمۃ اللہ

عشق میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اپنے آپ کو بالکل معدوم اور اپنے ہر رگ و ریشہ میں معشوق ہی کو موجود پاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ـــ!

آپ کو بغداد مقدس کے باب الطاق میں ۲۴ ذی قعدہ ۳۰۹ھ کو سولی دی گئی ہے۔ شریعت مطہرہ کے جن مفتیوں اور قاضیوں نے سولی دیئے جانے کا فتویٰ اور فیصلہ دیا ہے۔ بالکل حق ہے۔ اور جن ارباب قلوب اور اللہ والوں نے "انا الحق" کہنے پر حضرت حلاج علیہ الرحمۃ کو حق پر تسلیم کیا ہے۔ اور تعریف و توصیف کی ہے۔ یہ بھی حق ہے۔ یہ بھی حق اور وہ بھی حق۔ یہ بھی صحیح اور وہ بھی صحیح۔ آخر یہ کیسے؟ تطبیق کیسے ہو؟ بہت آسان ہے۔

شریعت ظاہری قانون کا نام ہے۔ فیصلہ ظاہر پہ ہوگا۔ "نحن نحکم بالظاھر"[1] قدرے تفصیل گذر چکی ہے۔ علمائے شریعت کی بصیرت و فراست اگرچہ باطن کو دیکھ رہی ہے،

---

[1] "المقاصد الحسنۃ" باب الھمزہ ص ۴۴ میں ایسے ہے "امرت ان احکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر"

تم کو فیض پہونچے گا حسنِ عقیدت ہونا چاہیئے۔

الملفوظ ص ۶۲/۳

دیکھا آپ نے! پیرو مرشد کی بارگاہ میں پوری یکسوئی، دلجمعی کے ساتھ حاضری دو۔ ہر طرح سے۔ ہر طرف سے خالی ہوکر یہاں تک کہ ذکرو فکر، اورادو وظائف سے بھی آزاد ہوکر بھرپور عقیدت و محبت کے ساتھ باانداز فقیرانہ، سراپا گدابن کر پہونچو۔ اپنی مٹی زرخیز بھی ہو ورنہ پانی تو برسے گا۔ مگر سب بہہ جائے گا۔ برسوں، مدتوں پیرو مرشد کی بارگاہ میں آتے جاتے رہے۔ لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ بس آنا اور جانا ہی ہاتھ لگا۔

دوئی مجھ میں اور حق میں باقی نہیں
دلیل اس کی گو مجھ کو آتی نہیں،
یہی ہے عقیدہ یہی ہے یقین
یہی میری توحید و ایمان و دیں

دیکھت دیکھت ایسن دیکھ، مٹ جائے دھوکہ رہ جائے ایک
کنج دلِ حسینؔ[۱] نہ شد جائے ہیچ کس مانند گنج دردلِ ویران ما توئے،

حضرت ابو مغیث حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ کے حالات و سوانح زیادہ تر حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق اور مستند ترین کتاب "الطبقات الکبریٰ" سے لئے گئے ہیں۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی کون ہیں؟ آپ مسلکاً شافعی ہیں مگر متعصب نہیں ہیں۔ لیکن اپنی اس کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں پہلے حضرت امام شافعی، پھر حضرت امام مالک، پھر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ پھر

---

[۱] حضرت حلاج کا نام "حسین" ہے اور یہ شعر آپ ہی کا ہے۔

الملفوظ ص ۶۰ میں ہے کہ۔
جب تک مرید اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے نفع نہ پائے گا۔
الطبقات الکبریٰ میں ہے کہ حضور سیّدنا شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم اپنے پیر سے فائدہ اسی صورت میں اٹھا سکتے ہو، جبکہ تمہاری عقیدت اس کے بارے میں ہر عقیدت سے بڑھی ہوئی ہو۔ جب تمہارا اعتقاد مضبوط رہے گا تو پیر تم کو اپنے قریب رکھے گا اور اپنی چمک سے تم کو بھی چمکا دے گا اور اگر تمہاری عقیدت پختہ نہیں تو

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حضور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر لحاظ سے ان تمام مذکورہ بالا اماموں پر فوقیت ترجیح و تقدیم حاصل ہے۔ حضرت امام شعرانی نہایت ہی بلند پایہ محقق مفکر، مفسر، محدث، صوفی ربانی، شریعت کے نہایت ہی پابند امامِ وقت ہیں۔ آپ اتنے مستند ہیں کہ متبحر علماء آپ کی تحقیق اور کتابوں کو بطور حوالہ اور سند کثرت سے پیش کرتے ہیں۔ آپ کا بہت بڑا کارنامہ اور احسان ہے کہ تصوف کو شریعت سے الگ ہونے نہیں دیا ہے۔ بلکہ شریعت مطہرہ کی بالادستی قائم رکھی ہے۔ آپ نے کافی کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں۔ جن میں "الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر" نہایت ہی شاہکار کتاب ہے۔ جس میں حضور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ پر وارد اعتراضات کا کافی اور اطمینان بخش جواب دیا ہے۔ جب حضرت حافظ امام ابن حجر عسقلانی، حضرت امام جلال الدین سیوطی، حضرت قاضی زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہم یکے بعد دیگرے انتقال کرتے گئے تو ان بزرگوں کے بعد آپ ہی امام وقت تھے۔ آپ کی کتاب "الطبقات الکبریٰ" جو

تمہارے باطن کی سیاہی تم پر پڑے گی اور تم اپنی نافہمی سے یہ سمجھو گے کہ پیر کا کوئی فیض نہیں ہے۔ یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حضور سیدنا شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے بلند پایہ عالم ربّانی اور ولیّ کامل ہیں کہ حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا نام عظمت و توقیر سے لیتے اور تعریف و ستائش کرتے اور سلطان الاولیاء ہونے کی شہادت دیتے۔

حضرت امام شعرانی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ[1] میں اولیاء کبار قدّست اسرارہم کے حوالوں سے شیخ و مرید کے درمیانی روابط

اس وقت مطالعہ میں ہے، اس کا اصل نام "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" ہے۔ اور یہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ جسے ۱۵ رجب المرجب ۹۵۲ھ میں بمقام مصر مکمل کیا ہے۔ آپ نے ۹۷۳ھ میں بمقام قاہرہ انتقال کیا ہے اور اپنی خانقاہ میں دو فصیلوں کے درمیان مدفون ہوئے ہیں رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

کو بڑی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شیخ سے سچی عقیدت چاہیئے — مختصر یہ ہے محبت چاہیئے!
وہ عقیدت ساتھ چھوڑے گی نہیں — جس کے سینہ میں فدا کاری نہیں

حضور دادا میاں جھولا بھر بھر کر لائے

حضور سیدنا شہنشاہِ ولایت و کرامت خضرِ راہِ شریعت و طریقت، قطب الاولیاء خواجہ محمد نبی رضا شاہ عرف دادا میاں رحمتہ اللہ علیہ (لکھنؤ شریف) ایسے ہی قطب الاولیاء اور صاحب ولایت و کرامت نہیں ہو گئے ہیں بلکہ اپنے پورے وجود کو اپنے پیر و مرشد حضور سیدنا مولانا عبد الحیٔ فخر العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (چاٹگام شریف بنگلہ دیش) کے دستِ حق پرست پر بیچ دیا۔ بیعت کا معنی ہی بک جانا۔ اپنے کو بیچ دینا۔ ہر خواہش، ہر مرضی پیر کی، از روئے لغت بھی۔ مرید کا معنی بالکل یہی ہے۔ اپنی کوئی مرضی نہیں۔ اپنا کوئی اختیار اور قابو نہیں۔ شیخ الشیوخ امام ربانی شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں اس معنی اور مطلب کو بہت ہی بصیرانہ، عارفانہ، محققانہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔

تفصیل پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ پیری، مریدی اتنی آسان نہیں، جتنی سمجھی جاتی ہے۔

مر جائیں گے پر ساتھ نہ چھوڑیں گے ترا ہم
عاشق ہیں تو بن جائیں گے نقشِ کفِ پا ہم
ہم تیرے شناسا ہیں ہمیں غیر سے کیا کام
آگاہ کسی سے بھی نہیں تیرے سوا ہم

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے

اتنا کہدو کہ تو ہمارا ہے

نذر کرتا ہوں دل کو یہ کہکر

اب ہمارا نہیں تمہارا ہے

یہ تمام اشعارِ بالا اپنے پیر و مرشد حضور سجادہ نشین دامت برکاتہم کی بارگاہ عالی میں نذر کر کے آگے بڑھ رہا ہوں۔

حضور دادا میاں، اللہ اکبر، دادا میاں بے شمار خوبیوں کے جامع، ان کے بارے میں ان کے مرشدِ اقدس حضور فخر العارفین[۱] قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "محمد نبی رضا شاہ" ہمارے پیر و مرشد، والد مخدوم، سیدنا، مولانا... مخلص الرحمٰن جہانگیر[۲] بدہی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ منورہ کی صفائی اپنے سر کے بالوں سے کیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از اعجاز جہانگیری ص ۴۲)

حضور دادا میاں اپنی ساری وجاہت و عظمت، نذر کر کے اپنے سر کے بالوں سے جاروب کشی کر رہے ہیں اپنے ایسے بے لوث مخلص جاروب کش کے بارے میں ان کے مرشدِ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد نبی رضا شاہ ہمارے یہاں سے جھولا بھر کر فقیری لے گئے۔ ان کو ہماری فنائیت کامل حاصل ہو گئی۔ ان کو چیرا جائے تو ہم نکلیں گے اور اگر ہم کو چیرا جائے تو وہ نکلیں گے۔

اعجاز جہانگیری ص ۴۲

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی پڑھ چکے اب ہندی میں اس کا ترجمہ پڑھ لو۔

---

[۱] جائے ولادت بھی اور مزار شریف بھی بنگلہ دیش چاٹگام شریف وصال شریف ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ ہے۔
[۲] جائے ولادت بھی اور مزار شریف بھی بنگلہ دیش چاٹگام شریف ہے وصال شریف ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ ہے۔

دیکھت دیکھت ایسن دیکھ
مٹ جائے دھوکہ رہ جائے ایک

کمترین نے بھی تو عنوان باندھا ہے، خالی جاؤ بھرے آؤ۔ حضور دادا میاں جھولا بھر بھر کر لائے، ان کے بے مثال فیاض و داتا پیرو مرشد نے اپنے بے نظیر مرید کا ایسا جھولا بھر دیا کہ اب سب کے خالی جھولوں کو بھر رہے ہیں دینے والے کا فیض منجمد نہ ہو۔ بلکہ رواں دواں ہو۔ حضور سیّدی مرشدی آقائے نعمت، مخدوم المشائخ، سند الاولیاء محبوب مصطفٰے خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم سجّادہ نشین درگاہ دادا میاں (لکھنؤ) وسجّادہ نشین درگاہ عنایتی، راحتی، مرشد نگر بھینوڑی شریف ضلع رامپور یو پی، فیاض بھی ہیں اور فیاض گر بھی، آپ ہی تو حضور دادا میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سجادہ نشین اور جسمانی اور روحانی ہر طریقے سے پوتا ہیں آپ ہی تو اصل ہیں اور سب شاخیں۔ آپ ہی تو تاجدار سلسلۂ رضائیہ عنایتیہ راحتیہ ہیں۔ یہ سب بفیض پیرانِ عظام، کرم ہے کریم کا، رسولِ رؤف رحیم کا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد نورِ اللّٰہ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّم

صد شکر ہستیم کہ میانِ دو کریم   یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم

رقص و سرور کا ثبوت حدیث پاک سے

آفتاب سے کہیں زیادہ یہ روشن حقیقت ہے کہ حضرات صوفیۂ کرام شریعت کے پاسبان امین اور پاسدار ہیں۔ واقعتہً جو صوفی ہوگا اس کا کوئی عمل شریعت مطہرہ کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ حضرات صوفیۂ عظام کا رقص و سرور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اگر بالفرض ایسا کوئی ثبوت نہ بھی ہوتا تو بھی اس اصول کی روشنی میں کہ تمام چیزوں کی اصل اباحت ہے یعنی جب تک کہ شریعت پاک نے کسی چیز کو منع نہ کیا ہو، وہ چیز جائز اور مباح ہوتی ہے۔ چونکہ شریعت طاہرہ نے رقص و سرور کو منع نہیں کیا ہے، لہٰذا اس روشنی میں رقص و سرور بالکل جائز اور مباح ہے۔ ایک اور بھی اصول نظر کے سامنے رکھو کہ۔

اذا الکراھۃ لا بد لھا من دلیلٍ خاصٍ

کسی چیز کو مکروہ کہنے کیلئے کوئی خاص دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

یہ عبارت بالا تو میں نے علامہ[ع۱] ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "ردّ المحتار" سے لی ہے۔ لیکن یہ اصول تمام ہی فقہائے کرام اور اصولیین عظام کے نزدیک مسلّم ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں بھی رقص و سرور بالکل بے غبار جائز اور درست ہے کہ اس کو کسی فقیہ اور اصولی نے

ع۱ سید محمد امین بن عمر ابن عابدین کے نام سے مشہور ہیں ۱۲۴۹ھ میں درّ مختار کی شرح "ردّ المختار" کے نام سے پانچ ضخیم جلدوں میں کی ہے جو شامی کے نام سے مشہور ہے آپ کی وفات ۱۲۶۰ھ ہے۔ ماخوذ از حدائق حنفیہ صـ۴۷۳ـ

مکروہ بھی نہیں کہا ہے۔ اور مکروہ ہونے کا فتویٰ اور فیصلہ دے بھی کیسے سکتے تھے کہ جب ان کے پاس ناجائز ہونے کی کوئی دلیل اور ثبوت ہے ہی نہیں۔

قلبی واردات وجدانیات کا انکار کون کر سکتا ہے؟ ہر انسان کے دل پر کبھی خوشی اور کبھی حزن وغم کا حال طاری ہوتا ہی ہے۔ کسی شخص کو بھی کسی واقعہ سے یا کسی کلام سے خوشی یا غم کا اثر ہوتا ہی ہے تو کیا اس کا حال پہلے ہی جیسا رہتا ہے؟ یا اس کے حال میں تبدیلی آتی ہے؟ خوشی میں اچھل پڑتا ہے۔ ناچ اٹھتا ہے۔ اور حزن وغم میں چہرہ پھیکا پڑ جاتا ہے زبان پر آہ وبکا جاری ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک حال سے دوسرے حال میں آجاتا ہے۔ محفلِ سماع میں مرشد کا خصوصی فیضان ہوتا ہے۔ دل پر کبھی کیف وسرور کا اثر ہوتا ہے تو رقص کرنے لگتا ہے۔ اور کبھی خوف آخرت اور حزن وغم کا اثر ہوتا ہے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ اور تڑپنے لگتا ہے۔

اب ان سطور کے بعد پورے دھیان کے ساتھ اس زاویۂ نگرو نظر سے قائم کردہ عنوان "رقص وسرور کا ثبوت حدیث پاک سے" مطالعہ کرو اور جان ودل سے مان لو کہ رقص وسرور کے ثبوت میں حدیث شریف ہے۔ صحابۂ عظام کا عمل مبارک ہے۔ اگر ہم عمل نہ کریں تو انصاف وایمان کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی اعتراض نہ کریں۔ اور دن کے اُجالا میں ایسی روشن اور صاف حقیقت کو گرد آلود نہ کریں۔ اب چند لمحے کے لیے "خانقاہ" سے نکل کر "مدرسہ" میں آجاؤ۔ مدرسہ اور خانقاہ افادیت اور نفع بخشی کے اعتبار سے دونوں ضروری ہیں۔ اگر موقع ملا تو آگے کسی مناسب جگہ پہ اس عنوان کے تحت کہ "پہلے عالم بنو پھر صوفی" بیان کروں گا کہ سلف صالحین کا

تعامل اور توارث یہی رہا ہے کہ پہلے عالم پھر صوفی۔

یہ کتاب مکمل کر کے حوالۂ پریس نہیں کی گئی۔ بلکہ لکھتا جاتا ہوں اور کاتب کے حوالہ کرتا جاتا ہوں۔ السعی منی والاتمام من اللہ عزّو جلّ۔

لیجئے! جب آپ آگئے "مدرسہ" کی علمی فضا میں تو پورے دھیان اور یکسوئی کے ساتھ مندرجہ ذیل سطریں پڑھئے اور صوفیۂ عظام کے رقص وسرور پر اعتراض کرنے سے بچئے۔

حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے جو ارشاد فرمایا وہ حدیث قولی ہے اور آپ نے جو عمل کیا وہ حدیث فعلی ہے اور آپ کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا، یہ حدیثِ تقریری ہے۔

حضرت امام شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ۔

ومعنی التقریر انه	تقریر کا مطلب یہ ہے کہ
فعل احد او قال	حضور پاک صلی اللہ علیہ
شیئا فی حضرته صلی	وسلم کی موجودگی میں کسی
اللہ علیه وسلم ولم	نے کیا یا کچھ کہا اور آپ نے
ینکرہ ولم ینهه عنه	نہ تو اس کا انکار کیا اور نہ
عن ذالك بل سکت	اس سے منع فرمایا۔ بلکہ
وقرّرہ	آپ خاموش رہے اور
مقدمہ مشکوٰۃ شریف صـ۳	برقرار رکھا۔

بخاری شریف جلد دوم پ۱۷ صفحہ ۶۱۰ میں ہے کہ

حضور سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کی کفالت اور پرورش کرنے کے سلسلہ میں حضور سیدنا مولیٰ علی حضور سیدنا جعفر طیّار، حضور سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے اپنا اپنا حق پیش کیا کہ میرے حوالہ فرمایا جائے میں کفالت کرنے کا مستحق ہوں۔ چونکہ حضور سیدنا جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت امامہ کی خالہ تھیں اور خالہ ماں جیسی ہوتی ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو حضور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور آپ نے حضور سیدنا علی مرتضیٰ سے فرمایا۔

انت منّی وانا منک — تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

حضور سیدنا جعفر طیّار ذوالجناحین سے فرمایا کہ۔

اشبہتَ خَلقی وخُلقی — تم شکل وسیرت میں میرے مشابہ ہو۔

حضور سیدنا زید بن حارثہ سے فرمایا کہ

انت اخونا ومولانا — تم میرے دینی بھائی ہو اور میرے آزاد کردہ غلام ہو۔

یہ تینوں بزرگوں کی یہ تینوں فضیلتیں اتنی گرانمایہ اور وقیع ہیں کہ جن کی وضاحت کے لئے ایک دفتر بے پایاں بھی ناکافی ہے بس صرف اتنا لکھ کر آگے بڑھ جانا ہی مناسب ہے کہ یہ ایسے کریم، رؤف، رحیم کی عطاؤ بخشش اور جودو کرم ہے کہ جن کی کوئی حد ہی نہیں۔ جن کا خود فیضان وفرمان ہے کہ۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔ (بخاری شریف) — میں ہی بانٹنے والا اور اللہ ہی دینے والا۔

مشکوٰۃ شریف ص۳۲

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں۔!
دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یارسول اللہ!

رب نے بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ

ایک نمونہ، ایک سبق

قرآن حکیم کا حکیمانہ ارشاد پڑھو۔

لقد کان لکم فی رسول اللہِ اُسوۃ حسنۃ — تم سب لوگوں کے فائدہ کے لیے اللہ کے رسول میں ایک حسین نمونہ ہے۔

زندگی کا کون ایسا شعبہ ہے کہ جہاں اُسوۂ نبوی نہیں ؟ حیات انسانی کا وہ کون سا موڑ ہے کہ جہاں چراغ مصطفوی فروزاں نہیں۔ ہر طرف ہے ہر جگہ ہے۔ ایک بار پھر مذکورہ واقعہ اور فضائل پر بھرپور دھیان دو۔ رسولِ کریم علیہ التحیّۃ والتسلیم نے کسی کی دل شکنی نہیں کی سب کی دلجوئی کی اور اتنا نوازا کہ سب خوش ہو گئے۔ سب کا دل باغ باغ ہو گیا اور کیف و سرور میں سب رقص کرنے لگے۔

پیر اور استاذ، نگراں اور سربراہ کے سامنے ایسے واقعات و مراحل بہت پیش آتے ہیں دلوں کو توڑنا نہیں۔ بلکہ جوڑنا۔ دلوں کو زخمی نہ کرنا، بلکہ مرہم رکھنا، دلوں کو مایوس نہ کرنا۔ بلکہ دلوں کو موہ لینا،

اور ایسا ابرِ کرم برسانا کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے شاداب ہو جانا۔ یہ ہے حضور مصطفٰیؐ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسی سیرت اور حسین نمونہ۔

حضور سیّدی، مرشدی، آقائے نعمت، مخدوم المشائخ سند الاولیاء محبوبِ مصطفٰیؐ خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم، سجادہ نشین درگاہ دادا میاں (لکھنؤ) ودرگاہ عنایتی وراحتی (دھنیوڑی شریف) پر اسوۂ نبوی کا بہت ہی گہرا پرتو ہے۔ آپ کی مجلس میں محبت ہی محبت ہے، حلاوت ہی حلاوت ہے۔ اگر بتقاضائے بشریّت کبھی شکر رنجی کی فضا پیدا ہوئی تو ایسے ماحول میں ایسی شکر اور مٹھاس گھول دیتے ہیں کہ سب شاداں اور فرحاں ہو جاتے ہیں اور سب جھوم اٹھتے ہیں۔ یہ ہے آپ کا حسنِ نظم، یہ ہے آپ کا حکیمانہ تدبّر، یہ ہے آپ کا شیریں آفریں مجلس اور یہ سب بتوسط پیرانِ عظام فضلِ مصطفٰیؐ ہے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

ہاں سلسلۂ بیان یہ ہے کہ "رقص وسرور کا ثبوت حدیثِ پاک سے" آپ اوپر پوری تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ اقدس میں کسی صحابی نے کوئی بات کہی۔ یا کوئی کام کیا اور آپ نے منع نہیں فرمایا تو یہ بھی حدیث شریف ہے۔ جب حضور مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیّار سے فرمایا کہ۔

اشبہت خلقی وخُلقی[۱] تم شکل وسیرت میں میرے مشابہ ہو۔

---

[۱] صحیح بخاری صفحہ ۵۲۶ جلد اوّل باب مناقب جعفر بن ابی طالب۔

توحضرت جعفر نے مارے خوشی کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ایک مخصوص قسم کا رقص کیا۔ اور جب آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ توحضرت جعفر نے عرض کیا کہ میں نے ملک حبشہ میں دیکھا ہے کہ جب نجاشی بادشاہ اپنے کسی آدمی کو خوش کرتا ہے تو وہ کھڑا ہوکر بادشاہ کے سامنے اسی طرح رقص کرتا ہے۔
اب امام محدّث ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب۔ فتح الباری پ ۱ ص ۲۵ کی پوری عبارت پڑھ لیجئے۔

فقام جعفر فحجل حول	حضرت جعفر کھڑے ہوئے
النبی صلی اللہ علیہ	اور نبی پاک صلی اللہ علیہ
وسلم دار علیہ فقال	وسلم کے اردگرد رقص کیا
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ماھٰذا قال شیئٌ رأیتُ	نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے؟
الحبشۃ یصنعونہ بملو	توعرض کیا کہ یہ ایک ایسی چیز
کھم وفی حدیث ابن	ہے کہ میں نے حبشہ میں دیکھا
عباس ان النجاشی کان	ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں
اذا رضی احداً من	کے ساتھ کرتے ہیں اور حضرت
اصحابہٖ قام فحجل حولہٗ	عبداللہ بن عباس کی روایت
	میں ہے کہ نجاشی جب اپنے کسی ہمنشین کو خوش کرتا ہے تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کے اردگرد رقص کرتا ہے۔

واقعہ مذکورہ سے حسب ذیل روشنی اور ثبوت ملا۔

۱۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد قصداً رقص کیا اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ رقص کو برقرار رکھا۔ لہٰذا یہ حدیث شریف ہے۔ تقریر کے معنی ہی ثابت کرنا برقرار رکھا۔

۲۔ کھڑے ہو کر رقص کرنا۔

۳۔ خوش ہو کر رقص کرنا۔

۴۔ محفل میں رقص کرنا۔

۵۔ صوفیۂ کرام کا رقص و سرور واقعہ مذکورہ اور حدیث شریف کے مطابق ہونا۔

۶۔ صوفیہ عظام کا عمل شریعت پاک کے خلاف نہ ہونا۔

قارئین کرام:۔

عنوان یہی تو تھا کہ "رقص و سرور کا ثبوت حدیث پاک سے" اور اسی کے زیرِ عنوان آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرات صوفیۂ عظام شریعت کے پاسبان، امین اور پاسدار ہیں۔ واقعتہً جو صوفی ہوگا اس کا کوئی عمل شریعت مطہرہ کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ بفضلہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ صوفیۂ کرام کا رقص سرور کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ صحابۂ عظام کا عمل ہے، حضور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اصحابی کا النجوم	میرے صحابہ تاروں کی طرح
باتیہم اقتدیتم	ہیں جس کسی صحابی کا طریقہ
اھتدیتم۔	اختیار کرلوگے، ہدایت پاجاؤگے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴

فتح الباری شرح بخاری پ۱۶، صفحہ ۲۵ میں ہے کہ حضور سیدنا ابو تراب مولیٰ المسلمین کرم اللہ وجہہ اور حضور سیدنا جعفر طیار، ذوالجناحین رضی اللہ عنہ اور حضور سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان تینوں صحابہ کبار نے رقص کیا۔ صوفیۂ عظام کا رقص و سرور حضرات صحابۂ اخیار رضوان اللہ علیہم کی اتباع اور تقلید میں ہے۔ اور یہ حقیقت بالکل مسلّم ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی پیروی کرنے کا تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔ اسی حکمِ محکم کی بنیاد پر صوفیۂ عظام رقص و سرور کرتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ اس دور میں رقص و سرور میں کچھ گڑبڑی ہے۔ خرابی ہے تو اس کا کس کو انکار ہے؟ اس زمانہ میں کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ ہمارا ہر کام بالکل بعینہٖ شریعت کے موافق ہے؟ ذرہ برابر بھی خرابی نہیں۔ تقاضائے انصاف تو یہ ہے کہ اعتراض کے بجائے اصلاح کرنی چاہیئے۔ نہ کہ جڑ ہی کھود کر اکھاڑ دیں۔ تینوں صحابۂ عظام رضی اللہ عنہم نے رقص و سرور کیا۔ شارح بخاری شریف امام محدث ابن[1] حجر عسقلانی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ۔

وفی حدیث علی المذکور	تینوں صحابۂ کبار نے حضرت
ان الثلاثہ فعلوا ذالك	مولا علی نے حضرت جعفر نے،
فتح الباری۔ پ۱۶، ص۲۵	حضرت زید نے رقص و سرور
	کیا۔

---

[1] مع کنیت پورا نام یہ ہے، حافظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن علی احمد شافعی ولادت ۷۷۳ھ وفات ۸۵۲ھ، صحیح بخاری شریف کے عظیم ترین شارح ہیں اور امام علامہ کبیر شیخ الحفاظ، شیخ الاسلام بدر الدین عینی محمود بن احمد قاہری، حنفی ولادت ۷۶۲ھ اور ۸۵۵ھ وفات صحیح بخاری شریف کے کبیر ترین شارح یہ دونوں محدثین اور شارحین ہم زلف بھی ہیں اور ہمعصر بھی۔ لیکن علامہ عینی تیرہ ۱۳ سال حافظ ابن حجر سے عمر میں بڑے بھی ہیں۔ اور استاذ حدیث بھی رحمۃ اللہ علیہما، ماخوذ از حدائق حنفیہ و دیگر کتب۔

لفظ حَجل کی لغوی تشریح

حضرت محدّث ابن حجر عسقلانی قدس سرہٗ لفظ "حجل" کی لغوی تشریح کرتے ہوئے فتح الباری پ۱ ص۲۵ میں لکھتے ہیں کہ۔

ای وقف علی رجل	یعنی ایک پاؤں پر کھڑے
واحدۃ وھوالرقص	ہوئے اور یہ ایک مخصوص
بھیئۃ مخصوصۃ۔	طریقہ کا رقص ہے۔

لغت کے بہت ہی بڑے امام حضرت محمد مجد الدین فیروز آبادی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "القاموس المحیط" میں لفظ "حجل" کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

رفع رجلاً وتریث فی مشیہ علی رجلہ (باب اللام وفصل الحاء) دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی قدس سرہٗ صرف لغت ہی کے مسلّم امام نہیں ہیں۔ بلکہ تفسیر وحدیث، فقہ و تصوف کے بھی بلند پایہ امام ہیں۔ مختصر تذکرہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ ۷۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تمام کتابوں سے خصوصاً "القاموس المحیط" سے بعد کے تمام ہی علماء اور اماموں نے خوب خوب استفادہ کیا۔ حضرت مُلّا علی قاری رحمہ، الباری تو خوب حوالہ دیتے ہیں اور شارح بخاری، محدّث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "فتح الباری" میں مسائل کی تحقیق میں بطور سند صاحب قاموس امام فیروز آبادی، شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو جگہ جگہ پیش کیا ہے۔ یہ بھی ذہن نشین کرلو۔ صاحب قاموس حضرت امام محدث ابن حجر عسقلانی کے استاذ بھی ہیں۔ فتح الباری پ۱۳ ص۱۹۴ میں ہے۔

وبہ جزم شیخنا فی القاموس ــــ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ

علیہ اپنی کتاب "ذیل اللآلی" صـ۸۴ کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ۔
"قال الحافظ ابن حجر لما اجتمعت بشیخنا مجد الدین الشیرازی صاحب القاموس" ان دونوں عبارتوں میں محدّث، حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہٗ نے صاحب قاموس رحمۃ اللہ علیہ کو صریح اور واضح الفاظ میں اپنا استاذ اور شیخ تسلیم کیا ہے۔ امام شیرازی، صاحبِ قاموس نے بخاری شریف کی شرح "فتح الباری" کے نام سے لکھی ہے، جو مکمل نہ ہوسکی۔حضرت حافظ ابن حجر نے اپنے استاذ محترم سے استفاضہ کرتے ہوئے حصولِ برکت کی خاطر اپنی کتاب کا نام بھی "فتح الباری" رکھا ہے۔ یہ ارجمند شاگرد کی ارجمندی کا روشن نشان ہے، اور شاگرد کیلئے سراپا درس وعبرت حضور سیدنا جعفر بن ابی طالب، حضور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے حقیقی بھائی ہیں۔آپ نے ملک حبشہ ہجرت فرمائی تھی۔اور بادشاہ نجاشی کے روبرو سورہٗ مریم کی ابتدائی آیتیں تلاوت کی تھیں۔

بخاری شریف جلد اول صـ۵۲۶ کے حاشیہ میں ہے کہ

جعفر بن ابی طالب ھو اسنّ من علیّ بعشر ۃ من سنین وکنیتہ ابو عبد اللہ الطیّار، ذو الجناحین وذو الھجرتین "الشجاع" الجوّاد، وکان متقدّم الاسلام استشھد فی موتۃ سنۃ ثمان وقال صلی اللہ علیہ وسلم رأیتُ جعفر یطیر فی الجنۃ وقال الطیّار حین قطعت یداہ فی غزوۃ موتۃ جعل اللہ لہٗ جناحین یطیر بھما۔

ترجمہ:۔ حضرت جعفر، حضرت مولا علی سے دس سال بڑے ہیں کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ دونوں بازؤں سے اڑنے والے۔ دو ہجرتوں والے یعنی حبشہ اور مدینہ منورہ) بہادر سخی، اولین اسلام لانے والوں میں ۸ھ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جعفر کو

جنت میں اڑتا ہوا دیکھا۔ طیّار کا خطاب اس وقت ملا جب کہ ان کے دونوں ہاتھ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے تو اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بازو عطا فرمائے جن سے وہ اڑتے تھے۔

ہوتے ہوتے ہو جائے گا

حدیثِ پاک ہے کہ۔

من تشبّہ بقوم فہو منہم بلوغ المرام ص۲۷۸ المقاصد الحسنۃ ص۱۹۲

جو کسی کا تشبہ کرتا ہے اللہ اس کو بھی اسی گروہ میں شامل کر دیتا ہے۔

ہم لوگوں کی بساط اور اوقات ہی کیا ہے؟ اس سے آس اور لو لگائے اپنے بزرگوں کی نقل کر رہے ہیں۔ مشابہت حاصل کر رہے ہیں، ہوتے ہوتے ہو جائے گا۔

ان لم تکونوا منہم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح

اگر چہ تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ پھر بھی ان سے مشابہت پیدا کرو کہ اچھوں سے مشابہت کامیاب ہونا ہے۔

احبّ الصالحین ولست منہم

لعلّ اللہ یرزقنی صلاحاً

اصلی رقص و سرور، وجد و کیف کرنے والا تو نہیں ہوں۔ مگر اصل والوں کی نقل اور مشابہت تو کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ خدائے رحیم و کریم اپنے محبوبوں کے صدقہ میں ان محبوبانِ حق میں شامل کر لے گا۔ آمین

صحیح بخاری شریف، و صحیح مسلم شریف میں ہے کہ

الرّجل یحبّ القوم ولما یلحق بھم فقال ھو مع من احبّ

اس حدیث پاک سے صاف پتہ چلا کہ بزرگوں اور پیروں سے

محبت کرنے میں بے حد نفع ہے۔ حشر ونشر تو ان محبوبوں کے ساتھ ہوگا آدمی ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے کہ جن کے درجہ تک وہ پہونچا نہیں ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص اسی کے ساتھ ہے۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہ فیضان کی بارش ہے جس پر جیسی پڑے، اور جس کی جیسی زرخیز زمین ہو۔ بالکل صحیح رقص وسرور، اور وجد وکیف ہوتا ہے۔ کوئی بناوٹ، کوئی تضع نہیں ہوتا۔ اور بصورت دیگر حدیث مبارک من تشبہ بقوم فھو منھم دلیل راہ اور رحمت فشاں ہے۔ الملفوظ صہ ۳۵ میں ہے۔

سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بہروپیے نے "صوفی" بن کر دھوکہ دیدیا۔ آپ نے حسبِ وعدہ انعام دینا چاہا، اس نے کہا خدا کا نام جھوٹ طور پر لینے سے تو تم جیسا بادشاہ میرے پاس حاضر ہوا۔ سچا نام لوں گا تو کیوں نہ وہ مجھ پر رحم فرمائے گا (پھر فرمایا) یہی معنی ہیں۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے ؎

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست
کہ آں بحر حقیقت کارسازیست

جو کسی کا تشبہ کرتا ہے اللہ اس کو بھی اسی گروہ میں شامل کردیتا ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" کا یہ فائدہ ہوتا ہے (پھر فرمایا) یہ حاصل ہے۔ ہماری نماز وروزہ کا صرف اصلی نمازیوں کا تشبہ ہے اور من تشبہ بقوم فھو انشاء اللہ تعالیٰ منھم، امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے۔ تواجد سے وجد پیدا ہوتا ہے۔ تشبہ کی صورت یہ ہے کہ بہ تکلف وجد بنائے، ہوتے ہوتے ہو جائے گا۔

ہاں یہ نیت نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں۔ یہ ریا ہے اور حرام ہے مضمون ختم ـــــ ریا کاری اور دکھاوا تو ایسا زہر قاتل ہے جو افضل ترین

عبادت نماز میں شرک ہے۔ شرک خفی ـــــــــــــــ پورے مضمون کا عنوان یہی ہے۔ ہوتے ہوتے ہو جائے گا۔ اسی عبارت کو اعلیحضرت قدس سرہٗ کی" الملفوظ " سے لیکر عنوان قائم کیا ہے کہ " ہوتے ہوتے ہوجائیگا"

وجد و رقص کا سبب

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستند اور عظیم ترین کتاب ـــــ "الطبقات الکبریٰ" ص۳۳۱ میں لکھتے ہیں کہ۔

حضور سیدنا، سیّد الطائفہ، سرکار جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ ایک فرقہ کے لوگ وجد کرتے اور تھرکتے ہیں۔ تو فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش ہونے دو اور صرف اسی گناہ کو برا سمجھو جس کی تصریح شریعت میں ہے اور اس فرقہ کے جو لوگ ہیں ان کے جگر کو اس طریق نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے اور مصیبت و ماندگی نے ان کی آنتوں کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ اپنی حالت کا علاج کرنے کے لئے سانسیں بھریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور پھر بھائی میرے! جو مزہ وہ چکھتے ہیں۔ اگر تم چکھتے تو ان کو چیخنے، چلانے اور کپڑا ے پھاڑنے میں معذور سمجھتے، پس اللہ تعالیٰ میری اولاد کو ہدایت کی راہ پر چلنے کی تعلیم فرمائے، بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

نیز سرکار جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ صوفیہ کے اخلاق سے انجان ہونا بدنصیبی ہے۔ کیونکہ رقص و وجد کرنے والوں کے ساتھ بے ادبی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔

قارئین کرام:۔ یہ قلبی وارادت ہیں، جن کو الفاظ و حروف کے گھیرے میں لانا ممکن ہی نہیں۔

کبھی کیف و سرور ہے اور کبھی آہ و بکا
جس پہ بیتی ہو یہ وہی جانے
جو کہ بے درد ہو وہ کیا جانے؟

عاشقوں کا آبِ چشم اور سوزِ دل
گر نہ ہوتے آب و آتش تھے ذلیل
آگ کیا ہے ان کی آہ آتشیں
آب انھیں کی چشمِ گریاں کی سبیل

جتنے انگارے ہیں میرے دل میں — میرے ہی اشک ہیں یہ دریا ہیں

زمین تو زمین آسمان میں بھی وجد و رقص
زمین تو زمین آسمان میں بھی صوفی،

شریعت و طریقت کے مسلم امام، ملک خراسان میں علماء و صلحاء کے مرجع و ماویٰ حضور سیدنا شیخ یوسف بن ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔ اللہ تعالیٰ نے ستّر ہزار فرشتے ایسے پیدا کئے ہیں کہ جن کو بارگاہ الٰہی میں نہایت ہی انس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو عرش و کرسی کے درمیان جگہ دی ہے۔ ان کے لباس سبز اون کے ہیں چہرے چودھویں رات جیسے اور یہ جب سے پیدا ہوئے ہیں حالت وجد میں شیفتہ وار عرش سے کرسی تک وجد و رقص کرتے ہیں۔ یہ فرشتے آسمان والوں کے لیے صوفی ہیں اور ان صوفی فرشتوں کے سپہ سالار اور مرشد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رئیس و متکلم حضرت یوسف بن ایوب ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو یعقوب ہے تقریباً ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔

"الطبقات الکبریٰ" ذکر حضرت ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رضی اللہ عنہ۔

وجد و کیف کے بعد اپنی اصل حالت کی جانب لوٹ آنا

جیسا دل ہو اور اس پر جیسا اثر ہو کبھی وجد و کیف کا عالم یہ ہوتا ہے کہ صاحب وجد و حال بالکل مستغرق اور بے ہوش ہو جاتا ہے۔

ایسا بھی ہوا ہے کہ ایسی صورت میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ ایسے واقعات بکثرت ہیں لہٰذا مناسب اور احوط یہی ہے کہ ہر محفل میں ہرگز شریک نہ ہوں اسی محفل میں شرکت کرے جس میں اپنا پیر و مرشد ہو۔ یا اس کا ایسا قائم مقام جانشین ہو جو صاحب وجد و حال کو سنبھال سکے۔ اس موقع پر عام لوگوں کے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ میرِ محفل کیوں نہیں، بے ہوش ہوتا۔ اس کا صاف سنجیدہ دل قبول یافتہ جواب یہ ہے۔

یہ ضبط، ضبط اور ہضم کی بات ہے اور جب خود میر محفل ہی بے خود اور بے ہوش ہو جائے گا تو پھر ان غرق یابوں اور بے ہوشوں کو کون سنبھالے گا؟ میر محفل وجد و کیف کے واردات و اثرات سے لطف اندوز اور محظوظ ہوتا رہتا ہے اور محفل پر پوری نظر رکھتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ صاحب وجد و حال اپنی اصل حالت کی طرف کیسے پلٹتا ہے؟ اس کی مختلف تدبیریں اور صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر ہلکا وجد و کیف ہے تو تھوڑی دیر کے بعد جب دل کو سکون ملتا ہے تو وہ خود اپنی اصل حالت میں آجاتا ہے۔

۲۔ مرشد یا میر محفل اس پر اپنا ہاتھ دھر دیتا ہے یا اپنے سینہ سے لگا لیتا ہے، موقع و محل کے لحاظ سے جو مناسب ہوتا ہے وہ کرتا ہے۔ مرشد طبیب و حکیم ہوتا ہے۔ اب تک اوپر جتنی باتیں بیان کی گئی ہیں اپنی جگہ درست اور قابل تسلیم ہیں۔ لیکن عنوانِ بالا "وجد و کیف کے بعد اپنی اصل حالت کی جانب لوٹ آنا" اس کی اور کیا تدبیر ہے؟

کوئی کلام پڑھا گیا۔ دل پر اثر کر گیا۔ صاحبِ دل پر وجد و کیف طاری ہو گیا۔ اور وہ رقص و وجد کرنے لگا۔ پڑھنے والے نے اپنا وہ کلام جس سے اس کو وجد و کیف آیا تھا بند کر دیا۔ اب اس صاحبِ حال کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اب جبتک کہ

پھر وہی کلام نہیں پڑھا جائے گا۔ وہ اسی طرح بے خود پڑا رہے گا۔ اسی لئے قوالوں کی تاکید کی جاتی ہے کہ جس کلام پر وجد و حال آیا ہے۔ اس کلام کی تکرار کرتا رہے۔ تکرار چھوڑنا بسا اوقات نقصان وہ ثابت ہوتا ہے بلکہ جان تک چلی جاتی ہے۔ اس کتاب میں کئی جگہ بہت ہی واشگاف طور پر آپ پڑھ چکے ہیں کہ جو واقعتہً، حقیقتہً صوفی ہے یا صوفیوں کا کفش بردار ہے اس کے تمام معمولات کی اصل اور بنیاد ضرور ہے۔ شریعت مطہرہ ہی اس کا مرجع اور ہادی ہے۔ یک سر مو شریعت پاک کے خلاف قدم اٹھانا صوفیوں کے مزاج اور آئین کے خلاف ہے۔

سورۂ یوسف میں ہے کہ جب حضور سیدنا یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں نے ان کو کنواں میں ڈال دیا اور ان کا وہ پیراہن مبارک جو اوپر سے وراثتہً بطور خرقہ پوشی چلا آرہا تھا۔ خون میں شرابور کر کے رات کو روتے ہوئے اپنے والد ماجد حضور سیدنا یعقوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر یہ خون آلود کرتا دکھایا تو دیکھتے ہی حضور سیدنا یعقوب علیہ السلام بے حد غمگین ہو گئے، اس خون آلود پیراہن کا نہایت ہی غم آگیں اثر حضور سیدنا یعقوب علیہ السلام پر پڑا۔ روتے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اب پڑھ لو قرآن حکیم۔

وقال یا اسفیٰ علیٰ یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم پ۱۳ سورۂ یوسف۔	اور (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور اس کی (یعقوب علیہ السلام) آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا۔

پھر جب مقدّس کرتا حضرت یعقوب علیہ السّلام کی آنکھ پر خوشخبری سنانے والے نے ڈال دیا۔ تو آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی۔

قرآن مجید میں ہے کہ

فلمّا ان جاء البشیر القٰہُ علیٰ وجہہٖ فارتدّ بصیراً	جب خوشخبری سنانے والا (یعنی یہودا) اس نے وہ کرتا (حضرت یعقوب علیہ السّلام) کے منہ پر ڈال دیا تو وہ پھر سے آنکھ والے ہو گئے۔
پ۱۳ سورہ یوسف	

حضور سیدنا یوسف علیہ السّلام کا بہت ہی جامع، طویل، عبرت آموز واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ قرآن عزیز میں ایک مستقل سورہ ہی "سورۂ یوسف" حضور سیدنا یوسف علیہ السّلام کے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے "احسن القصص" فرمایا ہے۔ یعنی سب سے اچھا بیان۔

اس مبارک کرتا کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضور سیدنا یعقوب علیہ السّلام کے صاحبزادوں یعنی حضور سیدنا یوسف علیہ السّلام کے سوتیلے بھائیوں نے آپ کے جسم اقدس کا کرتا اتار کر ایک بھیڑیا کے خون میں تر کر کے جب اپنے والد ماجد حضور سیدنا یعقوب علیہ السّلام کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ "یوسف" کو بھیڑیا کھا گیا اور یہ ان کا خون آلود کرتا ہے۔ جناب یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا کہ واہ، عجیب قسم کا وہ بھیڑیا تھا کہ میرے یوسف کو تو کھا گیا اور کرتا پھاڑنا بھول گیا۔ یہ خون آلود کرتا لانے والے اور اس ذریعہ سے حضور سیدنا یعقوب علیہ السّلام کو غمگین کرنے والے آپ کے بیٹے "یہودا" تھے جن کی نسبت سے یہودی اپنے کو یہودی کہتے ہیں اور جب حضور سیدنا یوسف علیہ السّلام

نے اپنے ان سوتیلے بھائیوں کو اپنا میراث والا مبارک کرتا دیکر فرمایا کہ اس کرتا کو میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ تو "یہودا" نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں نے ہی خون آلود کرتا دکھا کر والد ماجد کو غمگین کیا تھا۔ اب میں ہی اس کرتا کو حسبِ حکم والد ماجد کے منہ پر ڈال کر خوش بھی کروں گا اب اس کرتا کی خوبی ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقدس پیراہن کو حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے لیکر آئے تھے۔

جلالین شریف صـ ۱۹۸ میں ہے۔

وَھو قمیص ابراھیم الذی لبسہٗ حین القی فی النار کان فی عنقہٖ فی الجب وھو من الجنتہ امرہ جبرئیل بارسالہٖ لہٗ وقال ان فیہ ریحھا ولا یلقیٰ علی مبتلی الاعوفی۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کا وہی پیراہن ہے جس کو آگ میں ڈالے جانے کے وقت پہنا تھا اب وہ حضرت یوسف کی گردن میں تھا جب وہ کنواں میں تھے اور یہ جنّت سے آیا تھا۔ حضرت جبرئیل کو اللہ نے اس کرتا کو کھولنے کا حکم دیا جس کو بطور تعویذ حضرت یعقوب نے پہنایا تھا اور اس کرتا میں جنت کی خوشبو ہے جس بیمار۔ آفت رسیدہ پر ڈال دیا جائے اچھا ہو جائے۔

حاشیہ صـ۱۹۸ میں ہے کہ۔ وذالک القمیص عنہ ابراھیم علیہ السلام فلما مات ورثہ اسحاق علیہ السلام فلما مات ورثہ یعقوب علیہ السلام

یہ کرتا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا۔ پھر وفات کے بعد اس کے وارث حضرت اسحٰق علیہ السلام ہوئے پھر ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام وارث ہوئے۔

کتنا روشن ثبوت ہے کہ تبرّکات کی حفاظت کرنا۔ بطور وراثت جاری و باقی رکھنا اور اس سے فائدہ بھی حاصل کرنا۔ یہ نبیوں، پیغمبروں کی سنت ہے علیہم السلام حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بزرگوں کے تبرک کو جو ان کو وراثت میں ملا تھا۔ باقی رکھا اور بطور تعویذ اپنے شاہزادہ حضرت یوسف علیہ السلام کی گردن پاک میں ڈال دیا۔ صوفیہ کرام سنت ہی کی تو پیروی کرتے ہیں۔ آیات مبارکہ سے بہت سی حکیمانہ باتیں ظہور میں آئیں۔ اجمالاً چند امور بیان کئے جارہے ہیں۔

۱۔ خرقہ پوشی کا ثبوت؎ یعنی تعامل و توارث کے طور پر حضرات صوفیۂ عظام کے یہاں خرقہ پوشی کا جو طریقۂ متوارثہ اوپر سے برابر چلا آرہا ہے حق اور درست ہے۔ تفسیر و حدیث اور تاریخ کی معتبر و مستند کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی واشگاف ہے کہ حضور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کو جب نمرود مردود نے آتش کدہ میں ڈالا تھا تو آپ اسی مقدس کرتا کو زیب تن کئے ہوئے تھے جس کا ذکر مبارک قرآن کریم میں ہے پھر یہی پیراہن مبارک درجہ بدرجہ حضور سیدنا یعقوب علیہ السّلام کے پاس آیا اور اس کو تعویذ بنا کر حضور سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے

لخت جگر حضور سیدنا یوسف علیہ السلام کی گردنِ اقدس میں ڈال دیا تھا۔
۲۔ خون آلود کرتا دیکھ کر حضور سیدنا یعقوب علیہ السلام کو بجد رنج ہوا۔ صدمہ سے روتے روتے آنکھیں سفید ہوگئیں۔ اور پھر جب وہ مبارک کرتا ملا تو آنکھوں کی روشنی پلٹ آئی۔

جب کسی کلام کے سننے سے وجد آتا ہے اور وہ کلام رک جاتا ہے۔ تو صاحب وجد بے حد پریشان ہوجاتا ہے اور پھر جب یہی کلام دوبارہ پڑھا جاتا ہے تو وہ اپنی اصل حالت میں آجاتا ہے۔ اب آپ اس سلسلہ میں حضور سید الطائفہ سرکار جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک ملاحظہ فرمائیں۔ ایک روز میں حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہونچا تو میں نے ان کے پاس ایک شخص کو غشی کی حالت میں دیکھا۔ میں نے حضور سری سقطی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے قرآن مجید کی ایک آیت سنی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے سامنے پھر وہی آیت مبارکہ پڑھی جائے، چنانچہ پڑھی گئی اور وہ شخص ہوش میں آگیا۔ حضور سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم کو یہ حقیقت کہاں سے معلوم ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ حضور سیدنا یعقوب علیہ السلام کی

خرقہ پوشی کے ثبوت و فوائد میں حضور شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمرویہ سہروردی، شافعی وفات ۶۳۲ھ تاجدار سلسلۂ سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور مفید مستند ترین کتاب "عوارف المعارف" کے بارہویں باب میں بہت ہی مفید، مقبول، معقول ارشادات درج فرمائے ہیں۔ کتاب "عوارف المعارف" کتنی بلند پایہ متداول اور مقبول کتاب ہے اس ثبوت کے لئے بس اتنا بہت ہی کافی ہے کہ حضور سیدنا بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ کو یہ کتاب "عوارف المعارف" بیحد پسند تھی۔

آنکھیں حضور سیدنا یوسف علیہ السّلام کے پیراہن مبارک ہی کے سبب سے گئی تھیں اور [illegible] پیراہن اقدس کے سبب سے آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔ میری یہ گزارش اور قرآن حکیم کی روشنی میں میری یہ تدبیر حضور سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحد پسند آئی۔ الطبقات الکبریٰ ذکر حضور سیدنا سرکار سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بن محمد زحاج بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضور سیدنا ابوالحسن سری بن مغلس سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد شریف میں ۲۵۱ھ میں وفات پائی ہے۔ آپ کی قبر مبارک "شونیزیہ" میں نہایت مشہور اور زیارت گاہ ہے۔ آپ حضور سیدنا ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے حقیقی سگے ماموں ہیں۔ اور پیر و مرشد بھی، حضور سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ جامع السلاسل ہیں۔ اکثر سلاسلِ تصوف آپ پر منتہی ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد پر آپ "سیّد الطائفہ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ یعنی گروہِ اولیاءِ عظام کے سردار آپ نے ۲۹۷ھ بغداد شریف میں وفات پائی۔ آپ کی قبر انور مرجع خلائق

اس کتاب کی بہت ہی قدر فرماتے تھے، صاحب "گلزار ابرار" علامہ محمد غوثی ابن حسن ابن موسیٰ شطاری ۹۶۳ھ مانڈو میں پیدا ہوئے۔ حضرت سیّد محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمۃ سے سلسلۂ شطاریہ میں مرید ہوئے اور شیخ محقق امام عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کافی فیض حاصل کیا۔ علامہ محمد غوثی کا بیان ہے کہ حضور سیدنا بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ نے "عوارف المعارف" پر ایک حاشیہ بھی لکھا تھا "عوارف المعارف" کو بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ نے حضور محبوب الٰہی قدس سرہٗ کو خود پڑھایا ہے۔ اخبار الاخیار ص ۶۲

"عوارف المعارف" تصوف کی نہایت ہی بہترین کتاب ہے اس کی خاص خوبی یہ ہے کہ تصوف کے بنیادی اعتقادات، خانقاہوں کی تنظیم و تنسیق، پیر و مرشد کے تعلقات، شریعت و طریقت میں یگانگی تصوف کے اصطلاحی الفاظ کی مختصر مگر بہت ہی جامع اور دلنشیں وضاحت ــــ

اور انوار الٰہی کا مخزن ہے۔ ماخوذ از طبقات کبریٰ۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح واشگاف ہے کہ حضرات صوفیۂ عظام شریعت مطہّرہ کے خلاف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتے۔ ان کے جتنے بھی معمولات ہیں ہر ایک کے لئے شریعت پاک میں اصل ضرور ہے۔ طریقت کی بنیاد ہی شریعت پر ہے۔ حضور سیدنا محمد نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فوائد الفواد ص۱۴۷ میں فرماتے ہیں کہ

پیر آنچناں باید کہ در احکام	پیر ایسا ہونا چاہیئے احکام جو شریعت اور
شریعت و طریقت و حقیقت	طریقت اور حقیقت کا علم رکھتا ہو اگر
عالم باشد و چوں ایں چنیں	پیر ایسا ہو تو وہ کبھی غیر شرعی چیز کے لئے
باشد۔ او خود ہیچ نامشروع	نہ کہے گا۔
نہ فرماید۔	

مشہور ترین نقّاد حدیث، محدّث ابن عله جوزی رحمۃ اللہ علیہ، اگرچہ تصوف کے

عله پورا نام یہ ہے۔ حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن ابن ابی الحسن علی بن محمد بن علی بن الجوزی وفات ۵۹۷ھ۔

حضور سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ سلسلۂ سہروردیہ میں حضور سیدنا شیخ ابو النجیب ضیاء الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کے مرید و خلیفہ ہیں اور سلسلۂ قادریہ میں حضور غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ ہمارے یہاں سلسلۂ قادریہ کی ایک نسبت حضور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ سے بھی آئی ہے۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الطبقات الکبریٰ" کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور سیدنا ابو النجیب ضیاء الدین قدس سرہٗ کا نام مبارک عبدالقادر ہے اور ضیاء الدین لقب ہے اور "ابو النجیب" کنیت ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔ آپ نے ۵۶۳ھ بغداد شریف میں وفات پائی ہے۔ آپ کی قبر اطہر منبع انوار و برکات اور زیارت گاہ ہے۔

حامی نہیں ہیں۔ بلکہ سخت مخالف ہیں۔ مگر حضرات صوفیۂ عظام قدست اسرارہم کے متعلق ان کو بھی بایں الفاظ اعتراف و اقرار کرنا پڑا کہ

وماکان المتقدمون فی التصوف الارؤسافی القراٰن والفقہ والحدیث والتفسیر تلبیس ابلیس صـ ۳۴۵۔	اگلے صوفیۂ کرام قرآن فقہ، حدیث و تفسیر کے امام اور رئیس ہوتے تھے،

حضور سیدنا امام الاولیاء خواجہ علی ہجویری داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نہایت ہی بلند مرتبہ، مقبول و محبوب اور متداول کتاب "کشف المحجوب" صـ ۱۳ میں حضور ولی ربانی حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک نقل فرماتے ہیں کہ۔

آپ کے اکرام و احترام پر تمام ہی علماء ربانیین، صلحاء کاملین کا اجماع ہے۔ ہمارے یہاں سلسلۂ کبرویہ، فردوسیہ میں حضور سیدنا نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر و مرشد حضور سیدنا ابوالنجیب ضیاء الدین سہروردی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس طریق سے حضور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ اور حضور سیدنا نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ آپس میں ایک دوسرے کے پیر بھائی ہیں۔ حضور سیدنا شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں جگہ جگہ حضور سیدنا ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی "قدس سرہٗ کو اپنا پیر و مرشد لکھا ہے۔ پیری مریدی کے اس رشتۂ محکم کے ساتھ ساتھ حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب چچا ہیں۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی بھتیجہ۔

حضور سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور حضور شیخ اکبر سیدنا محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہم زمانہ ہیں۔ شیخ الشیوخ کی تاریخ وفات ۶۳۲ھ اور تاریخ ولادت ۵۴۱ھ ہے اور حضور شیخ اکبر کی تاریخ وفات ۶۳۸ھ ہے جس طرح چاروں ائمہ مجتہدین حضور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، حضور سیدنا امام مالک، حضور سیدنا امام شافعی، حضور سیدنا امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین برحق ہیں۔ اسی طرح طریقت کے مجتہدین کرام اولیاء عظام صوفیۂ کبار قدست اسرارہم بھی برحق ہیں۔ حضرت شیخ اکبر حضور سیدنا ابویزید طیفور بسطامی اور حضور سیدنا ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اجتہاد و فکر و نظر سے متاثر تھے اور حضرت شیخ سہروردی حضور سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما کے مکتبۂ فکر و اجتہاد کے موافق تھے حضرت شیخ

اجتنب صحبة ثلاثة	تین قسم کے آدمیوں کی صحبت
اصناف من الناس العلماء	سے بچنا چاہیئے، ایک غافل
الغافلین والفقراء المدا	عالم سے، دوسرے لیپ
هنین والمتصوفة الجاهلین	پوت کرنے والے فقیروں سے،
	تیسرے جاہل صوفیوں سے۔

اس حقیقت کا شاید ہی کوئی انکار کرے کہ جیسی صحبت ویسی تاثیر سلوکِ و معارف، احسان و بصائر کے اتھاہ سمندر کو حضرت عارف رومی قدس سرہٗ نے اپنے ان مختصر الفاظ میں سمو دیا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جنابت بر دو نوع است	ناپاکی دو طرح کی ہوتی ہے۔
جنابت دل است و جنابت	ایک دل کی ناپاکی، دوسری
تن و جنابت تن از صحبت	جسم کی ناپاکی، بدن کی ناپاکی
با زن حاصل شود و جنابت	عورت کے ساتھ صحبت کرنے
دل بصحبت ناہموار، جنابت تن	سے حاصل ہوتی ہے اور

سہروردی، حضرت شیخ اکبر ان دونوں کی ایک ساتھ ملاقات اتفاقاً مکہ معظمہ میں ہو گئی ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ مگر کسی نے بھی ایک لفظ زبان سے نکالا نہیں۔ بلکہ آپسی سلام مسنون اور خیر خیریت کے بعد دونوں رخصت ہو گئے آخر عمر میں حضور شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت دور دور تک تمام اسلامی ملکوں میں پھیل گئی تھی۔ مشہور مؤرخ علامہ ابن خلکان اپنی مایۂ ناز کتاب "وفیات الاعیان" جلد اول صفحہ ۳۸۰ میں لکھتے ہیں کہ۔

پاک باب شود۔ اما جنابت
دل باب دیدہ محو گردد
اخبار الاخیار ص۴۳

دل کی ناپاکی نالائقوں کی
صحبت سے ہوتی ہے، بدن
کی ناپاکی تو پانی سے پاک
ہو جاتی ہے۔ مگر دل کی
ناپاکی آنسوؤں سے دھوئی
اور مٹائی جاتی ہے۔

ربط مضمون یہ ہے کہ شریعت پاک کے خلاف ہر قدم مضرت انگیز
اور ہلاکت خیز ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

حضور سیدنا سرکار، سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولم یکن مثلہ فی اخر عمرہ
فی عصرہ وکان شیخ الشیوخ
ببغداد۔

آپ کی آخری عمر میں آپ کے
زمانہ میں آپ کے مثل کوئی
نہیں تھا۔ آپ بغداد میں
شیخ الشیوخ تھے۔

نہایت ہی رفیع المنزلت، محدث، مؤرخ، امام شیخ تاج الدین سبکی، انصاری
شافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۱ھ اپنی عظیم المرتبت کتاب "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ"
جلد ۵ ص۱۴۳، ۱۴۴ میں اور دیگر ائمہ علوم و فنون، مصنفین، مؤلفین نے بھی بہت ہی
شرح و بسط کے ساتھ آپ کے رفیع المرتبت مناقب، دینی، اصلاحی، عرفانی، صوفیانہ
خدمات کا بہت ہی عقیدتمندی، رطب اللسانی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت مولائے روم
جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ کے پیر و مرشد تو حضور سیدنا شمس تبریز رضی اللہ عنہ ہیں

ارشاد فرماتے ہیں کہ

این راہ کسے باید کہ کتاب
بردست راست گرفتہ باشد
وسنّت مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم بردست چپ و در
روشنائی این دو شمع می
رود تا نہ در مغاک شبہت
افتد نہ در ظلمت بدعت
تذکرۃ الاولیاء ص۶

یہ راہ تو بس وہی پا سکتا
ہے جس کے داہنے ہاتھ میں
قرآن پاک ہو۔ اور بائیں
ہاتھ میں سنت مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم اور ان
دونوں چراغوں کی روشنی
میں راستہ طے کرے تاکہ
نہ تو شبہے کے گڑھوں میں
گرے اور نہ بدعت کے
اندھیروں میں پھنسے۔

اس کتاب میں جہاں کہیں بھی "تذکرۃ الاولیاء" کا حوالہ ہے اس سے مراد حضرت خواجہ فریدالدین عطاؔر رحمۃ اللہ علیہ کی مستند، بلند مرتبہ

لیکن مولائے روم نے حضرت شیخ سہروردی سے بھی کافی فیض حاصل کیا ہے۔ جب مولائے روم کی طالب علمی کا زمانہ تھا تو دمشق میں حضور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے بھی ملاقات ہوئی تھی

گلستاں، بوستاں کی اشاعت بنارس سے

حضور سیدنا شیخ الشیوخ اور جمیع اولیاء کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے معدن خیر و تقویٰ، ولایت علیا، انسانیت کبریٰ سے کیسے کیسے انمول ہیرے جواہر، دریکدانہ۔ گوہر شب چراغ اُمّتِ مُسلِم کو عطا کئے ہیں بس اس منزل پر آکر ایمان کے ساتھ یہی کہنا پڑتا ہے کہ ان اللہ والوں پر فضلِ خدا ہے جلّ جلالہٗ، اور فضلِ مصطفےٰ ہے، صلی اللہ علیہ وسلم، فضل و کرم کی کوئی حد اور تعین ہی نہیں۔

کتاب "تذکرۃ الاولیاء" مراد ہے جو فارسی زبان میں ہے۔

حضرت امام تصوف ابو القاسم[۱] قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی وفات ۱۰۷۲ء ہے۔ اپنی عظیم البرکت، رفیع المنزلت کتاب "رسالہ قشیریہ" ص ۲۴۳ میں حضرت شیخ ابو بکر طمستانی قدس سرہٗ کا ارشاد اقدس نقل فرماتے ہیں کہ۔

الطّریق واضح والکتاب	راستہ روشن ہے اور قرآن و
والسنۃ قائم بین اظہرنا	حدیث ہمارے سامنے موجود
	ہے۔

ع۱ھ پورا نام یہ ہے، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحہ بن محمد قشیری سنہ ۴۶۵ھ مطابق ۱۰۷۲ء وفات۔ (بستان المحدثین)

دینے پہ جو آتی ہے کریمی اس کی
مانگے جو کوئی ایک تو سو دیتا ہے

صد شکر ستیم کہ میانِ دو کریم   یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم،

حضرت مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی صاحبِ "گلستان، بوستان" قدس سرہٗ جیسے مشہور ترین، مقبول و محبوب بزرگ، عالم ربانی سے کون ناواقف ہوگا؟ دنیا کے کونہ کونہ میں آپ پہنچے، سیر و سیاحت آپ کا بہت ہی محبوب اور مفید ترین مشغلہ رہا ہے۔ اس سیاحی میں بے شمار اولیاء کبار، مرشدانِ راہِ طریقت سے ملاقاتیں ہوئیں۔ لیکن جب مرشد کامل کی جستجو ہوئی تو نگاہ انتخاب حضور سیدنا شیخ الشیوخ سہروردی قدس سرہٗ پر پڑی۔ ساری دنیا کی خاک بیزی کے بعد اسی آستانہ سہروردیہ پر آنا پڑا۔ حضرت شیخ سہروردی نے اپنے عزیز ترین مرید شیخ سعدی کو انسانیت کبریٰ کے ایک ایسے حسین ساغر میں ڈھالا تھا۔ کہ شیخ سعدی کا پورا وجود بول اٹھا کہ ؎

سیر الاولیاء صفحہ ۲۲۳ میں ہے کہ حضور سیدنا محمد نظام الدین محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیرو مرشد حضور بابا فرید الحق والدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ کے مرید کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں کہ وہ مرید کرتے وقت آخر میں مرید سے یہ بھی اقرار، عہد و پیمان لیتے کہ

اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ پر نگاہ رکھے گا اور شرع کے طریقے پر چلے گا۔	دبا حضرت عزت عہد کردی کہ دست وپائے وچشم نگاہ داری وبرنہج شرع باشی

قارئین کرام :-

سلسلۂ بیان یہ ہے کہ صوفی وہی ہے جو شریعت پاک کا پابند ہو پچھلے اوراق میں دلائل و براہین کی روشنی میں یہی واضح کیا گیا ہے کہ حضرات صوفیہ

دو اندرز فرمود بر روئے آب	میرا پیر دانائے فرخ شہاب
وگر آنکہ برغیر بدبیں مباش	یکے آنکہ برخویش خودبیں مباش

حضرت شیخ سہروردی کے تزکیۂ نفس، تطہیر قلب و روح کا خاص لبّ و لباب یہ تھا کہ کبھی خودبیں نہ بننا۔ تکبّر راہ نہ پائے اور کبھی "بدبیں" نہ ہونا۔ کسی کا کبھی برا نہ چاہنا۔ شیخ کامل کے قائم کردہ اسی محور پر شیخ سعدیؒ کی پوری زندگی تا دم آخر گردش کرتی رہی۔ چونکہ حضرت شیخ سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان، حضور سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی، پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی خلافت یافتہ ہیں اور حضور ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی قدس سرہٗ کے بھی خلافت یافتہ اس طریق ولحاظ سے حضرت شیخ سعدی قادری اور سہروردی دونوں نورانی، عرفانی نسبتوں سے بہرہ مند ہیں گلستان، بوستان جیسی مشہور آفاق اور نفع بخش کتابیں آپ کی دائمی اور زندۂ وجاوید یادگار اور صدقۂ جاریہ ہیں۔ اور یہ فخر وسعادت بنارس کی سرزمین کو حاصل ہے کہ ان دونوں کتابوں

عظام کے جتنے بھی معمولات ہیں ہر ایک کی شرعی لحاظ سے دلیل اور اصل ضرور ہے۔ ان ہی حقائق و دلائل کے اجالے میں یہ عنوان قائم کیا گیا کہ "رقص سرور کا ثبوت حدیث شریف سے" اس ذیل میں آپ بہت کچھ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ شروع میں اتنا لکھنا سوچا بھی نہیں تھا، بس صرف یہ خیال تھا کہ چند اوراق پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ ترتیب دیکر ارباب شریعت و طریقت کی خدمت میں پیش کر دوں، مگر فیضانِ مرشد کا یہ عالم ہے کہ قلب و ذہن میں مضامین بلا تکلّف اترتے جاتے ہیں اور "خاکسار راقم الحروف" لکھتا جاتا ہے۔ لکھنا کمترین راقم کا کام ہے لکھوانا ان کا۔ اب وہ کہاں تک لکھوانا چاہتے ہیں مرضی ان کی۔

اب محض اختصار کی خاطر "وجد و رقص" سے متعلق حضرت استاذ جلیل، سراج العارفین قدس سرہٗ کی کتاب "مناقب اہلِ بیت" ص ۱۵۰ کی

کی اشاعت سرزمین بنارس سے ہوئی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۶۶ء میں حاجی محمد ادریس مرحوم کو بنارس کا صوبہ دار مقرر کیا۔ حاجی محمد ادریس مرحوم بغرض سیر و سیاحت "شیراز" پہونچے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی اور گلستاں، بوستاں کی نقل بنارس لے کر آئے۔ اور اس کو پڑھنے پڑھانے کا رواج دیا۔ تمام مدرسوں کے نصاب میں یہ دونوں کتابیں داخل ہوگئیں۔ اس زمانہ سے لیکر آج تک بلا تقسیم و تفریق ہر مدرسہ میں پڑھائی جانے لگیں۔ اس لئے یہ کہنا ہرگز بے جا نہ ہوگا کہ ان دونوں کتابوں کا رواج پھیلاؤ اور اشاعتِ سرزمین بنارس سے ہوئی ہے۔ محلّہ قزاق پورہ بلکہ اب انصار آباد لب روڈ صوبہ دار حاجی مرحوم کا مقبرہ بھی ہے اور کنواں بھی ہے جو حاجی درّس کے نام سے عوام میں زیادہ مشہور ہے۔ ماخوذ از تاریخ بنارس ص ۲۲ اور دیگر کتابیں۔

مندرجہ ذیل یہ عبارت پڑھ لیں۔ اس حدیث کی بنا پر (جو اوپر بخاری شریف اور فتح الباری شریف کے حوالہ سے لکھی گئی ہے) متبحر علماء ارباب قلوب کے وجد و رقص پر کچھ بولنے کی جسارت نہیں کرتے۔

استاذ مکرم نے بھی حدیث ہی لکھا ہے اور ناچیز نے بھی یہی عنوان باندھا ہے کہ "رقص و سرور کا ثبوت حدیث شریف سے"

پیش نظر کتاب میں موقع و محل کی مناسبت سے حضرۃ الاستاذ قدس سرہٗ کی کتاب "صحیفۂ زندگی" سے بھی اشعار درج کئے گئے ہیں۔ یہ بہت بڑی بے انصافی ہے بلکہ بے ایمانی ہے کہ مستفید استفادہ تو کرے اور مستفاد منہ کا ذکر نہ کرے۔

ناچیز ابوالمحمود محمد مظہری، فصاحتی ان تمام مصنفین اور مؤلفین کا احسان مند ہے جن کی کتابوں سے استفادہ کر کے بفیضِ مرشد یہ کتاب ظہور میں آ رہی ہے۔ قلم ہاتھ میں لینے سے پہلے دل کی بس یہی اٹھان تھی کہ "حضور سیدی، مرشدی آقائے نعمت سند الاولیاء

یہ بھی ربِّ کریم کا کتنا کرم ہے کہ دنیاوی اعتبار سے ہیں، صوبہ دار، بادشاہ کے ملازم مگر ایسا جاری صدقہ کر گئے کہ صدیاں بیت گئیں لیکن مرحوم صوبہ دار، حاجی محمد ادریس اپنی قبر میں سوئے ثواب پا رہے ہیں۔ انشاء اللہ

المقاصد الحسنۃ ص ۲۱۱ میں حدیث شریف ہے کہ

نیۃ المؤمن خیر من عملہٖ[1]	مومن کی نیت اس کے عمل سے
ونیۃ الفاجر شر من عملہٖ	بڑھ کر ہے اور بدکار کی نیت اس
الدال علی الخیر کفاعلہٖ	کے عمل سے بری ہے نیک راہ بتانے والا
المقاصد الحسنۃ۔	کا ثواب جیسے نیک کام کرنے والا کا
ص ۲۲۶	ثواب ہے۔

جب حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور نعت شریف بلغ العلیٰ بکمالہٖ۔ کشف الدجیٰ بجمالہٖ

---

[1] نیت میں ریا ہوتی ہی نہیں، عمل میں دکھاوا ہو سکتا ہے۔

مخدوم المشائخ محبوبِ مصطفےٰ خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم سجّادہ نشین درگاہ دادامیاں (لکھنؤ شریف) و درگاہ عنایتی، راحتی (بھینسوڑی شریف) کی حیاتِ طیبہ سے متعلق ایک مختصر کتاب تالیف کر کے اپنے مخلص پیر بھائیوں کے حوالہ کر دوں تاکہ ان کے لئے ایک ریکارڈ رہے۔ مگر بندہ تو "جبر و قدر" کے درمیان بین بین ہے۔

بہر حال اس نکتہ اور گوشہ کو فراموش نہ کریں کہ اب تک جو لکھا گیا ہے یا آئندہ جو لکھا جائے گا سب کا تعلق حضور سرکار صاحب سجّادہ ہی سے ہے۔

صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ صلی اللہ علیک وسلّم

موزوں کی اور دل میں ٹھان لی کہ یہ نعت شریف نہ کسی کو سنائیں گے اور نہ کسی کو بتائیں گے۔ بس صرف ان ہی کو سنائیں گے جن کی یہ نعت ہے۔ جب حضرت سعدی مدینہ طیبہ پہونچے تو نہایت ہی حیرت کن، تعجب خیز، نورانی منظر دیکھا کہ مدینہ مبارکہ کے ایک ایک در و دیوار سے یہ نعت پاک سنائی دے رہی ہے۔ بچہ بچہ کی زبان پر، ہر جوان اور ہر بوڑھے کی زبان پر۔ اللہ، اللہ یہ فضل و کرم حضور مالک کونین، مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری عطا فرمائی۔

سعدی! تم نے اپنے وطن شیراز میں میری یہ نعت شریف کہی۔ دل میں تم نے چھپا بسا رکھا ہے۔ ہم نے وہیں سن لیا اور قبول کر لیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔

دور و نزدیک کے سننے والے ہو کان — کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا — دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

واہ رے جود و کرم شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ ہے شیخ سعدی کا مقدر۔ رحمت و نور کا ساون بھادوں برس رہا ہے اور دیوانہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوب مگن اور باغ باغ ہو کر نہار رہا ہے۔ دعا ہے کہ یہ مقبولیت

بس یہاں صرف اتنا لکھ کر بس کر رہا ہوں کہ "میرے پیر و مرشد کے صحیفۂ زندگی کا ہر صفحہ، ہر پہلو، ہر گوشہ نہایت ہی تابناک اور روشن ہے لیکن سب سے نمایاں اور اجاگر رخ "حبّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت ہے، عامی اور سطحی ذہن پیروں میں کرامتیں تلاش کرتا ہے۔ کرامت پر ولایت کی ہرگز بنیاد نہیں ہے۔ ولایت اور کرامت کی بنیاد اتباع نبوی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی میں عرفانِ الٰہی ہے رضاءِ ربّانی ہے اور اسی راہ مستقیم سے بندۂ مومن محبوبِ الٰہی ہوتا ہے۔

قرآن کا ہے یہ اعلان۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ	یارسول اللہ اعلان کردو کہ اگر محبّت الٰہی کا دعوٰی ہے تو میری پیروی کرو۔ خدا تم کو خود اپنا محبوب بنالے گا۔
قرآن حکیم	

اس عرفانی حقیقت کو بھی ہمیشہ حرزِ جان و ایمان بنائے رکھیں کہ اتّباعِ نبوی کا سرچشمہ عشقِ مصطفےٰ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے پیر و مرشد کی پوری زندگی کرامت سے لبریز ہے ———— کتاب ضخیم ہوتی جارہی ہے اس لئے باقی مضمون حصّہ دوم میں بیان کیا جائے گا۔

انشاء اللہ تعالےٰ

یہ محبوبیّت خاکسار راقم الحروف مظہری، فصاحتی اور ہر مرد مومن کو عطاء ہو۔

آمین!

تعظیم اور حبّ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

محبت ہے ان کی روحِ ایماں، یہ دل میں کچھ اس ادا سے آئی
کلی کے سینہ میں جیسے خوشبو، گلوں کے دامن میں جیسے شبنم

بفضلہٖ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شیخ کامل کیلئے جتنے اوصاف و خصوصیات درکار ہیں بکمال و تمام حضور سیّدی مرشدی دامت برکاتھم میں سب موجود ہیں۔ یہ صرف میرا اپنا تاثر نہیں ہے بلکہ اہلِ نظر، صاحبِ دل، اللہ والوں کا یہ بیان ہے۔

ولی را ولی می شناسد

یوں تو آپ کی پوری زندگی شریعت و طریقت کی تعمیل ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ تمام خوبیاں اپنی جگہ بے ریب، اور بالکل مسلّم، لیکن انفرادی امتیازی وصف کیا ہے؟ بس وہ صرف ایک ہے۔ حبِّ مصطفیٰ، تعظیم مصطفیٰ، رضاءِ مصطفیٰ اور اسی توسط سے حبِّ خدا، خوفِ خدا، رضائے خدا، تکبیرِ خدا، جلّ جلالہٗ، وعمّ نوالہٗ،

قرآن و حدیث کے اوّلین مخاطب صحابۂ کرام ہی ہیں

قرآن مبین میں ہے کہ

قل ان کان آباءکم	تم فرماؤ اگر تمہارے باپ
وابناءکم واخوانکم	اور تمہارے بیٹے اور تمہارے
وازواجکم وعشیرتکم	بھائی اور تمہاری عورتیں
واموال ن اقترفتموھا	اور تمہارا کنبہ اور تمہاری
وتجارۃ تخشون کسادھا	کمائی کے مال اور وہ سودا
ومساکین ترضونھا	جس کے نقصان کا تمہیں
احبّ الیکم من اللہ و	ڈر ہے اور تمہارے پسند

رسولہ وجہادٍ فی سبیلہٖ فتربصوا حتیٰ یاتی اللّٰہ بامرہٖ واللّٰہ لا یہدی القوم الفاسقین
پ۱۰

کے مکان اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو (عذاب کا) انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (یعنی عذاب) اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ کی تلاوت کے بعد صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے یہ حدیث پاک بھی دل میں نقش کر لیں۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین،
مشکوٰۃ شریف ص ۱۲

تم لوگوں میں سے ایک شخص بھی مومن نہیں، جبتک کہ میں اس کے باپ ماں اور بچوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

یہ خطاب کس سے ہے؟ اولین مخاطب کون ہیں؟ یوں تو یہ خطاب اور حکم ہمیشہ ہمیش تمام مسلمانوں کے لئے ہے، مگر سب سے پہلے یہ خطاب اور حکم حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے لئے ہے اولین مخاطب حضور سیّدنا ابو بکر صدیق، حضور سیدنا عمر فاروق حضور سیّدنا عثمان غنی ذوالنورین، حضور سیدنا فاتح خیبر مولا علی اور جمیع صحابہ عظام ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرات انبیاءکرام علیہم السلام کے بعد ان سے بڑھ کر نہ کوئی افضل ہے اور نہ کوئی نمازی، اور نہ کوئی عبادت گذار۔ نمازیوں اور عبادت گذاروں کو مخاطب کر کے حضور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ

لایومن احدکم	تم میں کا ایک شخص بھی مومن نہیں۔

لفظ "احدکم" پر دھیان دو کہ ایک آدمی بھی صاحب ایمان نہیں جبتک کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے بڑھ کر اس کو محبوب نہ ہوجائیں نماز بھی ہے اور روزہ بھی، تسبیح بھی ہے اور تہلیل بھی۔ یہ تمام خوبیاں ہیں۔ مگر اصل خوبی ہے ہی نہیں، بنیاد ہی لاپتہ۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی نہایت معتبر اور مستند کتاب "الشفاء" ص ۳۵/۲ میں لکھتے ہیں کہ

عن عمر بن الخطاب	حضور سیدنا عمر فاروق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ	رضی اللہ عنہ نے نبی پاک
قال للنبی صلی اللہ علیہ	صلی اللہ علیہ وسلم سے
وسلم لانت احب الی	عرض کیا آپ مجھ کو ہر چیز
من کل شیء الا من	سے زیادہ محبوب ہیں۔
نفسی التی بین جنبی فقال	ہاں مگر مجھ کو اپنی جان
لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ	زیادہ پیاری ہے۔

نوٹ:۔ آیت پاک میں "اٰباءکم" اور حدیث شریف میں "والد" سے ماں اور باپ دونوں مراد ہیں۔

علیہ وسلم لن یومن احدکم حتیٰ کون احب الیہ من نفسہٖ۔
فقال عمر والذی انزل علیك الکتاب لا نت احب الی من نفسی التی بین جنبی فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الآن یا عمر۔

تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص بھی مومن ہرگز نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ میں اس کو اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ تب عمر بولے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب اتاری ہے یقیناً آپ مجھ کو میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اس عرض فاروقی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر اب ہوا ایمان۔

دیکھا آپ نے یہ تاکیدی فرمان "لن یومن" ہرگز کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا ہے۔ کس سے ہے؟ حضور سیدنا عمر فاروق جیسے نمازی سے ہے۔ کیا آج کا کوئی نمازی کوئی مبلغ نماز سیدنا فاروق اعظم جیسا نمازی اور مبلغ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، واللہ ہرگز نہیں، رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا اس ارشاد نبوی پر سیدنا فاروق اعظم

جاگ اٹھے اور قسم کھا کر پورے جوشِ ایمانی کے ساتھ عرض گذار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ مجھ کو میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اس ایمانی گزارش پر ابر کرم برس پڑا۔

ارشاد فرمایا کہ

الا آن یا عمر۔ عمر بات تواب بنی ایمان تواب ہوا۔

آفتابِ حق ہر طرح سے خوب روشن ہے کہ نماز اور تمام عباد سے پہلے تعظیم و محبت اس ذات اقدس کی جن کے طفیل نماز اور ہر عبادت ملی شریعت اور ہر نعمت ملی۔

صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ

خدمت اقدس پر نماز نثار

حضور سیدنا فاتح خیبر مولی علی کرم اللہ وجہہ نے نماز اور ہر نعمت عطا فرمانے والے، مصطفٰی جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس پر نماز قربان کردی۔ وہ بھی نماز عصر، نمازِ وسطیٰ۔

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
اور بھی عصر سب سے جو اعلی الخطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

نماز کا نہ پڑھنا اور وہ بھی قصداً نہ پڑھنا کتنا بڑا جرم ہے الامان الحفیظ۔ حضور مولی المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت نبوی کی خاطر جان بوجھ کر نماز عصر نہیں پڑھی اور سورج ڈوب گیا۔ حضور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا یہ عمل مبارک بارگاہ نبوی میں مقبول بھی

ہوا۔ کیوں ؟ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

اس ایثار و قربانی اور خدمت پر معجزہ کا ظہور اور کرامت کا صدور ہوا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ سورج ڈوب چکا ہے۔ مگر اعجاز نبوی سے نکل پڑا دوبارہ

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

سورج پلٹ آنے کے اس عظیم الشان واقعہ کو محدثین کرام بیان کر کے فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی[1] رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "التعقبات" ص۵۷ میں لکھتے ہیں کہ

والحدیث صحح جماعۃ بتصحیحہ منھم القاضی عیاض	محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے جن میں قاضی عیاض بھی ہیں۔

---

[1] حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "اللآلی المصنوعۃ" میں بھی تفصیل سے لکھا ہے اور محدث ابن جوزی کا جواب بھی دیا ہے۔

حضرت امام جلیل، محدث عظیم امام طحاوی[1] قدس سرہ سورج پلٹ آنے کی حدیث کی دو سندیں بیان کرکے فرماتے ہیں کہ دونوں روایتیں ثابت ہیں اور تمام راوی ثقہ ہیں۔ شرح شفا شریف صفحہ ۵۹۰ جلد اول کی یہ عبارت ذہن میں خوب نقش کرلو۔

قال (ای الطحاوی) (وھذان الحدیثان ثابتان) ای عندہٗ وکفیٰ بہ حجۃ (ورواتھما ثقات)

---

[1] پورا نام یہ ہے ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمہ بن عبدالملک الازدی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ امام اور مجدد اور مجتہد ہیں۔ نہ تو کوئی آپ کے زمانہ میں آپ کا کسی لحاظ سے ثانی ہوا اور نہ آج تک کوئی پیدا ہوا۔ آپ کی کتاب "معانی الآثار" آپ کی بہت بڑی کرامت ہے حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محل لکھنؤ قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "تعلیقات سنیّہ" میں لکھا ہے۔ آپ مجتہد حنفی ہیں آپ کا پایہ حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رضی اللہ عنہما سے کم نہیں۔ آپ یکشنبہ کی رات ماہ ربیع الاول شریف ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۱ھ بعمر بانوے ۹۲ سال وفات پائی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۵۶ھ ہے۔ اس حساب سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ستائیس ۲۷ سال تھی۔ مصر میں ایک قصبہ ہے جس کا نام طحا ہے اسی سے آپ طحاوی کے نام مشہور رہیں۔ نورِ دنیا۔ اور فقیہ بے عدیل آپ کی تاریخ وفات ہے۔ ماخوذ از حدائق ص ۱۶۲ ۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث حضرت ابو جعفر احمد بن صالح طبری، مصری جو محدث ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ سے پچاس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ حضرت احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے حافظ، حدیث و فقہ، نحو کے عارف ہیں۔ مصر میں ۲۴۸ھ میں وفات پائی ہے، سورج کے دوبارہ نکل آنے والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کان یقول لا ینبغی لمن	جن کو علم کی طرف راہ ملی ہے
سبیلہٗ التخلّف عن	اس کو اس حدیث کے
حفظ حدیث اسماء	یاد اور محفوظ کرنے سے
لانہٗ من علامات النبوۃ	پیچھے رہنا کسی طرح بھی
شرح شفاء ص ۵۹۱ جلد اول	مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ
	حدیث علامات نبوت میں
	سے ہے۔

بخاری شریف کے شارح اکبر حافظ حدیث امام بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "عمدۃ القاری" ص ۱۴۶ میں بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

سب سے پہلے تعظیم و توقیر

تمام عبادتوں میں سب سے افضل سب سے اقدم نماز ہی فرض ہے مگر اس نقطۂ ایمانی اور فیصلۂ قرآنی کو کبھی بھی فراموش نہ کریں کہ نماز اور ہر عبادت سے پہلے اول ترین فرض تعظیم مصطفےٰ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن حکیم کا ہے یہ اعلان۔

لتومنوا باللّٰہ ورسولہٖ وتعزّروہ وتوقّروہ وتسبّحوہ بکرۃً واصیلاً
سورہ فتح

تاکہ تم لوگ اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی بے حد تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔

ربّ العالمین کی تسبیح سے مراد نماز پنجگانہ ہے جو فرض عین ہے۔ نماز ہی تمام فرض عبادتوں میں سب سے اول ہے، کسی فرض کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت ایک بار پھر ذرا مزید بصیرت ایمانی سے کرلو اور ترتیب پر خوب دھیان جماؤ تو صاف حکم معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے توحید ورسالت پر ایمان۔ پھر سب سے پہلے تعظیم وتکریم اس ذاتِ کریم کی کہ جن کے صدقہ میں ہر نعمت خداوندی نصیب ہوئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ جب دل میں۔ ہر رگ وریشہ میں ہر طرح سے عظمت ومحبت رچ بس جائے گی تو اطاعت واتباع کا سرچشمہ خود بخود پھوٹ پڑے گا تو بندہ نہایت ہی رغبت ورضا اور عقیدت ومحبت کے ساتھ سرتا بہ حکم اور سرتا بہ عمل ہوجائے گا۔ جب یہ دولت نصیب ہوگی تو ہر حکم خوشی خوشی مانے گا۔ ایمان کی لذت اور مزہ پائے گا۔

حدیث شریف ہے۔

ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰہ ربّاً وبالاسلام دنیا وبمحمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) رسولاً۔
مشکوٰۃ شریف صـ۱۲

ایمان کی لذت وہی چکھ پائے گا جو اللہ کو رب اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول خوشی خوشی مانا۔

قرآن پاک میں ہے کہ
فلا وربك لا یومنون
حتیٰ یحکموك فیما شجر
بینهم ثم لا یجدوا فی
انفسهم حرجا مما
قضیت ویسلموا تسلیما
(پ ۵ ، سورہ نساء)

آپ کے رب کی قسم یہ
لوگ مومن نہیں ہو سکتے
جب تک کہ اپنے آپسی
جھگڑے میں آپ کو حاکم
نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلہ
پر اپنے دلوں میں کوئی
تنگی محسوس نہ کریں اور
خوب اچھی طرح سے آپ
کے حکم کو دل سے نہ مان
لیں۔

اب اوپر کی آیت مبارکہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور پر انتہائی دھیان دو۔

۱۔ کتنا تاکیدی انداز بیان ہے۔
۲۔ قسم کے ساتھ کسی چیز کا حکم دینا بے انتہا اہم ہے۔
۳۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہر معاملہ میں حاکم ماننا۔
۴۔ ہر فیصلہ اور حکم کو خوشی خوشی دل سے تسلیم کرنا۔
۵۔ کسی طرح سے کسی حیثیت سے کسی قسم کی بھی دل میں کوئی تنگی نہ پانا۔
۶۔ دل کو ٹٹولے کہ دل میں کوئی گرد تو نہیں ہے، صاف دل سے کھلے دل سے بند دل سے نہیں بلکہ انتہائی شرح صدر کے ساتھ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لینے کا نام ہی ایمان ہے اس کے بغیر ایمان ہی نہیں۔ قرآن مبین کا ہے یہ فیصلہ "لا یومنون"، مومن ہی نہیں۔

آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام ابوبکر احمد[۵۱] بن علی رازی جصّاص، بغدادی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق بجید بلند پایہ کتاب "احکام القرآن" ص۲۶۰/۲ میں لکھتے ہیں کہ

فی ھذہ الآیۃ دلالۃ علیٰ من ردّ شیئا من اوامر اللہ تعالیٰ او امرہ صلی اللہ علیہ وسلم خارج من الاسلام سواء ردّہ من جھۃ الشک فیہ او من جھۃ ترک القبول والامتناع من التسلیم۔	اس آیت میں دلیل اس بات کی ہے کہ جس نے اللہ و رسول کے کسی حکم کو شک کی بنیاد پر یا سرے سے قبول نہ کرنے کی بنا پر ٹھکرا دیا تو وہ اسلام سے باہر ہے مسلمان ہی نہیں۔

---

[۵۱] آپ کا پورا نام یہ ہے۔ ابوبکر احمد بن علی بن حسین رازی، جصّاص بغدادی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۵ھ کو شہر بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ امام زمانہ اور مجتہد وقت تھے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کی ریاست آپ پر ختم ہوئی آپ سے بڑے بڑے اجلّہ علمائے نے حضرت امام قدوری کے استاذ جیسے شیوخ واکابر نے علم حاصل کیا ہے۔

حضرت امام حاکم جیسے نقّاد حدیث نے آپ سے حدیث سنی ہے۔ آپ کے زمانہ میں کوئی بھی علمی لحاظ سے آپ کا ہم رتبہ نہیں تھا۔ آپ نے کئی مفید اور عدیم المثال کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مگر کتاب "احکام القرآن" سب پر بھاری ہے۔ آپ ابوبکر رازی اور جصّاص کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ عربی میں "جص" چونا کو کہتے ہیں۔ ط

حضور سیدنا سہل[1] بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

(من لم یر ولایۃ الرسول	جس کسی نے بھی رسول
ای امرہ وحکمہٗ (علیہ)	پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی
ای جاریاً علیٰ نفسہٖ	ولایت وحکومت کو اپنے
(فی جمیع الاحول) (ویری	ہر حال میں نافذ اور جاری
نفسہٗ فی مِلکہٖ) بکسر المیم	نہیں رکھا۔ نیز اپنی ذات
ای فی تصرّف نفسہٖ و	کو ان کی ملکیّت میں تسلیم
تدبیر امرہٖ (لایذوق	نہیں کیا تو وہ سنت مصطفےٰ

عل[1] آپ کا پورا نام یہ ہے، ابو محمد سہل بن عبداللہ بن رفیع تستری رحمۃ اللہ علیہ آپ اپنے زمانہ میں عارف اور ولیوں اور علماء کے سردار تھے۔ مکہ معظمہ کے راستہ میں حضرت سیدنا ذوالنون[2] مصری قدس سرہٗ سے ۲۷۳ھ میں ملاقات ہوئی تھی آپ نے ۲۸۳ھ میں وصال فرمایا ہے۔ آپ کے اقوال یہ ہیں۔ صوفی کو تین چیزوں کی پابندی لازمی ہے (۱) اپنے راز کی نگہبانی کرنا (۲) فقیری کی حفاظت کرنا (۳) اپنے فرض کو ادا کرنا۔ طبقات ذکر حضرت ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری۔

عل[2] پورا نام یہ ہے ابو فیض ثوبان بن ابراہیم ذوالنون مصری ۲۷۵ھ میں انتقال کیا۔

چونکہ آپ کا ذریعہ معاش چونا بنانا تھا اس لئے آپ "جصّاص" کے نام سے مشہور ہوئے۔ سلف صالحین کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ روزی کمانے کے لئے کوئی نہ کوئی حلال پیشہ ضرور کرتے تھے مفت خور نہ تھے۔ بلکہ محنت کش تھے۔ ۷ ذی الحجہ بروز سنیچر بمقام نیشاپور پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر شریف میں ۲۷۰ھ کو وفات پائی۔ رہنمائے دین آپ کی تاریخ وفات ہے۔ ماخوذ از حدائق ص ۱۲۸

علیہ التحیۃ والثناء کی لذت، طراوت سے محظوظ نہ ہو سکا۔

حلاوۃ سنتہ) شرح شفا ص ۳۵/۲

ذکر اقدس پر جھک جانا

جب کبھی بھی حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آتا ہے تو مسلمان جھک جاتا ہے اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ یہ سنت ہے یا بدعت؟ بدعت جیسی چیز کا تو نام نہ لو۔ بدعت گمراہی ہے اندھیرا ہے بلکہ یہ سنت ہے، حضرات صحابۂ اخیار کی سنت ہے تابعین ابرار کی سنت ہے۔ علماء ربانین اولیاء کبار، اللہ والوں کی سنت ہے۔ جماعت کو مان کر سنت پر عمل کرنے والے ہی کو "اہلسنت وجماعت" کہتے ہیں۔

حضور رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت ۷۳ تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک جماعت کے سوا سب جہنمی۔ حضرات صحابۂ عظام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وہ کونسی جماعت جنتی ہے؟ ارشاد فرمایا۔

ما انا علیہ واصحابی — جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۰

اب دیکھنا یہ ہے کہ بوقت ذکر مبارک، باادب ہو جانا۔ رنگ کا بدل جانا۔ جھک جانا۔ اس سلسلہ میں صحابۂ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا طریقہ کیا ہے؟ کیونکہ مسلمانوں کو صحابۂ کرام کے طریقہ اور سنت پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت امام اجل قاضی عیاض قدس سرہٗ اپنی کتاب "شفا شریف ص ۲/۲" میں لکھتے ہیں کہ۔

کان مالك اذا ذكر	حضرت امام مالک جب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کبھی بھی رسول پاک
یتغیّر لونہ و ینحنی	صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر
	کرتے تو آپ کا رنگ بدل
	جاتا اور جھک جاتے ،

اس متن کی شرح کرتے ہوئے حضرت ملّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

ای یمیل ظھرہ	یعنی اپنی پیٹھ کو جھکا لیتے۔

حضرت امام اجلّ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب و احترام ملحوظ رکھا جائے کے بعد یہ لکھتے ہیں کہ

ھٰذہٖ کانت سیرۃ	یعنی سلف صالحین اور
سلفنا الصالحین و	اگلے اماموں کا یہ طریقہ
ائمّتنا الماضین۔	اور سیرت ہے۔

اب اس متن مذکور کی شرح کرتے ہوئے حضرت ملّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ

(ھٰذہٖ) ای الطریقۃ	یعنی یہ پسندیدہ طریقہ
المرضیّۃ (کانت سیرۃ	سلف الصالحین اگلے
سلفنا الصالح) یروی	نیک لوگوں کا ہے حضرات
الصالحین ای المتقدّمین	صحابۂ کرام اور تابعین
من الصحابۃ والتابعین	کا ہے۔ اور گذشتہ اماموں
(وائمّتنا الماضین) ای العلماء	اور علماء کا ہے۔
العاملین۔	

مذکورہ بالا نور آفریں ارشادات و تعلیمات سے یہ روشنی ملی کہ

۱۔ بارگاہ قدس میں یا جب بھی ذکر پاک آئے، تذلّل، فروتنی عاجزی، انکساری ظاہراً اور باطناً کرنا۔

۲۔ بوقت ذکر انور گردن جھکانا۔

۳۔ یہ عمل صحابۂ کرام کا ہے۔

۴۔ یہ عمل تابعین عظام کا ہے۔

۵۔ خود حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا عمل ہے جو تابعی بھی ہیں اور چار اماموں میں سے ایک عظیم الشان امام بھی۔

کمترین مؤلف کا یہی تو عرض کرنا ہے کہ "صوفی" کا کوئی عمل بدعت نہیں ہے ہر عمل کے لئے ثبوت ہے، سند ہے، صوفی درحقیقت امینِ شریعت ہے، صوفی کی وہی راہ ہے جو دین داروں کی ہے اور دین داروں کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب فتاویٰ عالمگیری کا یہ فتویٰ ملاحظ فرمالیں۔ تیمسّک بافعال اھل الدین۔ دینداروں کے افعال سے دلیل اور سند لی جائے گی

فتاویٰ عالمگیری میں صاف واضح ہے کہ مشائخ کرام کے افعال سند اور ثبوت ہیں۔

ماخوذ از "بریق المنار بشموع المزار" ص۱۸ از اعلیٰ حضرت۔

نوٹ :۔ "شفاء شریف" میں لفظ یخشع اور یخضع ہے جس کا معنی از روئے لغت ذلّت فروتنی، عاجزی اور سر جھکانا ہے۔ جیسا کہ ائمّہ لغت صاحبِ قاموس اور صاحب جمہرہ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے

قلبی رابطہ

قلبی رابطہ اور برزخ شیخ کے سلسلہ میں حضرات ائمہ علوم و تصوّف کے ارشادات و تعلیمات پچھلے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ موقع و محل کی مناسبت سے بس یہاں چند سطریں اور پڑھ لیجئے۔

سب سے زیادہ سب سے بڑھ کر۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے صرف آپ سے قلبی رابطہ راسخ سے راسخ مضبوط سے مضبوط ہو۔ تاکہ شاداں اور فرحاں تعلیمات و احکام پر عمل ہو سکے۔ قلبی رابطہ اور برزخ کا اصل مقصود یہی ہے۔

مرشد سے قلبی رابطہ ایک بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے تاکہ اس راہ سے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی رابطہ خوب استوار ہو جائے۔ یہ قلبی رابطہ اتنا مستحکم ہو جائے کہ اس بارگاہ قدس میں بحالت بیداری ہمہ وقت حضور ہو، شہود ہو۔ یہ عظیم نعمت بہت ہی بلند قسمت بے حد وجیہہ المرتبت اولیاء کبار علماءِ ربّانیّین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو نصیب ہوتی ہے۔

ان ہی قدّوسیوں اور خوش نصیبوں میں حضور سیّدنا شیخ عبدالرحیم علیہ مغربی اور حضور سیّدنا شیخ ابومدین علیہ مغربی، حضور سیّدنا ابوالسعود بن ابوالعشائر علیہ حضور سیّدنا شیخ ابراہیم علیہ وسوقی، حضور سیّدنا شیخ ابوالحسن علیہ شاذلی، حضور سیّدنا ابوالعبّاس مرسی علیہ، حضور سیّدنا ابراہیم علیہ متبولی، حضور سیّدنا شیخ امام جلال الدین علیہ سیوطی، حضور سیّدنا شیخ زوّلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دیگر خوش نصیباں ہیں۔

ماخوذ از مقال العرفاء ص ۴۶ مؤلفہ اعلیٰ حضرت۔

اور حضور سیدنا عبد الرزاق بالنسوی،[عنہ] جن کا مزار پاک "بالنسہ شریف" ہے جو لکھنؤ کے قریب ہے اور حضور سیدنا محمد وارث رسولنما[علیہ] جن کا مزار اقدس محلہ کوئلہ بازار بنارس ہے۔ اور دیگر منتخب مقبول بارگاہ اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

قلبی رابطہ کا سب سے مفید ذریعہ درود شریف ہے،

حدیث پاک ہے کہ

اَولی الناس بی یوم	بروز قیامت سب سے قریب
القیمۃ اکثرھم علیّ	مجھ سے وہی شخص ہوگا۔
صلوٰۃ	جس نے کثرت سے مجھ پر
ترمذی شریف مشکوٰۃ شریف ص۸۶	درود شریف پیش کیا ہے

نقاد حدیث حضرت امام شمس الدین سخاوی قدس سرہٗ اپنی کتاب "المقاصد الحسنۃ" ص۲۲۸ میں لکھتے ہیں کہ

الصّلوٰۃ علی النبی صلی اللہ	نبی پاک صلی اللہ علیہ والہٖ
علیہ والہٖ وسلّمْ	وسلم پر درود شریف

عہ مصر کے جلیل القدر ولیٔ ربانی، مصر میں آپ کے مزار سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ طبقات ذکر ابو محمد عبد الرحیم مغربی قناوی رحمۃ اللہ علیہ۔

عہ آپ کا نام شعیب، آپ کے صاحبزادہ کا نام "مدین" ہے اسی بنا پر آپ کی کنیت "ابو مدین" ہے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فتوحات" میں آپ کا ذکر جمیل کیا ہے، چھٹویں صدی ہجری میں وفات پائی ہے طبقات ذکر شیخ ابو مدین شعیب مغربی رحمۃ اللہ علیہ۔

عہ یہ مصر کے اجلّہ مشائخ میں سے ہیں ۹ شوال بروز یکشنبہ ۶۴۴ھ مقطم،

افضل من عتق الرقاب	پڑھنا غلاموں کے آزاد کرنے سے کہیں بڑھ کر افضل ہے۔
کل الاعمال فیھا المقبول والمردود الا الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم لاترد	جتنے بھی عمل ہیں ان میں کچھ مقبول بھی ہیں اور مردود بھی۔ مگر درود شریف مقبول ہی ہے۔ درود شریف کبھی بھی رد نہیں ہوتا۔

اور "المقاصد الحسنۃ" ص۱۲۶ میں ہے کہ

اذا سألتم اللہ حاجۃ فابدؤا بالصلوٰۃ علیّ فان اللہ اکرم من ان	جب اپنی کوئی ضرورت بر آوری اللہ تعالیٰ سے مانگو تو درود شریف سے

کے دامن میں مدفون ہوئے "مقطم" مصر میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ طبقات ذکر ابو السعود بن ابی العشائر رحمۃ اللہ علیہ

۷۴ سیدنا عارف ربانی ابراہیم دسوقی قرشی رحمۃ اللہ علیہ آپ نہایت بلند مرتبہ صاحب ولایت وکرامات ہیں۔ آپ کے کلمات نہایت ہی عارفانہ ہیں۔ چند اقوال درج کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ پیر کی اجازت کے بغیر کبھی کلام نہ کرے، اگر پیر موجود ہو تو اجازت لے اور اگر بظاہر موجود نہ ہو تو قلب کے ذریعہ سے اجازت لے۔

۲۔ جو شخص بھی پابند شرع، صاف، شفاف اور پاکدامن، پاک دل پاک عمل نہ ہو

یسأل حاجتین فیقضی احدھما و یرد الاخریٰ
ابتداء کرو۔ کیونکہ اللہ کی کریمی کے خلاف ہے ایک حاجت یعنی درود شریف کو قبول کرے اور اس کی دوسری ضرورت کو رد کردے

من بے من ہر حال میں درود شریف مقبول ہے

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "طبقات" حضرت سیدنا شیخ ابوالمواہب محمد شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کے ذکر میں حدیث شریف بیان کرتے ہیں۔ کہ جو ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے تو رب تعالیٰ دس مرتبہ درود بھیجتا ہے یہ نعمت غفلت سے درود پاک پڑھنے والوں کے لئے ہے اور جو دل لگا کر پڑھے گا اس کے اجر کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وہ میری اولاد نہیں۔ اگرچہ وہ میرا صلبی بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ جو لوگ شریعت و طریقت، زہد و ورع اور کم کھانے کے پابند ہیں یہی میرے مرید اور اولاد ہیں۔ اگرچہ وہ کتنے ہی دور دراز ملک اور شہر ہی کے کیوں نہ ہو۔

۴۔ کسی فقیر کو بُرا نہ سمجھو، ہاں اگر وہ شریعت کے خلاف کرتا ہے تو اس کے اس خلافِ شرع عمل کو ضرور برا مانو۔

۵۔ جبتک کہ میں اور تم ہے تو پھر محبت کہاں؟ میں اور تم کا فرق اٹھ جائے یہی تصوف ہے۔

۶۔ صوفی ہیبت و رعب میں بادشاہ جیسا ہو اور خاکساری اور فروتنی میں

جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کا مرشد درود شریف ہے

حضرت شیخ محقق امام عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکتوبات پر حاشیہ اخبار ص ۲۶ میں بہت ہی مفصل ایمانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

من لم یکن لہ شیخ یربیہ	جس کا کوئی پیر نہ ہو جو
ویرقیہ ویوصلہ الی	تربیت اور ترقی دیکر خدائے
اللہ تعالیٰ فلیلزم الصلوٰۃ	تعالیٰ تک اس کو پہونچا سکے
علی النبی صلی اللہ علیہ	تو ایسے شخص کو درود شریف
والہ وسلم فھی تربیہ باحسن	لازم ہے یہ درود شریف
الآداب النبویہ وتھذب	بہترین ادب و تہذیب
باشرف الاخلاق المحمدیۃ	اور اخلاق سے آراستہ کرکے
ترقیہ الی المحل الانسی	کمال کی چوٹی تک پہونچا کر رب
من حضرۃ الکریم المتعال الخ	تعالیٰ تک پہونچا دے گا۔

ذلیل غلام کی طرح۔

۷۔ پیر اپنے مرید کا حکیم ہوتا ہے اور جب مریض اپنے حکیم کے حکم پر نہ چلے گا تو بیماری سے شفا نہ ہو گی۔

۸۔ صرف اپنے پیر کی صحبت میں رہو اور پیر کی سختی اور تنبیہ پر ثابت قدم رہو تاکہ پیر کا فیض تم کو پہونچے۔

آپ حسینی سید ہیں۔ تینتالیس ۴۳ کی عمر مبارک میں ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔ طبقات ذکر سیدنا ابراہیم دسوقی قرشی رحمۃ اللہ علیہ۔

۵ پورا نام یہ ہے۔ ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن عبد الجبار شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

درود شریف کے فضائل کتنے ہیں؟ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم، کوئی بھی درود شریف ہو۔ سب نور علیٰ نور ہے۔ مگر درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے سب سے افضل ہے۔ درود شریف کا سب سے بہترین مجموعہ "دلائل الخیرات" شریف ہے جس کو پڑھنے کے لئے شیخ سے اجازت لینی ضروری ہے۔

نماز میں بھی تعظیم و ادب

آپ گذشتہ صفحات میں قرآن پاک کی روشنی میں بخوبی پڑھ چکے ہیں کہ ہر عبادت سے پہلے تعظیم و ادب حضور مالکِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اب اس سلسلہ میں افضل صحابہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونۂ ادب ملاحظہ فرمائیں۔

بظاہر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں نماز کا وقت آگیا۔ حضرات صحابۂ اخیار کے آپسی مشورہ سے حضور سیدنا ابوبکر صدیق

شاذلہ افریقہ میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ اسی گاؤں کی نسبت سے آپ شاذلی ہیں اور اسی نسبت سے آپ کے سلسلۂ مبارکہ کا نام "شاذلیہ" ہے۔ شاذلیہ کا سلسلۂ بیعت وارشاد حضور سیدنا عالی مقام امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ہو کر حضور سیدنا باب العلم مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہونچتا ہے آپ کے مرید اور خلیفہ اور جانشین حضور سیدنا امام احمد ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا خود فرماتے ہیں کہ میرا یہ طریقہ بیعت وارشاد نہ مشرقیوں کی طرف منسوب ہے اور نہ مغربیوں کی جانب بلکہ ایک ہے اور صرف ایک ہے اور وہ ہیں حضور سیدنا عالی مقام امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

حضور سیدنا ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ پیدا تو ہوئے افریقہ کے ایک گاؤں

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے لگے۔ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کی آمد مبارک پر صحابۂ کرام نے آپ کو بار بار تنبیہ کیا لیکن چونکہ صدیق نماز میں پوری یکسوئی کے ساتھ مستغرق تھے۔ اس لئے کوئی دھیان نہیں دیا۔ جب آپ متنبہ ہوئے تو مصلّٰی سے پیچھے ہٹنے لگے، حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاؤ۔ پیچھے نہ ہٹو۔ مگر اس کے باوجود حضور سیدنا صدیق اکبر پیچھے ہٹ کر مقتدیوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور سیّدنا وسیّد الکل امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ نماز پڑھانے کے بعد ابوبکر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ۔

یا ابا بکر ما منعك ان	اے ابوبکر مصلّٰی پر قائم رہنے
تثبت اذا مرتك فقال	سے کس چیز نے روکا جبکہ میں
ابوبکر ما کان لابن قحافة	نے تم کو نماز پڑھانے کا حکم
ان یصلّی بین یدی	دیدیا تھا عرض کی کہ ابوقحافہ
رسول الله صلی الله علیه	کے بیٹا کی کیا مجال کہ رسول اللہ
وسلم۔	صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے
بخاری شریف ص ۹۴	(کھڑا ہو کر) نماز پڑھائے

"شاذلہ" میں لیکن وفات پائی عیذاب کے صحرا میں اور یہیں آپ کا مزار اقدس بھی ہے۔ ذی قعدہ ۶۵۶ھ سالِ وفات ہے۔ آپ کے حالات ومناقب میں حضرت تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ نے جو سلسلۂ بیعت میں حضور سیدنا ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ کے پر پوتے ہیں جو ۷۰۹ھ میں بمقام "قرافہ" میں وفات پائی اور یہیں آپ کا مزار ہے جس سے فیوض وبرکت حاصل کی جاتی ہے آپنے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

اب اس واقعۂ ایمان وادب کو سامنے رکھ کر مندرجہ ذیل امور پر دھیان دو۔

۱۔ نماز ایسی کہ رب العالمین کا مشاہدہ ہو۔

۲۔ نماز ہی میں ادب وتعظیم۔

۳۔ حکم پر نہیں ادب پر عمل کیا۔ اور یہی ادب بارگاہِ قدس میں مقبول بھی ہوا۔

۴۔ اپنا نام نہیں لیا کہ یہ ایک طرح کی بے ادبی ہے۔ بڑکپن ہے حاشیۂ بخاری شریف صہ ۹۴ میں ہے کہ ابو قحافہ کا بیٹا کہنے میں انکساری اور چھوٹا پن ہے۔ اس واقعہ سے مریدین کو یہ نصیحت اور عبرت ملی کہ پیر کے سامنے اپنی عظمت نمائی نہ کرو۔ چھوٹے ہو چھوٹے بنے رہو تاکہ عزت نصیب ہو سکے۔

۱۔ کتاب التنویر فی اسقاط التدبیر۔

۲۔ کتاب الحکم۔

۳۔ لطائف المنن، مؤخر الذکر کتاب "لطائف المنن میں حضرت ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات ومناقب خوب خوب لکھے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے قطب اور ہر لحاظ سے سید الاولیاء" تھے شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ میں محدث جلیل ہیں۔ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی کو عارف باللہ نہیں پایا۔ اب ذیل میں ان کے چند اقوال طیبہ مطالعہ کریں۔

۱۔ استغفار کو ہمیشہ لازم پکڑو۔

۲۔ کشف والہام اگر شریعت کے موافق ہے تو صحیح ورنہ لائق توجہ نہیں ہے۔

ایک اور واقعہ دل کی تختی پر لکھ لو، بلکہ ہر طرح سے دل میں اتار لو۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مخالفین نے لفظ "رسول اللہ" پر اعتراض کیا کہ اگر ہم لوگ آپ کو رسول اللہ ہی تسلیم کر لیتے تو پھر یہ روک ٹوک اور جھگڑا کیسا؟ مکہ معظمہ میں آپ کو جانے سے روکتے کیوں؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوالصوفیہ ابوتراب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ لفظ "رسول" مٹا دو اب "علی" کا جوش ایمانی، علی ہی کے الفاظ میں دیکھو۔ عرض کی۔

لا امحوك ابداً۔ آپ کو میں ہرگز نہیں مٹا سکتا۔

بخاری شریف ص۳۷۲

ایسا کرنا مومن سے ممکن بھی نہیں۔ خود مٹ جائے گا لیکن اس لفظ مبارک پر قلم نہیں چلا سکتا ہے۔ اب اس واقعۂ ایمان وادب سے چند امور ذیل روشنی میں آئے۔

۱۔ آپ ہی کی سیرت قدسیہ سے ادب شناسوں کو یہ ادب ملا ہے کہ

۳۔ شریعت کے مطابق زندگی گذارنے سے بڑھ کر کوئی کرامت ہے ہی نہیں۔ طبقات ذکر حضرت ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ۔

ع۱۶ حضور سیدنا ابوالعباس احمد قدس سرہٗ کے پیر و مرشد حضور سیدنا ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر گذر چکا ہے۔

حضرت ابوالعباس احمد مرسی قدس سرہٗ ۶۸۶ھ میں انتقال کیا ہے۔ آپ کے جلیل المرتبت کلام بہت ہیں۔ ذیل میں چند کلمات طیبات درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اویسی کسی پیر کا احسان مند نہیں ہوتا ہے۔ اس کو حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست تعلیم و تربیت فرماتے ہیں۔

ایسے مواقع پر اللہ۔ رسول۔ بزرگوں کے نام پاک کو کاٹتے نہیں ہیں۔ بلکہ گول دائرہ بنا دیتے ہیں اس باب ادب میں بھی حضور سیدنا ابو الصوفیہ مولیٰ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد امام اور مقتدیٰ ہیں۔

۲۔ حکم پہ نہیں ادب پر عمل کیا اور یہی ادب بارگاہ عالی میں مقبول اور پسندیدہ بھی ہوا۔

حکم پر نہیں ادب پر عمل

نہایت ہی مشہور اور زبانوں پر جاری ہے یہ جملہ کہ۔

الامر فوق الادب — حکم کو ادب پر برتری حاصل ہے۔

" المجالس السنیۃ " صـ۵ میں ہے کہ

۲۔ مرید کی یہ خواہش نہ ہو کہ میں پیر کے دل میں رہوں۔ بلکہ اس کی یہ خواہش ہو کہ پیر مرے دل میں ہو۔

۳۔ تمام رسولان عظام علیہم السلام رحمت الٰہی سے پیدا ہوئے ہیں اور حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم عین رحمت ہیں۔

۴۔ آپ اور آپ کے پیر و مرشد سیدنا ابو الحسن شاذلی قدس سرہما فرماتے ہیں کہ آنکھ جھپکتے بھر بھی بحالت بیداری رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے محروم نہیں ہوا ہوں اور اگر ایسا ہو جائے (معاذ اللہ) تو ہم لوگ اپنے کو مسلمان نہ شمار کریں گے۔

عربی عبارت یہ ہے۔

لو احتجبت عنا دویتہ	پل بھر بھی اگر رسول اللہ صلی اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	علیہ وسلم کا دیدار نہ ہو تو ہم
وسلم طرفۃ عین ما اعد	لوگ اپنے کو مسلمانوں میں سے
نا انفسنا من جملۃ المسلمین	نہ شمار کریں گے۔

ان الادب افضل من	حکم پر عمل کرنے سے کہیں
امتثال الامر واستشهد[عـ۵] وا	اچھا ہے ۔ ادب کرنا
لذالك بان الصدّيق	اور اس کے لئے شہادت
رضی اللہ عنہ تاخر عن	اور دلیل پیش کیا ہے کہ حضرت
المحراب ولم یمتثل امر	صدیق اکبر محراب سے پیچھے
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ہٹ آئے اور نماز پوری کرنے
باتمام الصلوٰۃ	کے حکم پر عمل نہیں کیا ۔

طبقات ذکر حضرت ابو العباس احمد مرسی رحمۃ اللہ علیہ ۔

لوٹ :- سلسلۂ شاذلیہ کو بھی دیگر نورانی سلسلوں کی طرح فروغ اور پھیلاؤ خوب ہوا ہے ہندوستان میں حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بھی شاذلیہ ہے ۔ اور شاذلیہ سلسلہ حضور سیدنا عالی مقام امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تک پہونچتا ہے ۔ شجرات طیبات پر خوب مفصل بیان حصہ دوم یا حصہ سوم میں ہوگا اور ہمارے یہاں بزرگوں سے جو سات نورانی سلسلوں کی اجازت ہے ، ہر بزرگ کے حالات و مناقب بھی ذکر کئے جائیں گے ۔ انشاء اللہ

عـ۴ حضور سیّدنا ابراہیم متبولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ ولایت میں صاحب دوائر کبریٰ ہیں ۔ دوائر کبریٰ ولایت میں بہت ہی رفیع الشان مرتبہ ہے ۔ (حضرات صوفیۂ عظام کی اپنی الگ ایک اصطلاح ہے جس میں وہ ولایت کے مراتب اور دیگر امور بیان کرتے ہیں ۔ مراتب ولایت کے نام اور اس کی شرح حصۂ سوم میں کروں گا ۔ انشاء اللہ) آپ کے پیر و مرشد صرف حضور رسول اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور کوئی نہیں ۔ اسی نسبت مطہرہ کو نسبت اویسی کہتے ہیں ۔ قاہرہ کے محلہ حسینیہ جامع مسجد کے پاس بھنے ہوئے چنے فروخت کرتے تھے حلال پیشہ اختیار کرنا معیوب نہیں بلکہ انبیائے کرام

عـ۵ پہلا قول فقہائے کرام کا ہے اور دوسرا صوفیۂ عظام کا ۔ تصوف کا دوسرا نام ہی ادب ہے ۔ صوفیۂ عظام

بات دونوں صحیح ہے۔ موقع و محل الگ الگ۔ کتاب کا پورا نام یہ ہے "المجالس السنیّة فی الاربعین النوویّة" اس کتاب کے مؤلف حضرت امام حدیث احمد فشنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے زمانہ میں علوم حدیث کے بلند پایہ امام تھے۔ کتاب ۱۶ ار محرم الحرام ۹۷۸ھ میں مکمل ہوئی ہے۔

حضور سیدنا امیر المومنین شہید مظلوم عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر موجودگی میں بعیتِ رضوان کے موقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دستِ مبارک کو "عثمان غنی" کا ہاتھ فرمایا۔

علیہم السلام اور صلحاء امت کی سنت ہے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بکثرت دیکھتے اور اپنی والدہ ماجدہ سے اس نعمت کا ذکر کرتے تو آپ کی ماں کہتیں کہ بیٹا مرد تو وہ لوگ ہیں جو بیداری میں مشرّف ہوا کرتے ہیں جب یہ نعمت ان کو نصیب ہوئی اور اپنے معاملات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے لگے تو ان کی والدہ مخدومہ نے کہا کہ ہاں بیٹا اب تمہاری رجولیّت (مردانگی) کا مقام شروع ہوا۔ بمقام بیت المقدس ۸۸۰ھ میں وفات پائی۔ از طبقات ذکر سیدنا ابراہیم متبولی قدس سرہٗ۔

۹ آپ کا پورا نام یہ ہے حضور سیدنا شیخ موسیٰ بن ماہین زولی رضی اللہ عنہ۔ آپ اپنے زمانہ میں امام الاولیاء تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے غیب کی باتیں کھول دی تھیں صاحب کرامت تھے۔ آپ کی ولایت عظمیٰ کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم، محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی عزت اور تعریف کرتے تھے۔ آپ کو حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ بکثرت بیداری میں ہوا کرتا تھا اور آپ اپنے اکثر کام رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اجازت سے کرتے تھے۔ آپ کی یہ ایک بہت ہی کھلی کرامت تھی کہ چار مہینہ یا اس سے بھی کم عمر کے بچے سے فرماتے کہ فلاں سورہ پڑھو وہ بچہ صاف اور فصیح زبان میں وہ سورہ

درحقیقت دونوں ہاتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے۔ مگر
مارے محبت کے اپنے ایک ہاتھ کو فرمایا کہ یہ ہاتھ "عثمان" کا ہے اس نورانی
نسبت کی حضور سیدنا خلیفہ المسلمین نے اتنی قدر و تعظیم کی کہ پوری زندگی
گذر گئی مگر حضور سیدنا خلیفہ المسلمین شہید مظلوم، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ وارضاہ عنانے اس نسبتی ہاتھ کو نجاست کی جگہ نہیں لگایا یہی ہے ایمان،
یہی ہے اسلام۔ یہی ہے شریعت۔ یہی ہے طریقت حضور سیدنا شیخ الشیوخ
شیخ سہروردی رضی اللہ عنہ عوارف المعارف ص ۴۹۱ میں لکھتے ہیں کہ پورے

پڑھنے لگتا تھا۔ اور پھر اچھی طرح سے لوگوں سے بات کرنے لگتا تھا، جب ان کو لوگوں
نے قبر میں اتارا تو قبر ہی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے ان کی قبر کشادہ ہوگئی۔ جو لوگ قبر
میں اترے تھے بے ہوش ہوگئے۔ طبقات ذکر حضرت شیخ موسیٰ بن ماہین زولی قدس سرہ
عنا حضور سید نا سید عبد الرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ امی ولی ربانی
ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت براہ راست حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ شریعت یعنی علم ظاہری کے بغیر کوئی منصب ولایت پر نہیں پہونچ
سکتا ہے۔ عموماً شریعت کا علم مدرسہ ہی میں حاصل کیا جاتا ہے جو نہایت ہی ضروری
ہے۔ مگر جس پر رب کریم کا خاص کرم ہوتا ہے اور اس کو ولایت کی نعمت دینی ہوتی
ہے تو رب العالمین اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور علوم شریعت سے مالا مال فرما دیتا ہے۔
اس لئے جاہل شریعت ولی نہیں ہو سکتا ہے ان علوم ظاہرہ کے عطا فرمانے کے بعد اپنا
نور اس کے سینہ میں ڈال دیتا ہے پھر کیا؟ اس کا سینہ کھل جاتا ہے اسی کو "علم لدنی"
کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ

وعلمناہ من لدنا علماً۔ ہم نے اس کو اپنے پاس سے ایک
مخصوص علم عطا فرمایا۔

ادب کا نام تصوف ہے۔ عقل اللہ جلّ شانہٗ کی بہت گراں قدر نعمت ہے مگر عقل پر کسی قوّت کی حکمرانی، فرماں روائی ہے تو وہ عشق ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے
اچھا ہے کہ دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اس کو تنہا بھی چھوڑ دے

واقعۂ بیعتِ رضوان ایک نہایت ہی عظیم واقعہ ہے۔ قرآن مجید میں

اور اسی حقیقت کو حدیث میں ان نورانی الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

ان النور اذا دخل فی	جب نورالٰہی سینہ میں پیوست
الصدر انفسح صدرہٗ	ہوجاتا ہے تو اس کا سینہ
	کھل جاتا ہے۔

یہی ہیں وہ منتخب اور محبوب بندےؒ کہ جن پر الم نشرح لك صدرك کا عکس ضوفشاں ہے۔ یہی وہ برگزیدہ قدوسی نفوس ہیں جن پر حضور نبیّ امیّ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قدسیہ امیّت کا پرتو جمیل پڑا ہے۔ حضور سیدنا سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ جیسے امّی ولّی کامل سے جب امام العلوم علاّمہ نظام الدین سہالوی، لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ میں شریعت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ ہی ہندوستان میں "درس نظامی" کے بانی بھی اور تمام علمائے کے استاذ بھی مرید ہوئے تو آپ کے دوست علما نے طعن اور اعتراض کیا کہ آپ اتنے بڑے بے مثال علامۂ وقت اور امام العلوم ہوکر ایک جاہل سے مرید ہو گئے (معاذ اللہ) اب آپ کے ساتھی علماء نے امتحان لیا تو ایسی کئی حدیثیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں ان کو حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع قرار دیدیا۔ اور ایسی کئی حدیثیں جو محدثین کرام کے نزدیک موضوع ہیں ان کو صحیح فرمایا۔ یہ تمام ظاہری علماء متحیّر اور ششدر ہو گئے کہ حضور! یہ کہاں سے؟

ہے کہ۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ	یقیناً اللہ ان ایمان والوں سے راضی ہو گیا جو آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

ان صحابۂ کبار کا درجہ بہت ہی بلند ہے واقعۂ بیعت رضوان میں بہت ہی خصوصی اور منفرد فضیلت حضور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

فرمایا۔ براہ راست نبی امتی سے صلی اللہ علیہ وسلم۔

... دل میں ہے تصویر یار

ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

فاصلہ کوچۂ جاناں کا نہ پوچھو یارو۔!

جیسا مشتاق ہو دور بھی ہے اور نزدیک بھی

ایک تنبیہ :۔ مدارس کے علماء کو چاہیئے کہ مدرسہ نبوت کے فیض یافتگان کو نبظر حقارت نہ دیکھیں۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حضور سیدنا عبد الرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ حسنی حسینی سید ہیں وفات ۱۱۳۶ھ ہے۔ امام العلوم علامہ نظام الدین سہالوی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ وفات ۱۱۶۱ھ ہے۔ فاضل قدوۂ دین و دنیا تاریخ وفات ہے۔

ماخوذ از حدائق حنفیہ وغیرہ ص ۴۴۵

عاا آپ کا نام محمد وارث، لقب رسولنا والد ماجد کی جانب سے حسینی اور

کی ہے۔

نماز کی تبلیغ بہت ہی ضروری مگر ترتیب ہی الٹ گئی

قرآن وحدیث نے حبِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اول اور اقدم رکھا ہے مگر آج کی چلتی پھرتی تبلیغ نے جانِ ایمان، روحِ نماز کو مؤخر بلکہ نہ کے برابر کر دیا۔ یہ ایک حقیقت اور کھلا ہوا مشاہدہ ہے کہ اس تبلیغ سے آدمی جیسے جیسے نماز کا پابند ہوتا جاتا ہے، ویسے ویسے عظمت ومحبت سے

والدہ ماجدہ کی جانب سے حسنی سید ہیں آپ اپنے زمانہ کے بہت ہی بڑے عالم تھے آپ نہایت ہی صاحب کمالات وکرامات ہیں۔ سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ روزانہ جاگتے ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے اور آپ ریاضت ومجاہدہ کراکر دوسرے خوش نصیبوں کو بھی بیداری کی حالت میں حضور مالک کونین، سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے تھے۔ اسی لئے آپ کا لقب "رسولنما" ہے۔ آپ اپنے اصلی وطن غازیپور میں ۱۰۸۶ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ کو بنارس میں آپکا وصال ہوا۔ ہر سال محلہ مولوی جی کا باڑہ کوئلہ بازار بنارس میں ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ ربیع الثانی شریف کو عرس مبارک ہوتا ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد تو سترہ ۱۷ ہے مگر آپکے شاگردِ اعظم اور خلیفہ خاص حضرت تاج العارفین مولانا شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ پھلواری شریف ضلع پٹنہ (بہار) ہیں۔ آپ ہی کے نام کی نسبت سے پھلواری شریف میں "خانقاہ مجیبیہ" ہے بنارس ہی سے یہ فیض پھلواری شریف بہار کو پہونچا ہے سلہ جیساکہ آپ پچھلے صفحات میں مطالعہ کر چکے ہیں۔

خالی ہوتا جاتا ہے۔ بظاہر قیام و رکوع ،سجود و قعود کا عادی تو ہو گیا
مگر بے جان ، بے روح ۔جب وہ نماز کا پابند نہیں تھا ،خطا کار تھا۔
مجرم تھا لیکن تعظیم و محبت سے مالا مال تھا۔ نماز کا عادی ہونے سے
پہلے مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے عزّ وجل کا نائب مطلق اور
عطاء الٰہی سے عالم ماکان و مایکون ، اور مختار کل تسلیم کر رہا تھا وہ تمام
اعمال صالحہ جو اہل سنت و جماعت کے شعار اور پہچان ہیں جیسے ذکر
میلاد شریف، قیام و سلام نامِ اقدس پر انگوٹھا چومنا وغیرہ وغیرہ۔
صدقِ دل سے مان بھی رہا تھا اور خوشی ،خوشی عمل بھی کر رہا تھا مگر اب
تعظیم و محبت کے یہ کام اس کے نزدیک بدعت اور شرک ہو گئے۔

الامان الحفیظ

یا اللہ اپنے حبیب صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
صدقہ وہ نماز عطا فرما جو تجھ سے اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
سے قریب رکھے۔ صدیقی اور فاروقی ،عثمانی اور مرتضوی ،حسنی اور
حسینی نماز عطا فرما۔ آمین !

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی نماز

صحیح بخاری شریف سے
صدیقی نماز ابھی گذشتہ
صفحات میں ملاحظہ کر چکے۔ اب ذرا حضرت رابعہ[1] عدویہ بصریہ
رحمۃ اللہ علیہا کی نماز ملاحظہ کر لیں۔

---

[1] آپ حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما
کی ہم زمانہ ہیں۔آپ کو " رابعہ " اس لئے کہتے ہیں کہ آپ اپنے والدین کی چوتھی صاحبزادی
ہیں اپنے زمانہ کی نہایت عبادت گذار اور خدا تبارک و تعالیٰ سے بیحد ڈرنے والی تھیں۔آپ کے

کانت رابعۃ العدویّۃ	حضرت رابعہ عدویّہ
تصلّی فی الیوم واللّیلۃ	بصریّہ شب و روز ایک
الف رکعۃ وتقول ما	ہزار رکعت نماز نفل پڑھتی
ارید بہا ثوابہا ولکن	تھیں اور کہتی تھیں کہ ثواب
لیسُرّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ	مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ
علیہ وسلم المجالس	ہے کہ رسول پاک صلی اللہ
السنّیۃ۔ ص۱۳	علیہ وسلم خوش ہو جائیں

بس مجھے کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

تبلیغ نماز سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے؟ تبلیغ ہو اور خوب ہو مگر دلوں سے عظمت و محبت کھرچی نہ جائے جو نماز محبت رسول سے خالی ہے۔ بے کیف، بے لذت، بے روح ہے۔

تعلیم نماز وضو، غسل اور نماز کا طریقہ سیکھنا، سکھانا بیحد ضروری بلکہ فرض ہے۔ اجتماع کے فوائد حد شمار سے کہیں زیادہ ہیں۔ ہندوستان میں حضرات اولیاءِ کرام قدست اسرارہم کے عرسوں کی کمی نہیں۔ مسلسل کئی دن نہایت ہی عظیم الشان نورانی روحانی پروگرام ہوتے ہیں۔ مجھے کسی بھی پروگرام کی افادیت سے انکار نہیں ہے مگر تقاضائے وقت اور امتِ مسلمہ کی ضرورت پر دھیان اور

دل میں نہ تو جنت کی خواہش اور نہ دوزخ کا خوف تھا۔ آپ کی پوری زندگی رضائے ربِّ کریم اور رضائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔

توجہ دیتے ہوئے عرسوں میں ایک پروگرام کا مزید اور اضافہ کیا جائے یعنی تعلیم کا۔

اس طور سے عرس مبارک کی افادیت اور بھی بڑھ جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ عرس شریف کے تبرکات اور تعلیمات لیکر اپنے گھر بال بچوں میں پہونچیں گے۔ تبرکات کے ساتھ تعلیمات بھی پھیلائے گیں ۔۔ سیکھیں اور سکھائیں گے۔ جن اولیاء کرام کا ہم عرس کرتے ہیں ان کا یہی مشن اور تحریک و دعوت ہے۔

بزرگان دین، علماء ربانیین نے پیری مریدی، بیعت و ارشاد کے ذریعہ اسلام کی جو تبلیغ و اشاعت فرمائی ہے آج ہم بس اسی پر تکیہ کر بیٹھے ہیں۔ اٹھو اور کام کرو، جاگو اور جگاؤ تاکہ عرسوں کا حقیقی مقصد پورا ہو۔ اور سلف صالحین کی روح مبارک خوش ہو۔ اس بات کی بھی شدید ضرورت ہے کہ اہل سنت و جماعت کے جو اعمال بطور نشان اور پہچان ہیں، عوام کو ان کی دلیلیں بھی بتائی جائیں تاکہ ان کو کوئی یہ کہہ کر گمراہ نہ کر سکے۔ یہ سب کام بلا ثبوت اور بلا دلیل ہیں چونکہ یہ مضمون بہت ہی تفصیل کا حامل ہے۔ لہٰذا اختصاراً صرف انگوٹھا چومنے سے متعلق جن کا اشارۃً ذکر اوپر ہو چکا ہے چند دلائل پر وقت حاضر ہیں۔

حضرت امام شمس الدین سخاوی[۱] رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ۔۔ "المقاصد الحسنہ" حرف میم ص ۱۸۱ میں لکھتے ہیں کہ

---

[۱] آپ کی کنیت ابوالخیر ہے شمس الدین لقب ہے، محمد نام ہے۔ اس کتاب کا پورا نام یہ ہے "المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ" آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے۔

عن الحسن علیہ السّلام
انہ قال من قال حین
سیمع المؤذن یقول اشھد
ان محمدًا رسول اللہ مرحبا
بحبیبی وقرۃ عینی محمد
بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ویقبل ابھامیہ و
یجعلھا علیٰ عینیہ لم یعم
ولم یرمد۔

حضرت امام حسن علیہ السلام
نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن
سے اشھد ان محمداً
رسول اللہ سن کر مرحبا
اے میرے حبیب اور آنکھ
کی ٹھنڈک محمد بن عبد اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر دونوں
انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں
پر رکھے تو وہ نہ تو کبھی
اندھا ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں[۴] بیمار ہوں گی۔

۱۔ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع۔
۲۔ الفوائد الجلیۃ فی الاسماء النبویۃ۔
۳۔ الفخر العلوی فی المولد النبوی۔
۴۔ ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف، اور بہت
سی مفید، علمی کتابیں آپ اتنے وجیہ الشان امامِ علوم اور نقاد حدیث ہیں آپ کے بعد
کے تمام ہی محققین، محدثین نے آپ سے کافی استفاد کیا ہے۔ آپ کے حالات ومناقب
کو حضرت مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی کتابوں میں شرح وبسط کے ساتھ لکھا
ہے۔ کمترین نے اس کتاب ۲۰۵ میں بھی آپ کا بیان کیا ہے۔

قال ابن صالح وسمعت ذالك ایضًا من الفقیہ محمد بن المرزندی عن بعض شیوخ العراق او العجم وانہ وانہ تقول عند ما یمسح عنیہ صلی اللہ علیک یا سیّدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی وقال لی کل منہما منذ فعلتہ لم ترمد عینی، قال ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعتہ منہما استعملتہ فلم ترمد عینی وارجوان عافیتہا قد وم انی اسلم من العمی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت امام محمد بن صالح نے کہا کہ میں نے فقیہ محمد بن رزندی سے سنا کہ عراق وعجم کے یشوخ سے سنا کہ آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے کے وقت درود شریف پڑھے کہ یا سیدی یا رسول اللہ، میرے دل کے محبوب بصارت کے نور آنکھ کی ٹھنڈک میری آنکھ نہیں دکھی حضرت امام محمد بن صالح کہتے ہیں کہ اللہ کی حمد و شکر ہے کہ جب سے میں نے یہ استعمال کیا ہے میری آنکھ نہیں دکھی اور مجھے امید ہے کہ میری آنکھیں ہمیشہ عافیت میں رہیں گی۔ اور میں اندھے پن سے محفوظ رہوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "المقاصد الحسنۃ" حرف میم میں کئی روایتیں انگوٹھا چومنے کے ثبوت اور فوائد میں درج کی ہیں۔ نیز تفسیر و حدیث، فقہ اور تصوف کی بہت سی کتابوں سے بالتفصیل

فوائد اور دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس عنوان
پر ایک مستقل کتاب ہی لکھی ہے "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین"
یہاں اس حقیقت کو اچھی طرح دل میں جما لو کہ انگوٹھا چومنے کا عمل حضور
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اس سلسلہ میں حضرت
ملا علی قاری[1] حنفی رحمۃ اللہ علیہ "موضوعات کبیر" حرف میم میں لکھتے ہیں کہ

اذا ثبت رفعہٗ الی
الصدیق فیکفی العمل
بہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام علیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین

جب یہ بات حضرت ابو
بکر صدیق سے ثابت ہے
تو عمل کرنے کے لئے کافی
ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ارشاد فرمایا
ہے کہ تم سب لوگوں پر
میری اور میرے خلفاء
راشدین کی سنت لازم ہے۔

---

[1] پورا نام یہ ہے علی بن سلطان محمد ہروی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لقب آپ کا
نور الدین ہے آپ کے اساتذہ تو بہت ہیں۔ مگر استاذ اکبر حضرت امام احمد بن
حجر ہیتمی مکی صاحب "صواعق محرقہ" ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت ملا علی قاری
حنفی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے پچپن سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں اور
ہر کتاب علمی دلائل سے پُر ہے اور نہایت ہی مفید ہے۔ آپ کی دو کتابیں ہیں۔
۱۔ شرح شفا قاضی عیاض ۔ ۲۔ موضوعات کبیر اس وقت سامنے موجود ہیں جن سے
اس کتاب میں کافی استفادہ کیا گیا ہے آپ مجدد بھی ہیں آپ نے مکہ معظمہ میں ماہ شوال
۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔ محقق درست ایمان تاریخ وفات ہے حدائق
الحنفیہ صفحہ ۴۰۔ آپ کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور تمام کتابیں علمی دلائل و نکات کی خزینہ ہیں مگر عشق و شیفتگی، انوار
نبوت کی جو ضیاء باری "اشعۃ اللمعات" میں ہے وہ اپنی جگہ بے مثال ہے حضرت شیخ محقق رضی اللہ عنہ کے زبان و قلم کو اللہ تعالیٰ نے لغزشوں سے محفوظ رکھا ہے۔ یہی ایمان آفریں انداز آپ کی ہر کتاب کا ہے۔

عمل کی قوت

ایک ضابطہ اور اصول یہ ہے کہ کسی چیز کے لئے کوئی حدیث نہ بھی ہو مگر اس پر اصحاب علم کا عمل ہے تو یہ عمل خود کافی ہے، اس کو خلافِ شریعت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

حضرت امام جلال الدین[۱] سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ذیل الآلی ص ۲۰۳ میں یہی اصول اور ضابطہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

لا اعرفہ فی ھذا الحدیث النبوی الا ان العمل علیہ من غیر نکیر وھذا کاف فی مشروعیتہ۔	اس حدیث کے بارے میں تو میں نہیں جانتا۔ مگر اس پر بغیر کسی انکار کے عمل ہے اور یہ عمل مشروع ہونے کے لئے کافی ہے۔

---

[۱] آپ کا پورا نام یہ ہے۔ حافظ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن محمد بن شیخ ہمام الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۸۴۹ھ ولادت ہے اور وفات ۹۱۱ھ ہے۔ آپ تمام ہی علوم اسلامیہ کے مسلم الثبوت امام ہیں۔ آپ نہایت ہی محقق اور نقاد حدیث ہیں آپ کے علمی دلائل کو بعد کے تمام ہی اجلۂ علماء تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے پانچ سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور ہر کتاب اپنی جگہ لاجواب اور بے حد مفید ہے آپ کو دو لاکھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔ آپ نے نو کتابیں حضور مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان کامل کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ دونوں بزرگوار پکے مومن ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ

انگوٹھا چومنا صدیق اکبر کا عمل۔ علماء ربانین، اولیاء کبار کا عمل ہے۔ لہذا بالکل صحیح ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ۔

العمل اثبت من الاحادیث — علماء کا عمل حدیثوں سے

الفضل الموہبی ص ۲ — زیادہ مستحکم ہے۔

ایسا کیوں؟ عمل کو اتنی قوت اور باور کیوں؟ بات نہایت ہی آسان ہے۔ حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین۔ اپنی حدیثی اصطلاح میں صحیح حسن غریب ضعیف، موضوع وغیرہ جو کہتے ہیں تو اپنی تحقیق وتنقید اپنی تلاش اور ڈھونڈ کی بنا پر جیسا ظاہر ہوتا ہے ویسا حکم لگا دیتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کریم سے لیکر حضور سیدنا آدم علیہ السلام تک تمام آبائے کرام مسلمان ہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کی والدہ طاہرہ سے لیکر حضرت حوا علیہا السلام تک آپ کی تمام مقدس مائیں مسلمان ہیں یہ سلسلۂ نسب کی یہ پاکی تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے لئے ہے اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ایک کتاب ہی ہے "شمول الاسلام لآباء رسل الکرام"

حضرت امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ کی تمام علمی وحیاتیں، دینی خدمتیں سب مسلّم، ایک طرف سب سے اعلیٰ وصف یہ ہے کہ آپ عاشق رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عشق وتعظیم ہی آپ کی زندگی کا حاصل ہے آپ کو بیداری میں جاگتے میں ستر سے زیادہ مرتبہ حضور جان عالم سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ نصیب ہوئی ہے۔ شذرات الذہب بستان المحدثین۔

عہ اعلیٰ حضرت۔

کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ

امرت ان احکم بالظاھر — ظاہر پر حکم لگانے کے ہم
واللہ یتولی السرائر[۱] — پابند کئے گئے ہیں اندر کیا
ہے اللہ جانے۔

یہ قاعدہ کلیہ صرف فقہائے اور اصولیین ہی کے نزدیک مسلّم نہیں ہے بلکہ حضرات محدثین عظام قدست اسرارھم کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ جب ظاہر پر حکم لگ رہا ہے اور اسی کے وہ پابند بھی ہیں تو بہت ممکن ہے کہ محدثین کی تحقیق میں جو حدیث صحیح ہو حقیقت میں وہ ضعیف بلکہ موضوع ہو اور جو موضوع اور ضعیف ہے۔
درحقیقت وہ صحیح اور مضبوط ہو اور
جو علماء عمل کو اتنی حثییت دیتے ہیں ان کے پاس ذرائع علم اور بھی ہیں۔ یہ عنوان بھی دیگر عنوانوں کی طرح بہت ہی تفصیل کا حامل ہے۔ ہاں یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے بلکہ دل میں جمی رہے کہ حضرات صوفیۂ عظام کا کوئی عمل بھی شریعت طاہرہ کے خلاف نہیں ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فعل بھی بدعت نہیں ہے۔ بدعت کی شرح و تقسیم اور اصطلاح سے بالکل آزاد اور بے نیاز ہو کر اس حدیث پاک

کل بدعۃ ضلالۃ — ہر بدعت گمراہی ہے۔
مشکوٰۃ ص ۲۷۔

اور ہر حدیث شریف کو دل وجان سے تسلیم کرتا ہوں۔ ایمان ہے کہ جو چیز بدعت ہوگی اس سے گمراہی یقیناً پھیلے گی۔ اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ

---

[۱] موضوعات کبیر۔ المقاصد الحسنۃ حرف ہمزہ ص ۱۴۴

یہ لفظ "بدعت" کس کی زبان اقدس کا مبارک لفظ ہے۔ حضور رسولِ عربی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا مقدس لفظ ہے بس اب فیصلہ ہو گیا۔ بدعت عربی لفظ ہے۔ عربی میں بدعت کا معنی ہے ایسی چیز کہ جس سے پہلے کوئی نمونہ کوئی مثال کوئی بنیاد نہ ہو اور اگر کوئی مثال اور نمونہ ہے تو پھر وہ بدعت نہیں۔ لغت و حدیث کے عظیم المرتبت امام علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں کہ

البدعۃ کل شیٔ عمل	بدعت ہر ایسا کام ہے جس
علی غیر مثال سبق۔	کی کوئی مثال پہلے نہ گذری
حاشیۂ مشکوٰۃ ص ۲۷	ہو۔

بحمد شکر و کرم ہے۔ ربّ شکور جل شانہٗ کا اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا کہ حضرات صوفیۂ عظام کے ہر عمل کے لئے قرآن و حدیث میں صحابۂ کرام اور تابعین اخیار کی سیرت قدسیہ میں سند ہے ثبوت ہے نمونہ ہے مثال ہے۔ لہٰذا یہ بدعت نہیں اور جب بدعت نہیں تو گمراہی نہیں اور جب گمراہی نہیں تو ہدایت ہے، نور ہے۔

صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ

یہ مضمون بھی نہایت ہی شرح و بسط کا متقاضی ہے اور اس مختصر کتابچہ میں اتنی وسعت کہاں؟ ہاں یہ مسئلہ نہایت ہی وانشگاف ہے کہ واقعتہً جو صوفی ہوگا اس کا کوئی عمل شریعت پاک کے خلاف نہ ہوگا جیسا کہ کمترین مؤلف نے اس کتاب میں موقع و محل سے جا بجا بیان کیا ہے۔ البتہ جو بدعت ہے اس کو پہچانو اور اس سے بچو اور بچاؤ۔

دسویں محرم کو سرمہ لگانا بدعت ہے

آنگوٹھا چومنے سے آنکھوں میں ٹھنڈک اور روشنی آئے گی۔

کیوں؟ حدیث پاک ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، علماء ربانیین اولیائے عظام کا عمل ہے اور محرم کی دسویں تاریخ کو سرمہ کیوں نہ لگایا جائے؟ اس لئے کہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کو شہید ظلم وجفا، فاتح کرب وبلا عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں اور دشمنوں نے اپنی طرف سے اپنے من سے گڑھ لیا ہے۔

حضرت امام المحدثین شیخ احمد بن حجر[1] ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم المرتبت رفیع الشان کتاب "الصواعق المحرقۃ" ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ۔

او ببدع الناصبۃ	یا ناصبی جو اہل بیت سے
المتعصبین علی اهل	تعصب رکھتے ہیں یا جاہل
البیت او الجهال المتقابلین	جو فاسد کا فاسد سے
للفاسد بالفاسد و	بدعت کا بدعت سے شر کا شر
البدعة بالبدعة و	سے تقابل کرتے ہیں یعنی
الشر بالشر من اظهار	انتہائی درجہ کی خوشی اور
غایة الفرح والسرور	مسرت کرنا۔ عید کا دن
اتخاذه عیداً او اظهار	بنانا زینت کا ظاہر کرنا۔
الزینة فیه کالخضاب	جیسے مہندی لگانا۔ سرمہ
والاکتحال ولبس جدید	لگانا نئے کپڑے پہننا خوب

---

[1] پورا نام یہ ہے۔ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن محمد بن علی بن

الشباب وتوسيع النفقات	فراخ دلی سے خرچ کرنا
وطبخ الاطعمة والحبوب	طرح طرح کے کھانے پکانا
الخارجة عن العادات	اور ایسے کھانے جو روز
واعتقادهم ان ذالك	مرّہ کے نہیں ہیں اور اس
من السنّة والمعتاد و	بات کا عقیدہ رکھنا کہ
السنة ترک ذالك كلّهٗ	یہ تمام چیزیں جو اوپر بیان
فانه لم يرو في ذالك	کی گئی ہیں سنت ہیں۔
شئ يعتمد عليه ولا	حالانکہ سنّت یہ ہے کہ یہ
اثر صحيح يرجع اليه و	تمام کام چھوڑ دیئے جائیں۔

حجر ہیتمی شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ ولادت سنہ ٩٠٩ھ کو مصر میں ہوئی ہے۔ علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے بعد بال بچوں سمیت سنہ ٩٣٧ھ کے آخر میں مکہ معظمہ آگئے اور حج کرنے کے بعد پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے اور سنہ ٩٧٣ھ میں وفات پائی اسی لئے آپ کو "مکی" کہا جاتا ہے۔ آپ سے بے شمار علماء نے اکتساب علوم کیا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے عظیم المرتبت امام اور محدّث ہیں۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں پیش نظر کتاب ــــ "الصواعق المحرقة" خصوصی طور پر رافیضوں کے رد میں لکھی ہے۔ رافیضوں کا جواب دینا جتنا ضروری ہے اتنا ہی اپنے دامنِ ایمان کو ناصبیوں اور خارجیوں سے بچانا بھی ضروری ہے۔ حضرات اہل بیت علیہم السلام یعنی حضور باب العلم مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ افضل النساء فاطمہ زہراء سیدنا عالی مقام امام حسن مجتبیٰ سیدنا عالی مقام امام حسین شہید کربلا سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دشمنوں کو ناصبی خارجی کہتے ہیں۔ حضرت امام ابن حجر ہیتمی مکّی رحمۃ اللہ علیہ بفضل الرب الرحیم ورسولہ الکریم علیہ التحیّۃ والتسلیم اپنے دامن ایمان کو بہت ہی صاف ستھرا بچالے گئے ورنہ اس خار دار وادی میں ناصبیت کا کانٹا چبھ جانا کوئی بعید نہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قد سئل بعض ائمة
الحديث والفقه عن
الكحل والغسل والحناء
وطبخ الحبوب ولبس
الجديد واظهار
السرور يوم عاشوراء
فقال لم يرو فيه حديث
صحيح عنه صلى الله
عليه وسلم ولا عن
احد من اصحابه و
لم يستحبه احد من
ائمة المسلمين من
الاربعة ولا من غير
هم ولم يرو في
الكتب المعتمدة في
ذالك صحيح ولا
ضعيف ۔ الخ

نہ کیئے جائیں اس لئے کہ
ان سب چیزوں کو کرنے
کے لئے ایک بھی ایسا
ثبوت نہیں کہ جس پر بھروسہ
کیا جائے اور نہ کوئی
ایسی روایت ہی ہے۔
جس کی طرف کوئی توجہ
کی جائے حدیث وفقہ
کے بعض اماموں سے
سرمہ اور غسل اور مہندی
اور کھانا پکانے اور نئے
کپڑے پہننے اور خوشی
ظاہر کرنے کے بارے
میں محرم کی دس تاریخ
کو پوچھا گیا تو صاف
جواب دیا کہ اس کے
بارے میں ایک بھی صحیح
حدیث نبی پاک صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت
نہیں ہے اور نہ کسی صحابی
سے اور چار اماموں
یعنی امام اعظم ابوحنیفہ

امام مالک، امام شافعی
امام حمد بن حنبل نے
اور نہ کسی اور نے ان
چیزوں کو اچھا کہا ہے۔
بھروسہ کی کسی کتاب
میں صحیح یا ضعیف کوئی
روایت نہیں ہے۔

یہی عبارت بالا حضور سیدنا شیخ محقق امام عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے بھی اپنی نہایت ہی بلند پایہ کتاب "ماثبت من السنۃ" ص ۱۶ میں بیان فرمایا ہے۔

اب مندرجہ بالا عبارت کو سامنے رکھ کر مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے کہ

۱۔ محرم کی دسویں تاریخ کو خوشی اور عید اور زینت کا دن بنانا۔
۲۔ مہندی لگانا۔
۳۔ سرمہ لگانا۔
۴۔ نیا کپڑا پہننا۔
۵۔ خرچ کرنے میں فراخی کرنا۔
۶۔ ایسے کھانے پکانا۔ جو روزمرہ کے نہیں ہیں بلکہ خلافِ معمول ہیں۔
۷۔ ان سب مذکورہ بدعتوں کو سنت ماننا یہ تمام چیزیں اہل بیت اطہار کے دشمنوں کی بدعتیں اور شرارتیں ہیں۔
۸۔ سنت یہ ہے کہ یہ تمام کام نہ کئے جائیں کہ یہ سب بدعت

ہیں۔ کیوں؟ ان کاموں کا کوئی ثبوت نہیں ہے کوئی روایت نہیں ہے۔ اسی لئے بدعت ہیں کسی صحابی سے بھی ثابت نہیں۔

۹۔ مسلمانوں کے چار اماموں۔

(۱) حضور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ

(۲) حضور سیدنا امام مالک

(۳) حضور سیدنا امام شافعی

(۴) حضور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اور نہ کسی اور نے ان کاموں کو اچھا سمجھا ہے، بلکہ سب نے برا ہی سمجھا ہے۔

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت امام العلوم والمعارف علامہ مجد الدین شیرازی فیروز آبادی صاحب "قاموس" قدس سرہٗ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں

نقل المجد اللغوی	حضرت امام مجد الدین
عن الحاکم ان سائر	حضرت امام حاکم سے
الاحادیث فی فضلہ	نقل کیا ہے کہ دسویں
غیر الصوم کفضل	محرم کو روزہ کے سوا۔
الصلوٰۃ والانفاق	نفل نماز اور خرچ کرنے
والخضاب والادھان	مہندی لگانے، تیل لگانے
والاکتحال وطبخ الحبوب	سرمہ لگانے اور کھانا
وغیر ذالک کلہ موضوع	پکانے وغیرہ کی فضیلت
ومفتری۔	کی تمام حدیثیں موضوع
	ہیں اور گڑھی ہوئی ہیں۔
ماثبت من السنۃ ص۱۸	الصواعق المحرقۃ ص۱۱۰

مذکورہ بالا عبارت کے دو لفظ موضوع اور مفتری کے معنی پر غور کرو۔

موضوع یعنی جس کا راوی جھوٹا ہو مفتری یعنی حدیث گڑھ لی گئی ہے۔ حدیث ہے نہیں مگر اس کو حدیث کہدیا گیا۔ بدعت کو سنت کہنا کتنا بڑا ظلم اور اتہام ہے۔

نقطۂ اعتدال اور فیصلۂ ایمان تو یہ ہے کہ محرّم کی دسویں تاریخ کو ناصبیوں اور دشمنوں کی طرح نہ تو نئے کپڑے پہننے۔ تیل لگانے، سرمہ لگانے، مہندی لگانے۔ عمدہ اور لذیذ کھانے پکانے کھانے کھلانے کا دن ہے۔ اور نہ رافضیوں کے طریقہ پر سینہ کوبی، ماتم وغیرہ کرنے کا دن ہے۔ بلکہ ان دونوں راہِ بدعت سے ہٹ کر روزہ رکھنے اور واقعۂ شہادت سے دلِ مسلم کا متأثر ہو کر آنکھوں سے آنسو بہنے کا دن ہے کہ یہی سنت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے اور یہی ہے سنیّوں کی شاہراہ مستقیم۔

مشکوٰۃ شریف۔ باب مناقب اہل البیت ص۵۷۲ میں حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک لمبی روایت آئی ہے جس کا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کا معصوم بچپن ہے۔ اپنے جدّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت میں ہیں کہ اتنے میں چشم نبوت آنسو بہانے لگیں حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ کو یہ کیا ہو گیا؟ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے اس بیٹے کی شہادت کی خبر دی ہے۔ میں نے تعجب سے عرض کیا اور حضرت حسین کی طرف اشارہ کر کے

کہا کہ ان کو تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ان کو اور مجھے کربلا کی سرخ مٹی[1] دی۔ اب اس حدیث پاک اور واقعۂ کربلا کو سامنے رکھ کر درج ذیل چند امور پر غور کرو

۱۔ حدیث مبارک نے حضرت امام پاک کو جسم نبوی کا ایک ٹکڑا فرمایا۔

۲۔ تھریقان الدموع۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

۳۔ ابھی شہادت واقع ہوئی نہیں ہے صرف خبر سن کر آنسو بہانا۔

۴۔ موقع شہادت کی مٹی پیش کرنا۔ اور وہ بھی سرخ مٹی

۵۔ کربلا کی مٹی اس وقت تو سرخ تھی نہیں۔ سرخ مٹی لانا یعنی آئندہ ہونے والے واقعۂ شہادت کو سامنے کر دینا۔

۶۔ "تربتہ" فرمایا، ضمیر کہاں لوٹ رہی ہے مرجع کہاں ہے؟ یہ تو نحویوں اور اہل زبان کے نزدیک اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے۔ تلاش کرو مرجعِ ضمیر اگر کسی کے ڈھونڈنے سے یہ مرجع ہرگز نہ ملے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب مرجع نہایت ہی واضح ہو کسی طرح کا ابہام، ایہام نہ ہو تو ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب اس گرامر کی روشنی میں دل و ایمان سے بولو کہ "کربلا" حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہی نہیں بلکہ سامنے تھا

صلی اللہ علیک یا محمد نور اللہ

آنکھوں سے آنسو بہنا حدیث پاک کے بالکل عین مطابق ہے۔

---

[1] یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام۔

اب اسی صفحۂ مذکورہ صـ۵۷ سے دوسری روایت پڑھو۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ ہے حضور سیّدنا عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پراگندہ بال۔ گرد آلود دیکھا اور دستِ مبارک میں ایک شیشی دیکھی جس میں خون تھا۔ میں نے مارے تعجب کے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، یہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج برابر اٹھاتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کو یاد کر لیا اور جب حساب لگایا تو اسی تاریخ میں حسین کو شہید کیا گیا تھا۔

علیٰ جدّہٖ الکریم وعلیہ التحیۃ والتسلیمؐ

مندرجہ بالا روایت سے درج ذیل حقائق روشنی میں آئے

۱۔ محرّم کی دسؔ تاریخ کو بال مبارک بکھرے ہوئے تھے۔ کنگھی نہیں کی تھی۔ (اشعث) جسمِ اقدس غبار آلود تھے، سرمہ اور تیل استعمال نہیں فرمایا۔ "اغبر"

۲۔ غمگین اور اداس تھے، جشن اور خوشی نہیں منایا۔

۳۔ دستِ مبارک میں خون اقدس سے بھری ہوئی شیشی تھی۔ صدمۂ غم کا اظہار تھا۔

۴۔ خود اپنے مبارک ہاتھ سے خونِ پاک کو اٹھانا۔ خونِ امام کی عزّت وعظمت، اُمّت کو بتانا تھا۔

کمترین مؤلف نے عنوان قائم کیا ہے کہ "محرم کی دسویں تاریخ کو سرمہ لگانا بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں اوپر آپ

بہت کچھ پڑھ چکے ہیں۔ اب ذرا اور مطالعہ کرلیں حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "ماثبت من السنۃ" صـ۱۷ اور محدّث امام سخاوی علیہ نے اپنی کتاب "المقاصد الحسنۃ" حرف میم صـ۱۹۰ میں حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیکر بیان کرتے ہیں کہ سرمہ لگانا ایسی بدعت ہے جس کے ایجاد کرنے والے امام مظلوم عالی مقام حضرت سیدنا حسین علیہ السلام کے قاتل اور دشمن ہیں۔ اللہ اس بدعت سے اور ہر بدعت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ سچ ہے بدعت کا دوسرا نام گمراہی ہے۔

المقاصد الحسنۃ صـ۱۹۰ حرف میم میں ہے کہ

قال الحاکم علیہ والاکتحال	امام حاکم نے فرمایا کہ محرّم
یوم عاشورا لم یروعن	کی دسویں تاریخ کو سرمہ
النبی صلی اللہ علیہ	لگانے کے بارے میں
وسلم فیہ اثروھو بدعۃ	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

علہ آپ کا پورا نام یہ ہے۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ مصر میں ایک گاؤں کا نام "سخا" ہے اسی وجہ سے آپ سخاوی ہیں۔ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول شریف ۸۳۱ھ ہے۔ اور آپ کی وفات ۸ ۲۸ شعبان ۹۰۲ھ عصر کے وقت ہے۔ جنت البقیع میں حضور سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مدفون ہیں۔ آپ کے اساتذہ اور شیوخ تو بہت ہیں مگر استاذ اکبر حافظ حدیث، امام محدّث ابن حجر عسقلانی ہیں۔ آپ کی تصانیف پر محدث ابن حجر امام جلال الدین محلی اور امام اعلم البلقینی وغیرہ نے شاندار تقریظیں لکھی ہیں۔ آپ کی تمام کتابیں نہایت مستند اور وقیع اور مفید ہیں۔

صـ۱۸۹ میں بھی ذکر ہے

ابتدعها قتلۃ الحسین علیہ السلام۔

سے ایک بھی روایت نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کو رواج دینے والے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہیں۔

"اثر،، نکرہ ہے کمترین مؤلف نے اصطلاحِ محدثین کا لحاظ کرتے ہوئے لفظ "اثر" کا ترجمہ روایت کیا ہے۔

آپ کے زمانہ میں مصر ہو یا شام کہیں بھی علمی وجاہت میں کوئی آپ کا ہم پایہ نہیں تھا۔ شیخ الاسلام محدث ابن حجر کے بعد آپ ہی تھے آپ متعصب شافعی نہیں تھے آپ نے اپنے استاذ کے تعصب پر جرح بھی کی ہے۔

ماخوذ از المقاصد الحسنۃ ص۲۳۶

ع۲ پورا نام یہ ہے۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ حاکم کے نام سے زیادہ مشہور ہیں ۴۰۵ھ میں وفات پائی ہے۔ آپ بہت ہی مشہور محدث ہیں۔ آپ کی دو کتابیں (۱) مستدرک، (۲) معرفۃ علوم الحدیث۔ نہایت ہی مشہور اور مفید ہیں۔ آپ کی علمی جلالت و منزلت کا کتنا واضح ثبوت یہ ہے کہ امام العلوم مجد الدین شیرازی صاحب قاموس۔ حضرت امام محدث ابن حجر عسقلانی، حضرت امام سخاوی۔ حضرت ملا علی قاری سے حضرت امام عبد الحق رحمۃ اللہ علیہم جیسے اساطین اور علوم قرآن وحدیث وفقہ اور لغت کے عظیم القدر امام آپ کو بطور حوالہ اور سند و ثبوت پیش کرتے ہیں حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تین اور محدثین رفیع المقام تھے۔ (۱) حضرت

اور لفظ "اثر" کا حقیقی اور لغوی معنی کی رعایت کرتے ہوئے ترجمہ یہ ہوگا کہ محرم کی دسویں تاریخ کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سرمہ لگانے کا کوئی نام ونشان تک ثابت نہیں ہے (اثر کا معنی نشان) اسی لئے تو حضرت امام عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشور کو سرمہ لگانا، مہندی لگانا وغیرہ بدعت ہے، سنت نہیں ہے۔ سنت یہ ہے کہ یہ سب بدعتی کام نہ کئے جائیں۔

والسنّۃ ترکُ ذالک کلّہ ما ثبت من السنّۃ ص۱۶

یہی عبارت "الصواعق المحرقۃ" میں بھی ہے کہ ان بدعتوں کو چھوڑ دینا ہی سنت ہے۔ "الصواعق المحرقۃ" ص۱۱۱ میں ہے کہ

صرّح الحاکم بان الاکتحال یومہٗ بدعۃ	امام حاکم نے صاف تصریح کردی ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ کو سرمہ لگانا بدعت ہے۔

صوفی عاملِ سنت اور ماحیِ بدعت ہے جو صوفی ہوگا اس کا سنّی ہونا ضروری اور لابدی ہے اور جو سنّی ہوگا وہ صوفی نہیں تو صوفی سے محبت کرنے والا یقیناً ہوگا۔ سنت ہی کا عکس جمیل تصوّف ہے۔

امام دار قطنی بغداد میں۔ (۲) حضرت امام ابو عبداللہ بن مندہ اصفہان میں۔ (۳) حضرت محدّث عبدالغنی مصر میں رحمۃ اللہ علیہم۔ ماخوذ از بستان المحدّثین شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

جشن مناؤ اور خوب مناؤ

کچھ دنوں سے ایک نئی منطق یہ چلائی جارہی ہے کہ حضور سیدنا امام عالی مقام شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتا ہے۔ لہٰذ خوشی اور جشن مناؤ نئے کپڑے پہنو۔ سرمہ لگاؤ خوب عمدہ لذید کھانے پکاؤ، کھاؤ کھلاؤ اور زور شور سے بولو کہ یہ سب چیزیں آج کے دن سنت ہیں۔ اور نعرہ بلند کرو جشن شہدائے کربلا کتنی فریبی اور خوبصورت ہے یہ منطق ایسی زہریلی منطق کا تریاق۔ قرآن مجید اور حدیث پاک سے حاصل کرو۔

جن کمینوں اور بدنصیبوں نے حضرات انبیاء عظام سلام اللہ علیہم کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوا۔ بلکہ ناراضگی ظاہر فرمائی اور ان ظالموں پر اپنا عذاب نازل کیا۔ ایمان ہے کہ ہر نبی زندہ اور ان کا شہید ہونا مزید در مزید فضیلت ہے جو صحابہ کرام شہید ہوئے، ایمان ہے کہ ہر شہید زندہ۔ مگر اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوشی نہیں منایا۔ بلکہ آپ بے حد غمگین ہوگئے اور چشم انور سے آنسو بہے اور جب بھی ان شہید صحابہ عظام کا ذکر آیا تو آپ آبدیدہ ہوگئے ہر چیز موقع ومحل سے اچھی ہوتی ہے۔ جشن مناؤ اور خوب مناؤ، جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناؤ۔ یوم میلاد امامین کریمین، سعیدین، شہیدین علیہما السلام مناؤ۔ اچھے کپڑے پہنو۔ لذیز عمدہ کھانے کھاؤ اور کھلاؤ۔ خوشبو اور عطر لگاؤ، سرمہ لگاؤ خوشی مناؤ کہ آج یوم میلاد ہے۔ مگر خبر شہادت اور واقعہ شہادت پر امامین حسنین کے رحیم وکریم نانا کی سنت کیا ہے؟ چشم انور میں سرمہ نہیں آنسو ہے، بال مبارک میں تیل نہیں گرد وغبار ہے۔ دست اقدس میں پھول نہیں خون کی شیشی ہے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم،

تفصیل ان کتابوں میں ملاحظہ کیجئے

قارئین کرام :- اس سلسلے میں اب تک آپ جو کچھ پڑھ چکے ہیں اس کا عنوان ہے " تعظیم اور حُبِ مصطفٰے علیہ التحیتہ و الثناء " تعظیم و محبت کا تقاضا یہ ہے کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم وارشاد ہے جو تعلیم و تلقین ہے خوشی، خوشی عمل کیا جائے۔ نماز جو اللہ جلّ شانہٗ کی سب سے اہم ترین عبادت ہے۔ خود بھی پڑھی جائے اور پڑھانے کی ترغیب و تلقین بھی کی جائے۔ بے نمازی محبوب اور مقبول نہیں ہو سکتا ہے۔ ہمارے تمام پیران عظام کا یہی ارشاد ہے کہ بے نمازی اور بے شرع شخص پیر و مرشد نہیں ہو سکتا ہے۔ (اعجاز جہانگیری)

جس فرد سے جس چیز سے حضور افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت اور نسبت ہے۔ ہر ایک سے لگاؤ رابطہ عقیدت و محبت کی جائے۔ آپ کے اہل بیت اطہار، صحابۂ اخیار تابعین ابرار، علماء ربّانیّن اولیائے عظام مرشدانِ طریقت نیز تبرکات طیّبات کی قدر و منزلت، عظمت و محبت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظمت و محبت کا پرتو نور ہے۔

ایمان یہ ہے کہ محبوب کی ہر چیز مقبول و محبوب ہو، محبت کا صرف ظاہری دعویٰ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اس دعویٰ پر مستحکم دلیل و برہان ضروری ہے اور وہ ہے عمل۔

لو کان حبّک صادقاً لاطعتہٗ

ان المحبّ لمن یحب یطیع۔!

محبت اسی وقت سچی ہو گی جب کہ محبوب کا اطاعت شعار اور فرمان پر عمل کرنے والا ہو۔

بفضلہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضور سیدی مرشدی آقائے نعمت، سند الاولیاء محبوب مصطفےٰ خواجہ الحاج مخدوم المشائخ محمد فصاحت حسن شاہ سجادہ نشین درگاہ "شاہ رضا" لکھنؤ، درگاہ عنایتی راحتی بھسینوڑی شریف دامت برکاتہم ان دونوں خوبیوں کے جامع ہیں۔ اور ان ہی خوبیوں کے سانچے میں بندگانِ خدا کو ڈھالنا ان کی حیات مبارکہ کا اصلی نصب العین ہے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں۔!
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

قارئین کرام:- اب تک آپ نے جو کچھ بھی پڑھا ہے سب کا تعلق حضور سندالاولیاء" کی ذات ستودہ صفات سے ہے۔ نیز دوسرے حصّوں میں بھی جو کچھ آپ پڑھیں گے اس کے جلی عنوان بھی حضور سندالاولیاء" ہی ہیں۔ چونکہ حضور دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف قریب آرہا ہے اس مناسبت سے کتاب" سندالاولیاء" کا شائع ہوکر عقیدت مندان، محبّان تک پہونچنا از حد ضروری ہے، اس لئے دیگر مضامین دوسرے حصوں میں مطالعہ فرمائیں۔

بانوے ۹۲ واں عرس مبارک' آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ حضور قطب العارفین، شہنشاہ خواجہ محمّد نبی رضا شاہ معروف بہ دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۹ھ میں وصال فرمایا ہے۔ اور یہ ۱۴۲۱ھ ہے اس حساب سے وصال کے پورے بانوے ۹۲ سال ہوئے عدد میں بھی ایک تاثیر ہوتی ہے حضور رحمت عالم، مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کا عدد شریف" بانوے ۹۲" اس نورانی، سرور آور حسین نسبت و اتفاق سے امسال حضور دادامیاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس پاک بھی بانوے ۹۲ واں" ہے۔ سب کو مبارک ہو۔ آمین! مبارک ہو مبارک۔

آج یکم ربیع الاوّل شریف ۱۴۲۱ھ مطابق ۵ رجون ۲۰۰۰ء بروز دوشنبہ ہے اور عرس مقدس ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ ربیع الاول شریف کو ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ، اس رضا آفریں موقع پر در شاہ رضا سے کتاب" سندالاولیاء" کا اجرا بھی ہورہا ہے اور مؤلف اپنی اس تالیف کو اپنے مرشد اقدس کی بارگاہ عالی میں نذر کر کے

رقص سرور میں باغ باغ ہو رہا ہے۔

سجّادہ نشین

حضور سرکار صاحبِ سجّادہ، آقائے نعمت، سند الاولیاء، مخدوم المشائخ، محبوب مصطفٰے خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ دامت برکاتہم کے سجّادہ نشین آپ کے بڑے شاہزادہ قبلہ محمد صباحت حسن شاہ قادری، چشتی نقشبندی ابو العلائی، جہانگیری رضائی عنایتی راحتی فصاحتی ہیں۔ سلّمہٗ اللہ تعالیٰ وعافاہ، دعا ہے کہ ربّ العالمین جلّ شانہٗ اپنے حبیب رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں شاہزادہ سجّادہ نشین قبلہ کو ہر آفت و بلا سے، ہر شر و حسد سے محفوظ رکھے آمین!

عرضِ مؤلّف

کمترین ایک معمولی بشر ہے، غلطیوں کا ہو جانا ممکن ہی نہیں۔ بلکہ یقینی ہے۔ مسودہ مکمل کر کے کاتب کے حوالہ نہیں کیا گیا ہے۔ جیسے جیسے لکھتا جارہا تھا ویسے ویسے حوالۂ کاتب کرتا جاتا تھا۔ ضابطہ کے مطابق نظر ثانی بھی نہیں کی، نیز کاتب کی کتابت شدہ کاپیوں کی بھرپور غلطیاں پکڑنا مؤلف کے لئے مشکل بھی ہوتا ہے۔ کیوں؟ مؤلف اپنے قرطاس ذہن کا لکھا پڑھتا ہے اس کی پوری نظر کاتب کی تحریر پر نہیں ہوتی ہے بلکہ اپنے ذہن و دماغ پر بھی ہوتی ہے۔

لہٰذا اس قسم کی بھی غلطیاں ہو جانا امر لابدی ہے۔

بہر کیف! اربابِ فکر و نظر، اور خصوصًا اہل دل سے گزارش ہے کہ غلطیوں پر مطلع فرمائیں تاکہ طبع ثانی میں

میں درست کرلی جائے۔

فقط والسلام

ابوالمحمود محمد مظہری، ابن عارف ربانی حضور

مولانا الحاج محمد ستّار علیہ الرحمۃ والرضوان

مولانا منزل، محلہ اودھولپورہ 2/12 جے بنارس

یکم ربیع الاول شریف ۱۴۲۱ھ مطابق ۵ جون ۲۰۰۰ء

بروز دوشنبہ

مآخذ

یعنی قرآن حکیم کے بعد وہ کتابیں جن سے استفادہ کیا گیا ہے

کتب حدیث شریف

۱۔ صحیح بخاری شریف
۲۔ صحیح مسلم شریف
۳۔ سنن ترمذی شریف
۴۔ سنن ابی داؤد شریف
۵۔ سنن ابن ماجہ شریف
۶۔ مشکل الآثار شریف
۷۔ مشکوۃ شریف
۸۔ بلوغ المرام
۹۔ المقاصد الحسنۃ
۱۰۔ ذیل اللآلی
۱۱۔ اللآلی المصنوعۃ
۱۲۔ التعقبات
۱۳۔ موضوعات کبیر
۱۴۔ الاذکار امام نووی
۱۵۔ المجالس السنیّۃ علی الاربعین النوویّۃ
۱۶۔ صحیح البہاری ملک العلماء امام ظفر الدین بہاری۔

کتب شرح حدیث شریف

۱۷۔ عمدۃ القاری
۱۸۔ فتح الباری
۱۹۔ تیسیر القاری
۲۰۔ ارشاد الساری
۲۱۔ اشعۃ اللمعات
۲۲۔ مرقات

کتب علم الرواۃ

۲۳۔ تہذیب التہذیب
۲۴۔ تقریب

کتب تفسیر و علوم قرآن

۲۵۔ احکام القرآن
۲۶۔ تفسیر ابن جریر
۲۷۔ تبصیر الرحمٰن مخدوم مہائمی
۲۸۔ الدر المنثور
۲۹۔ تفسیر بیضاوی

٣٠۔ تفسیر کشاف
٣١۔ مدارک التنزیل
٣٢۔ معالم التنزیل
٣٣۔ خازن
٣٤۔ جلالین شریف
٣٥۔ تفسیر مظہری
٣٦۔ الاتقان
٣٧۔ الفوز الکبیر

کتب فقہ

٣٨۔ ہدایہ
٣٩۔ البحر الرائق
٤٠۔ عالمگیری
٤١۔ ردّ المحتار
٤٢۔ فتاویٰ رضویہ
٤٣۔ الفضل الموہبی
٤٤۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین
٤٥۔ برایق المنار بشموع المزار

کتب تصوف

٤٦۔ فتوح الغیب شریف
٤٧۔ رسالۂ قشیریہ
٤٨۔ کشف المحجوب
٤٩۔ احیاء علوم الدین
٥٠۔ عوارف المعارف
٥١۔ قوت القلوب
٥٢۔ فصوص الحکم
٥٣۔ کیمیائے سعادت
٥٤۔ الیواقیت والجواہر امام شعرانی
٥٥۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ امام شعرانی
٥٦۔ تنبیہ الغافلین امام سمرقندی
٥٧۔ بستان العارفین امام سمرقندی
٥٨۔ فنا و بقاء سیدنا امیر ابو العلاء
٥٩۔ مکتوبات سہ صدی مخدوم بہاری
٦٠۔ شرح سفر السعادت شیخ محقق
٦١۔ مکتوبات مجدد الف ثانی
٦٢۔ فوائد الفواد
٦٣۔ مثنوی مولانا روم

۶۴۔ مثنوی گنج راز
۶۵۔ سیرت فخر العارفین
۶۶۔ اعجاز جہانگیری
۶۷۔ حجۃ اللہ البالغۃ
۶۸۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
۶۹۔ القول الجمیل
۷۰۔ تعلیم حقانی شیخ الدلائل مہاجر مکیؒ
۷۱۔ ارشاد رحیمیہ شاہ عبدالرحیم
۷۲۔ الیاقوتۃ الواسطۃ
۷۳۔ مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء

کتب سیرت و تاریخ و مناقب وغیرہ

۷۴۔ الشفاء قاضی عیاض قاضی عیاض
۷۵۔ شرح شفاء ملا علی قاری
۷۶۔ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض
۷۷۔ مواہب لدنیہ
۷۸۔ الخصائص الکبریٰ
۷۹۔ تاریخ الخلفاء
۸۰۔ مدارج النبوۃ
۸۱۔ اخبار الاخیار
۸۲۔ الطبقات الکبریٰ
۸۳۔ وفیات الاعیان ابن خلکان
۸۴۔ الصواعق المحرقۃ
۸۵۔ ماثبت من السنۃ
۸۶۔ التعلقات السنیۃ
۸۷۔ الفوائد البھیۃ
۸۸۔ تذکرۃ الاولیاء
۸۹۔ بستان المحدثین
۹۰۔ شذرات الذہب
۹۱۔ شمول الاسلام لآباء رسل الکرام
۹۲۔ مناقب اہل بیت
۹۳۔ حدائق حنفیہ

کتب لغت

۹۴۔ القاموس المحیط امام مجد الدین شیرازی
۹۵۔ الجمہرۃ ابن درید
۹۶۔ مفردات امام راغب اصفہانی
۹۷۔ مجمع بحار الانوار طاہر فتنی
۹۸۔ تاج العروس علامہ زبیدی
۹۹۔ منتہی الارب علامہ عبدالکریم

مؤلف کی دیگر غیر مطبوعہ کتابیں

۱۔ "النبی الامی" صلی اللہ علیہ وسلم۔ تفسیر، حدیث اور لغت کی روشنی میں لفظ "امی" کا مبسوط بیان۔

۲۔ "فوز الطلاب فی خاصیات الابواب" ہر باب کی کافی خاصیات بطرز انشاء بیان کی گئی ہیں۔

۳۔ "الاحسان" مسائل تصوف عربی زبان میں بلاد عربیہ کے لئے۔

۴۔ "مشائخ سبع سلاسل شریف" چونکہ بزرگوں سے سات سلسلوں کی اجازت ہے، اس لئے مشائخ سبع سلاسل کے ذکر جمیل کے ساتھ تمام شجرات طیبات کا مفصل بیان۔

۵۔ "صدیقانِ طریقت" پیر بھائیوں کی فضیلت و ضرورت قرآن و حدیث کی روشنی میں۔

۶۔ "اصطلاحات صوفیہ عظام" صوفیہ کرام کے مخصوص اصطلاحی الفاظ کی تشریح و توضیح۔

۷۔ قدم بوسی، دست بوسی کا ثبوت، شریعتِ طاہرہ کی روشنی میں۔